

کے

افسانون کا چو[illegible]

بہادر شاہ کا مقدمہ

جو حضرت ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ سابق شہنشاہ

دہلی پر غدر ۱۸۵۷ء مین برطانی گورنمنٹ نے چلایا تھا

اور

جسمین غدر کے تمام حالات اور اسباب پر

دلچسپ مگر عبرتناک بحث کی گئی ہی

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی نے ترجمہ کرایا

اور کارکن حلقہ المشائخ دہلی نے بماہ جولائی ۱۹۲۰ عیسوی

لالہ ہنسراج داس اینڈ سنز کے سری پرنٹنگ ورکس دہلی مین چھپوا کر شائع

قیمت غیر مجلد قسم اول ۲ قسم دوم ۱۲ - مجلد قسم اول ۴

بے گناہوں کی ارواح کے نام

۱۳۵۱ھ

۱۹۵ف

یہ کتاب غدر ۱۸۵۷ء کے اُن بے گناہ لوگوں کی ارواح کے نام منسوب کی جاتی ہے جو غدر کے ہنگامے میں بغیر کسی خطا اور جرم کے مارے گئے یا ستائے گئے۔

اُن میں انگریز بھی ہیں جنکو ہندوستانیوں نے قتل کیا۔ یا اذیت دی اور ہندوستانی بھی ہیں جو انگریزوں اور اُن کی فوج کے ہاتھ سے مظالم ہوئے

یہ ڈیڈیکیشن اُن اصلی مجرموں کے نام نہیں ہے جو غدر کا باعث ہوئے تھے بلکہ اُن کے نام ہے جو خدا کی عدالت میں بے گناہ تھے۔ اور ناکردہ گناہ ظلم و ستم کا شکار ہوئے۔

وہ سب خاک میں مل چکے۔ مگر اُن کی تکلیفوں کی یاد ابتک ہمارے سامنے ہے۔ اور اس قسم کی کتابیں مدتوں اُن کے مصائب یاد دلاتی رہیں گی۔

دستخط

حسن نظامی

یکم جولائی ۱۹۲۰ء

حجرہ درگاہ حضرت محبوب الٰہی دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بہادر شاہ کا مقدمہ

مقدمہ ہذا کی کارروائی دہلی میں ۲۷ جنوری ۱۸۵۸ء کو زیر تحت ایک یوروپین فوجی کمیشن کے جو بحکم صاحب بہادر میجر جنرل پینی۔ سی۔ بی۔ کمانڈنگ ڈویزن و حسب ہدایت سر جان لارنس چیف کمشنر پنجاب مقرر کیا گیا تھا۔ عمل میں آئی۔

پریسیڈنٹ

لفٹنٹ کرنل ڈاس۔ افسر توپخانہ

ممبران

میجر پامر رسالہ نمبر ۶۰

میجر ریڈمنڈ رسالہ نمبر ۱۱

میجر سائرس کمپنی نمبر ۶

کپتان راتھمن کپتان سکھ پیدل نمبر ۴

مترجم

مسٹر جیمس مرفی۔

وکیل سرکار

میجر ایف۔ جے۔ ہیریٹ ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل۔

پہلے روز کی کارروائی

دیوان خاص قلعہ دہلی میں پہلا اجلاس ۲۷ جنوری ۱۸۵۸ء کو بوقت صبح شروع ہوا پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، وکیل سرکار موجود تھے۔

ملزم محمد بہادر شاہ سابق شاہ دہلی کو لایا گیا۔

اجلاس کے مجتمع کرنے اور لفٹننٹ کرنل ڈاس کو پریسیڈنٹ بنانے کے احکام پیش ہوئے اور پڑھے گئے۔ افسران متعینہ کے نام ملزم کی موجودگی میں پڑھے گئے

ملزم سے عدالت کا سوال آپ کو موجودہ ممبران جوری و پریسیڈنٹ کے مقدمہ کی سماعت کرنے میں کوئی اعتراض ہے۔؟

جواب۔ مجھے کچھ اعتراض نہیں ہے

ممبران جوری و پریسیڈنٹ سے حلف لیا گیا۔

گواہان کو عدالت سے چلے جانے کی ہدایت کی گئی۔

فرد قرار داد جرم جو لگائی گئی مندرجہ ذیل ہے

فرد قرار داد جرم

اول یہ کہ گورنمنٹ ہند کے پنشنخوار ہوتے ہوئے باوجود انہوں نے ۱۰ مئی اور یکم اکتوبر ۱۸۵۷ء کے درمیان مختلف اوقات میں محمد بخت خاں صوبیدار رجمنٹ توپخانہ اور دیگر متعدد اشخاص، و دیسی افسروں اور سپاہیوں کو جو ایسٹ انڈیا کمپنی

کی فوج کے ملازم تھے۔ غدر اور بغاوت کرنے کی ترغیب اور امداد دی۔

دوم ۔ یہ کہ ۱۰ مئی اور یکم اکتوبر کے درمیان انہوں نے اپنے بیٹے مرزا مغل کو جو گورنمنٹ ہند کی رعایا تھا اور دیگر نامعلوم باشندگان دہلی وممالک مغربی وشمالی کو جو گورنمنٹ ہند کی رعایا تھے۔ سلطنت کے خلاف ہتھیار اٹھانے میں مدد دی اور سازش کی

سوم ۔ یہ کہ سلطنت برطانیہ کے رعایا ہونے کے باوجود انہوں نے خود گورنمنٹ کی وفاداری نہیں کی جو کہ انکا فرض تھا اور دہلی میں ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء یا اس کے قریب قریب اپنے تئیں بادشاہ ہند مشہور کیا اور شہر دہلی پر ناجائز طور سے قبضہ کرلیا اور دس مئی تا یکم اکتوبر ۱۸۵۷ء کے درمیان مرزا مغل اپنے فرزند اور محمد بخت خان صوبہ دار توپخانہ سے سازش کی اور علم بغاوت بلند کیا۔ برطانیہ عظمیٰ کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ ہوئے۔ گورنمنٹ برطانیہ کا تختہ الٹ دینے کی غرض سے ہتھیار بند سپاہیوں کو مغویانہ دہلی میں جمع کر کے متذکرہ سلطنت کے خلاف لڑنے کے لئے آمادہ کیا۔

چہارم ۔ یہ کہ ۱۶ مئی ۱۸۵۷ء یا اس کے قریب قریب قلعہ دہلی کے اندر ۴۹ نفر انگریزوں کو جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے قتل کرایا، یا قتل کرانے میں حصہ لیا۔ ۱۰ مئی و یکم اکتوبر کے درمیان انگریز افسران و برطانوی رعایا کے جس میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے قتل کرانے میں مدد دی اور قاتلوں سے ملازمت ترقی اور عہدہ دینے کا وعدہ کیا۔ مزید برآں انہوں نے مختلف والیان ریاست کے نام احکام جاری کئے کہ وہ عیسائیوں اور انگریزوں کو اپنی حدود میں جہاں پائیں قتل کریں بموجب ایکٹ ۱۶ ۱۸۵۷ء اس قسم کا طرز عمل نہایت سنگین جرم ہے۔

دہلی
جنوری ۱۸۵۸ء

فریڈ جے ۔ ہیریٹ میجر
ڈپٹی جج ایڈووکیٹ جنرل ۔ وکیل سرکار

سوال ۔ بہادر شاہ بموجب بیان مذکورہ آیا آپ مجرم ہیں یا نہیں ؟

جواب ۔ مجرم نہیں ہوں۔

تمام گواہان کو پیش کیا گیا۔

پیروی

وکیل سرکار کا عدالت کو مخاطب کرنا۔

معززین — قبل اس کے کہ کوئی کارروائی کیجائے۔ یہ دریافت کر لینا ضروری ہے کہ آیا آپ صاحبان کے روبرو گواہان پیش کئے جائیں جو ثبوت جرم کی شہادت دینگے ؟ اسپر کافی غور کر لیا گیا ہے کہ گذشتہ بغاوت سے تعلق رکھنے والے حالات اگر فرد قرار داد جرم میں نہ بھی شامل ہوں تب بھی یہاں باضابطہ درج کر لئے جائیں۔ کسی گذشتہ تاریخ کو فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ بادشاہ کی زندگی چونکہ ضمانت شدہ محفوظ ہوتی ہے۔ لہذا یہ تفتیش فرد قرار داد جرم کے ساتھ نہ شامل کیجانی چاہیے۔ بلکہ ایسے جملہ معاملات مثل خط و کتابت متعلقہ وغیرہ علیحدہ پیش کرنے مناسب ہیں۔

میں نہیں جانتا کہ آیا عدالت اس حالت میں کہ کوئی خاص الزام موجود نہیں ہے۔ اس خط و کتابت متعلقہ کو داخل کرنے کی مجاز ہے یا نہیں لیکن یہ محسوس کرتے ہوئے کہ ہر ایک تفتیش جسکا ملزم سے تعلق ہو قابل اطمینان اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ ملزم کو بھی موقع دیا جائے کہ کسی تحریر یا شہادت کے ذریعہ ان الزامات کو جو اسپر قائم کئے گئے ہیں رد کر سکیں۔ میں یہ صلاح دیتا ہوں کہ بہتر ہوگا، اگر ان الزامات کو کسی خاص صورت میں مرتب کر لیا جائے تاکہ جرم بابت صاف طور پر ثابت ہو سکے۔ میری یہ صلاح پسند کیجا چکی ہے۔ لہذا فرد جرائم کو جو میں نے ابھی پڑھی ہیں عدالت میں پیش کرتا ہوں۔ لیکن صاف طور پر سمجھ لینا چاہیے کہ تفتیش کا دائرہ محدود نہیں ہے۔ یعنی صرف ان قائم کردہ جرائم پر جو باقاعدہ اجلاس میں پیش کئے جا چکے ہیں اکتفا نہیں ہوگی۔

وہ خط جو میں نے سرکاری طور پر میجر جنرل پینی۔ سی۔ بی کمانڈنگ ڈویژن

کو لکھا تھا جس میں ملزم کے خلاف جرائم کی تفتیش کا ذکر تھا اور جسے ممدوح نے بہت پسند کیا تھا میں اب عدالت میں پیش کرتا ہوں

نمبر ۵۹

دہلی جنوری ۵ ۱۸۵۸ء

جناب - میں آپ کی آگاہی کے لئے اطلاع دیتا ہوں کہ راجہ بلب گڑھ کے مقدمہ کی تجویز ختم کر چکنے کے بعد میں طیار ہوں یہ تفتیش کرنے کے لئے کہ آیا محمد بہادر شاہ سابق بادشاہ دہلی بھی بغاوت میں شامل تھے یا نہیں؟ ایسی تفتیش کو قابل اطمینان بنانے کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقدمہ کی صورت اختیار کرے۔ یعنی بادشاہ پر الزامات قائم کئے جائیں اور انہیں پیروی کرنے کے لئے کہا جائے میرے خیال میں کسی دوسرے طریقے سے بادشاہ کا جرم یا بریت ثابت نہیں ہو سکتی اور ہر دوسرے طریقہ کا فیصلہ بے انصافی اور ایک طرفہ کارروائی کے الزام سے بری نہ ہو سکے گا۔ اگر کسی امر واقعہ پر جو تفتیش میں آئے یا سلے فیصلہ کیا جائے تو بہت ہی موزوں ہوگا کہ مقدمہ کے دونوں رخ سنے اور سمجھے جائیں۔ ایسا فیصلہ خواہ وہ سزا کا ہو یا بریت کا، موافق ہو یا مخالف، مستند اور قطعی فیصلہ تسلیم کیا جا سکتا لہٰذا میں مشورہ دیتا ہوں کہ یہ طریقہ اختیار کیا جائے۔ کیونکہ صرف یہی ایک طریقہ ہے جس سے عدالت۔ ملزم۔ اور عوام کسی اطمینان بخش نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں۔ اگر آپ نے میری رائے کی تائید کی تو میں فی الفور فرد جرائم طیار کرونگا جس کی بنا پر سابق بادشاہ دہلی ماخوذ کئے جا سکتے ہیں۔ اس کی ترتیب میں وہی طریقہ برتونگا جو عام طور سے ایسی حالت میں برتا جاتا ہے۔

صلاح کا طالب آپ کا نیازمند

فرڈیرے جے ۔ ہیریٹ میجر ۔ ڈپٹی ایڈوکیٹ جنرل

اس پر یہ حکم لکھا گیا۔

میں ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔

این پینی۔ میجر جنرل۔

کمانڈنگ دہلی فیلڈ فورس۔

یہ خط مسٹر سانڈرس قائم مقام کمشنر دہلی کی خدمت میں روانہ کر دیا گیا۔ اور یہ قرار پایا کہ اس صلاح پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ فرد قرار داد جرم طیار کی گئی اور مقدمہ باضابطہ شروع ہو گیا لیکن پہر بہی وہ پہلا خیال کہ بغاوت سے تعلق رکھنے والے تمام معاملات کی تفتیش پوری طرح کیجائے ترک نہیں کیا گیا، اس بات کا ذکر یہاں کرنے سے میرا منشا یہ ہے کہ ان واقعات کو بھی شامل کر لیا جائے جو ظاہرا بے علاقہ معلوم ہونگے۔ اس افتتاحی بیان کو ختم کرنے کے بعد میں مقدمہ ہذا کے متعلق کچھ الفاظ کہتا ہوں جو یقیناً بجائے خود اثبات جرم ہیں۔

بلحاظ ملزم کے مرتبہ کے، اور پولیٹیکل نقطہ نظر سے ان کے عروج و زوال کو پیش نظر رکھتے ہوئے، مقدمہ معمولی مقدمہ نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے تاریخ کے صفحات پر محفوظ رہنے والا معاملہ ہے۔ مقدمہ حقیقتاً اہم اور نادر ہے۔ حالانکہ اسکا خاتمہ ایک فیصلہ پر ہوگا۔ تاہم وہ فیصلہ ہزارہا لوگوں کی نظر سے گذریگا اور لوگ اسے ایسے جذبات سے دیکھیں گے جن سے کوئی اور فوجداری کا مقدمہ نہ دیکھا گیا ہوگا

ذیل میں خط نمبر ۱۹ مورخہ ۲۶ نومبر ۱۸۵۷ء سے اقتباس کیا گیا ہے۔ جو سی سانڈرس قائم مقام کمشنر دہلی نے میجر جنرل پینی سی بی کمانڈنگ دہلی فیلڈ فورس کو تحریر کیا تھا۔ جو اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ عدالت کے اختیارات کیوں صرف فیصلہ ہی تک محدود کئے گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ میجر جنرل ولسن نے ملزم سے وعدہ کر لیا تھا کہ تمہیں سزائے موت نہ دیجائے گی مسٹر سانڈرس کا خط بموجب

ہدایت سر جان لارنس لکھا گیا ہے اور اس کے اقتباس درج ذیل ہیں :

میں ساتھ ہی ساتھ آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ بادشاہ سابق کی زندگی کا کپتان ہڈسن نے ذمہ لیلیا ہے ۔ اور یہ میجر جنرل ولسن کی ہدایت کے بموجب کیا گیا ہے پس فوجی کمیشن کو مجاز نہ ہوگا کہ انپر کوئی سزا مقرر کرے یا اپنی تحقیقات کی بنا پر تجویز جرم کرے ،،

میں مقدمہ ہذا کے متعلق تحریری شہادات جو مجھے دستیاب ہوسکیں پیش کرتا ہوں اور ہر وقت اپنے مقدمہ بعر امداد دینے و گواہان کو ہم پہچانے کے لئے موجود ہوں ۔

میرے پاس ورنیکلر تحریری شہادت ہے جسے مسٹر جیمس مرفی ڈپٹی کلکٹر محصول سرکاری دہلی نے مزید احتیاط سے ترجمہ کیا ہے جو اعلیٰ درجہ کے زبان داں ہیں ۔ اور اگر آپ منظور فرماویں تو وہ خود کو آپ کی مرضی کے موافق بطور مترجم پیش کر سکتے ہیں ،،

تحریری شہادت بہت لمبی چوڑی ہے ۔ اور اسے حتی الامکان مختصر کرنے کے لئے میں نے پانچ حصوں میں منقسم کیا ہے ۔ اول ۔ کاغذات متفرقہ ۔ دوم وہ جن میں قرض کا بیان ہے ۔ سوم ۔ وہ جن میں سپاہیوں کی تنخواہ کا مذکور ہے چہارم میں تمام فوجی معاملات کا ذکر ہے ۔ اور پنجم وہ جس میں واردات قتل کا حال ہے اور یہ خاص طور سے چہارم سے علاقہ رکھتا ہے ۔

اس تحریری شہادت کے کثیر حصہ کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ خود ملزم کے لکھے ہوئے احکام ہیں اور اسکی گرفت کے لئے گواہی طلب کی جائے گی ۔ دیگر کاغذات کی بھی اسی طور سے ترتیب دیجائے گی ۔ یا جیسا صورت حالات کے مناسب ہوگا کیا جائیگا ۔ لیکن مجھے خوف ہے کہ چند کاغذات ایسے

ہی آپ کے روبرو پیش کیے جائیں گے جن کا کوئی بین ثبوت نہ ہوگا کہ وہ کہاں سے آئے اور جن کی طرف یہ منسوب ہیں وہ کون ہیں۔ اس صورت میں عدالت کو خیال ہوگا کہ پوری تحقیقات نہایت ضروری ہے اور یہ کبھی پوری نہ ہو سکے گی اگر شہادت جو بجائے خود معتبر ہو صرف اس وجہ سے کہ خفیف ضابطہ سے منطبق نہیں ہو سکتی رد کر دی جائے۔ آپ ان مشکلات کو پیش نظر رکھیں گے جو کسی تحریر کے اثبات میں حائل ہو جاتی ہیں اور جبکہ منسوب الیہ انکار کی کافی وجوہات رکھتا ہے کہ وہ تحریر اس کی لکھی ہوئی نہیں ہیں اور اسے ملزم سے کوئی تعلق نہیں۔ زبانی شہادت پر مجھے اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں وہ معتمد ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش کرونگا۔ لیکن یہ ذہن نشین ہو جانا چاہیے کہ ہر ہندوستانی جلسے میں بطور گواہ کے عدالت میں پیش کرونگا۔ وہ ضرور اپنے اظہار کو مفید مطلب بنانے کے لئے کچھ نہ کچھ تغیر و تبدل کریگا۔ اور غدر کے ان مستند واقعات کی موافقت نہ کریگا جنکا ہمیں اول ہی سے علم ہے۔ میں اب تحریری شہادت سے شروع کرتا ہوں اور پہلی شہادت تحریری ملزم و نیز ان افراد کی جو بغاوت میں شریک تھے۔ ثبوت استغاثہ کے لئے پیش کرتا ہوں۔

الف جے۔ ہیریٹ میجر۔

ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل و وکیل سرکار

(یہاں وکیل سرکار نے نہایت دلچسپ خطوط عدالت کے سامنے پیش کئے جن میں بعض بہادر شاہ کے نام ان کے امرار۔ رعایا افسران فوج وغیرہ کے ہیں اور بعض خود بادشاہ کے مذکورہ لوگوں کے نام ہیں اکثر خطوط پر خود بادشاہ کی تحریریں اور دستخط موجود بیان کئے گئے تھے۔ میں نے ان خطوط کو علیحدہ چھپوایا ہے ورنہ یہ کتاب

بہت طویل ہو جاتی۔ حسن نظامی)

سب سے پہلے گواہ احسن اللہ خاں طبیب۔ سابق شاہ ہند کو عدالت میں طلب کیا گیا اور انہوں نے اظہار دیا۔ جج ایڈوکیٹ نے سوالات کئے۔ کاغذات متفرقات کی ضمن میں نمبر ۲ و ۳ و ۴ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۴ و ۲۷ و ۳۰ و ۳۳ و ۳۹ و ۴۰ و ۴۱ و ۴۲ و ۴۴ و ۴۸ و ۵۰ و ۵۲ و ۵۳ و ۵۴ گواہ کو دکھائے گئے انکا بیان ہے کہ ہر ایک کی پیشانی پر لکھے ہوئے احکام خود ملزم کے ہاتھ کے ہیں۔ (یہ سب نمبر انہی خطوط کے ہیں جو مقدمہ ہذا کی شہادت میں پیش ہوئے اور میں نے ان کو علیحدہ کتاب میں شائع کیا ہے۔ حسن نظامی)

یہ بھی گواہ کو دکھائے گئے، نمبر ۶ و ۱۵ و ۱۸ و ۲۵ و ۲۶ و ۳۱ و ۳۲ و ۳۵ و ۳۶ و ۵۴۔ گواہ دستخط کو جانتے ہیں خود ملزم کی ہے۔

کاغذات نمبر ۵ و ۱۶ و ۲۹ و ۳۴ اور ۳۸ دکھائے جاتے ہیں، گواہ کا بیان ہے، کہ یہ سب مکندلال کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں جو ملزم کا اسپیشل سیکریٹری تھا اور یہ کہ ان میں سے تین یعنی ۵، ۱۶، اور ۳۴، پر مہر شاہی ثبت ہے۔

کاغذات نمبر ۱۲، ۲۳، ۲۸، ۳۷، ۴۲، ۴۶، ۴۷، ۵۱ اور ۵۵ گواہ کو دکھائے جاتے ہیں۔ گواہ ان میں سے کسی کا بھی خط نہیں پہچانتے لیکن کہتے ہیں کہ نمبر ۲۳ پر جو مہر ثبت ہے وہ مرزا مغل کمانڈر انچیف کی ہے نمبر ۳۷ پر چیف پولیس آفسر اور چیف کورٹ دہلی کی مہر ہے اور نمبر ۴۲ پر پولیس اسٹیشن بدرپور کے اور بادشاہ کے خاص سکریٹری کی اور ۴۶ پر مرزا مغل کی مہر منقش ہے اس کے سوا وہ کچھ نہیں پہچان سکتے۔

کاغذات نمبر ۱، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۷، اور ۴۹، گواہ کو دکھائے جاتے ہیں ان تمام آٹھ کاغذات کی مہر ہے کاغذ نمبر ۱ کی مہر دیکھکر پہچان جاتے ہیں کہ

بادشاہ کے دستخط اپر ہیں اور مکندلال ملزم کے اسپیشل سکریٹری کی مہر ہے، نمبر ۵۶ گواہ کو دکھایا جاتا ہے۔ اسے وہ مکند لال کی تحریر بتاتے ہیں اور بادشاہ کی خاص مہر شاہی ثبت ہے۔

جج ایڈوکیٹ پھر متذکرہ کاغذات کا ترجمہ نمبر ۶۳ تک پڑھتا ہے۔

اب ڈھائی بجگئے ملزم پیشی بڑھانے کی درخواست کرتے ہیں۔ عدالت دوسرے روز گیارہ بجے تک کے لئے مقدمہ ملتوی کر دیتی ہے

دوسرے روز کی کارروائی

جمعرات۔ ۲۸ جنوری ۱۸۵۸ء

آج پھر عدالت بوقت گیارہ بجے صبح قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں منعقد ہوئی پریسیڈنٹ ممبران مترجم اور ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

ملزم عدالت میں حاضر کئے گئے۔

حکیم احسن اللہ خاں عدالت میں طلب کئے گئے۔ اور گذشتہ تصدیق کی یاد دہانی کی گئی۔

اب ملزم استدعا کرتے ہیں کہ ایک قانون پیشہ غلام عباس نامی انکی طرف سے عدالت میں باریاب کیا جائے تا انہیں قانونی مدد دے سکے۔

عدالت منظور کرتی ہے اور غلام عباس اپنے مقام پر بلایا جاتا ہے۔

پھر مترجم اصلی کاغذات کو پڑھتا ہے جسکا ترجمہ جج ایڈوکیٹ نے کل پڑھا تھا اور ملزم کے مددگار کو سمجھایا جاتا ہے کہ کل گواہ نے ہر ایک کاغذ کی کیسی شہادت دی۔ جب مترجم اصلی فارسی کاغذات کو نمبر ۹۳ تک پڑھ چکتا ہے، تو جج ایڈوکیٹ نمبر ۵۶ تک انگریزی ترجمہ پڑھتا ہے۔

ملزم پر غشی کی حالت طاری ہو گئی۔ لہٰذا عدالت دو بجکر بیس منٹ پر دوسرے روز گیارہ بجے تک کے لئے برخاست کی گئی۔

تیسرے روز کی کارروائی

یوم جمعہ۔ ۲۹ جنوری ۱۸۵۸ء

عدالت گیارہ بجے دیوان خاص، واقع قلعہ دہلی میں منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، جج، ایڈوکیٹ، سب موجود ہیں۔

ملزم عدالت میں للئے گئے اور غلام عباس مختار بھی موجود تھا۔

مترجم نمبر ۶-۵ تک اصلی فارسی کاغذات پڑھتا ہے کل جنکو جج ایڈوکیٹ نے انگریزی میں پڑھکر سنایا تھا۔ وکیل غلام عباس گواہ کی حیثیت سے اظہار دیتا ہے۔

جج ایڈوکیٹ اظہار لیتا ہے۔

سوال۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو جب باغی فوجیں میرٹھ سے آئی تھیں، تم کہاں تھے۔

جواب۔ میں اس دیوان خاص میں تھا۔

سوال۔ تم نے جو کچھ اس موقعہ پر دیکھا ہو بیان کرو۔

جواب۔ آٹھ بجے صبح پانچ یا چھ سواروں کی آمد سنی گئی۔ اور وہ بادشاہ کی نشستگاہ کے باہر تھے۔ پہلے انہوں نے بہت زور زور سے چلانا شروع کیا جسپر بادشاہ نے اپنے غلاموں کو دیکھنے کے لئے کہا کہ کون لوگ شور مچاتے ہیں۔ ایک غلام برآمدہ میں آیا اور سواروں سے تھوڑی دیر گفتگو کرتے رہنے کے بعد بادشاہ کے پاس واپس چلا گیا مجھے نہیں معلوم کہ اس نے بادشاہ سے جاکر کیا کہا۔ مگر اسیوقت بادشاہ نشستگاہ سے ملے ہوئے دوسرے کمرے میں آئے اور مجھے طلب کیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ سوار میرٹھ میں بغاوت پھیلا کر چلے آرہے ہیں اور اب چاہتے ہیں کہ مذہب

کی حمایت میں انگریزوں سے لڑیں اور انہیں قتل کریں" پھر مجھے فی الفور کپتان ڈگلس کے پاس جانے کی ہدایت کی اور کہا کہ انہیں سب حال بتا دینا اور انتظام کے لئے درخواست کرنا۔ بعدہ اپنے کسی شاہی خدمتگار سے کہکر دروازہ بند کرالیا۔ حسب الحکم میں کپتان ڈگلس کے پاس گیا اور پیام سنا دیا۔ کپتان ڈگلس سنتے ہی میرے ہمراہ ہوئے اور کہا کہ کیا معاملہ ہے؟ خیر سمجھ لونگا" پھر وہ اسی دیوان خاص میں آئے اور بادشاہ بھی ان سے ملنے کے لئے یہیں آگئے۔ بادشاہ میں اسوقت خاصی طاقت تھی اور بدون کسی کے سہارا دئے صرف لکڑی ٹیکتے ہوئے آگئے تھے۔ پھر انہوں نے کپتان ڈگلس سے دریافت کیا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ کیا معاملہ ہے؟ یہ فوجی سوار آئے ہیں اور اپنی حسب منشا کارروائی بہت جلد شروع کرنا چاہتے ہیں۔ حکیم احسن اللہ خاں اور میں اسوقت موجود تھے۔ کپتان ڈگلس نے درخواست کی کہ نشستگاہ کا دروازہ کھلوا دیجئے تاکہ میں ان سواروں سے دو بدو گفتگو کرسکوں، بادشاہ نے کہا کہ میں ایسا کرنے دونگا۔ کیونکہ وہ لوگ قاتل ہیں اور مبادا تمہارے ساتھ بھی کوئی خراب برتاؤ نہ کر بیٹھیں۔ کپتان ڈگلس نے پھر دروازہ کھلوانے کے لئے اصرار کیا مگر بادشاہ اسپر رضامند نہیں ہوئے اور کپتان ڈگلس کا ہاتھ تھام کر کہا کہ میں تمہیں جانے نہ دونگا۔ اسیوقت حکیم احسن اللہ خاں نے دوسرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ اگر آپ کو بات چیت ہی کرنی ہے تو برآمدہ میں سے کر لیجئے"۔ چنانچہ کپتان ڈگلس دیوان خاص اور کمرہ شاہی کے درمیانی کٹھرہ میں آئے اور اس جگہ کو دیکھنے لگے جہاں وہ تمام سوار جمع ہو رہے تھے۔ میں بھی کپتان ڈگلس کے ہمراہ کٹھرہ میں گیا وہاں تیس چالیس سوار نیچے کھڑے نظر آئے جن میں سے بعض کے پاس برہنہ تلواریں تھیں اور بعض پستولیں اور کارتوس ہاتھ میں لئے ہوئے تھے اور کچھ ایک پل کی طرف سے چلے آرہے تھے ان کے ہمراہ پیدل بھی تھے جو شاید سپاہی تھے جن کے سروں پر گٹھڑیاں تھیں۔ کپتان ڈگلس نے سواروں کو للکار کر کہا" ادہر مت آؤ

یہ شاہی بیگمات کے کمرے ہیں۔ تم ان کے پاس کھڑے ہو کر بادشاہ کی بے عزتی کر رہے ہو۔ یہ سنتے ہی وہ سب ایک ایک کرکے راج گھاٹ کے پھاٹک سے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد کپتان ڈگلس بادشاہ کے پاس پھر حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے قلعہ اور شہر کے دروازے بند کرنے کے لئے کہا تاکہ باغی اندر نہ داخل ہو سکیں۔ کپتان ڈگلس نے بادشاہ کو اطمینان دلایا کہ خوف کی کوئی بات نہیں ہے اور انکا فرض ہے کہ خاطر خواہ انتظام کریں، یہ کہکر کپتان ڈگلس چلے گئے اور بادشاہ اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے میں اور حکیم احسن اللہ خان دونوں یہاں دیوان خاص میں آکر بیٹھ گئے۔ اس کمرہ میں ہمیں بیٹھے ہوئے ایک گھنٹہ گزرا ہوگا کہ کپتان ڈگلس کا خدمتگار ایک رقعہ لے دوڑتا آیا جس میں حکیم احسن اللہ خاں کو طلب کیا گیا تھا۔ احسن اللہ خاں کے اصرار سے میں بھی ان کے ہمراہ ہو لیا۔ جو شخص ہمیں لینے کے لئے آیا تھا کہنے لگا کہ کپتان ڈگلس اسوقت کلید خانہ میں ہیں۔ مگر وہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ وہ اپنی قیامگاہ پر چلے گئے ہیں۔ اسیوقت میں نے شہر کے ایک حصہ موسومہ دریا گنج میں بہت دھواں اٹھتے دیکھا اور راہگیروں کی زبانی سنا کہ سوار بنگلوں پر فیر کر رہے ہیں۔ پھر ہم گشت کرتے ہوئے کپتان ڈگلس کی جائے رہائش لاہوری دروازہ قلعہ پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ تیسرے کمرہ میں اسی درمیانی کمرہ میں ہمیں مسٹر سیمن فریزر ملے۔ حکیم احسن اللہ خاں کپتان ڈگلس سے ملنے اندر چلے گئے اور میں مسٹر فریزر کی درخواست پر ان کے ہمراہ واپس ہو لیا۔ جو بادشاہ سے دو توپیں اور چند پیدل سپاہ کپتان ڈگلس کی قیامگاہ کی حفاظت کے لئے مانگنے جا رہے تھے میں اور مسٹر فریزر سیڑھیوں سے اتر آئے۔ ان کے ہمراہ ایک صاحب اور تھے جنکا نام مجھے معلوم نہیں۔ مسٹر فریزر کے پاس ایک تلوار تھی اور ان کے ہمراہی کے ایک ہاتھ میں پستول اور دوسرے میں بندوق تھی۔ مسٹر فریزر نے میرے جلد پہونچنے کی خواہش کی گو وہ خود بھی آرہے تھے مگر میں پہلے ہی پہونچ گیا۔

بادشاہ کے کمرہ میں پہونچکر میں نے انہیں خبر کرائی اور جب وہ باہر آئے تو میں نے مسٹر فریزر کی درخواست گوش گذار کر دی۔ بادشاہ نے سنتے ہی تمام فوج کو جو اسوقت حاضر تھی مع اپنے افسروں کے جو میسر آسکیں دو توپیں لیکر فوراً کپتان ڈگلس کے مقام رہایش پر پہونچنے کا حکم دیا۔ اسیوقت حکیم احسن اللہ خاں بھی آگئے۔ انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ کپتان ڈگلس نے دو پالکیوں کے لئے درخواست کی ہے تاکہ ان دو لیڈیوں کو جو ان کے مکان میں مقیم ہیں حرم سرا میں لیجاکر پوشیدہ کر دیا جائے بادشاہ نے حکیم احسن اللہ خاں سے بندوبست کرنے کے لئے کہا۔ اور مقرب خدمتگاروں کو دو پالکیاں اور ان کے اٹھانے کے لئے معتمد کہار فوراً روانہ کرنے کا حکم دیا۔ اور کہا انہیں سیدھی راہ سے نہ لائیں بلکہ پائین باغ سے چکر دیکر لائیں تاکہ باغی سواروں کو جو قلعہ میں گھس گئے ہیں یہ نہ معلوم ہونے پائے۔ بادشاہ احکام دیکر اندر کھڑے ہوئے جلدی کی تاکید کر رہے تھے اور حکیم احسن اللہ خاں انکے قریب کھڑے ہوئے تھے تھوڑی دیر بعد ایک خدمتگار جو پالکیاں لینے گیا تھا واپس آکر کہنے لگا کہ پالکیاں روانہ کر دی گئی ہیں۔ پالکیوں والے بھی تھوڑے عرصہ بعد پلٹ آئے۔ اور کہا مسٹر فریزر قتل کر دیئے گئے۔ یہ دس بجے سے قبل کا واقعہ ہے۔ حکیم احسن اللہ خاں نے پھر دوسرا آدمی صحیح خبر لانے کے لئے روانہ کیا۔ و نیز یہ کہ کپتان ڈگلس کہاں ہیں وہ لوگ بھی کچھ دیر بعد واپس آئے اور کہا صرف مسٹر فریزر ہی نہیں بلکہ کپتان ڈگلس اور انکی ہمراہی لیڈیاں سب قتل کر ڈالے گئے۔ بادشاہ تو یہ سنکر اندر چلے گئے مگر میں حکیم احسن اللہ خاں کے ہمراہ نہایت سراسیمہ ہو کر دیوان خاص کے کمرہ میں چلا آیا۔ فوراً بعد ہی پیدل سپاہ کے دونوں دستے جو قلعہ کے پھاٹکوں پر متعین تھے۔ میرٹھ کے باغی سواروں کو ہمراہ لئے ہوئے دیوان خاص میں داخل ہوئے؛ جہاں ان لوگوں نے بندوقیں اور پستول ہوا میں فیر کئے اور ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔

بادشاہ شور وغل سنکر اندر سے نکل آئے اور دیوان خاص کے دروازے پر کھڑے ہوکر اپنے خدمتگاروں سے کہا، لوگوں کو شور مچانے سے منع کرو اور سپاہیوں کو آگے آنے کے لئے کہو۔ پھر شور فرو ہوگیا اور سافسر سوار بدستور گھوڑوں پر چڑھے ہوئے بادشاہ کے پاس چلے آئے اور کہا وہ چاہتے ہیں کہ کارتوسوں کا استعمال یک لخت مسترد کر دیا جائے جو ہندوا ور مسلمان دونوں مذہب کے خلاف ہیں۔ کیونکان میں سور اور گائے کی چربی ہے۔ اور انہوں نے حال ہی میں میرٹھ کے تمام انگریزوں کو قتل کر ڈالا ہے اور اب بادشاہ سے امداد طلب کرتے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ میں نے تمہیں طلب نہیں کیا تھا تم نے بڑی بدذاتی کا کام کیا۔ اسپر ایک سو یا دو سو کے قریب پیدل جو میرٹھ سے آگئے تھے، آگے بڑھے اور دیوان خاص میں داخل ہو گئے، اور کہا تا وقتیکہ حضور بادشاہ ہم میں شامل نہ ہوں ہم مردہ لوگ ہیں۔ اور کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ پھر بادشاہ ایک کرسی پر بیٹھ گئے اور سپاہی، سوار، افسر یکے بعد دیگرے آتے گئے اور زمین بوس ہوکر بادشاہ کو اپنا ہاتھ ان کے سروں پر رکھنے کے لئے درخواست کی۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور وہ لوگ جو دل میں آیا کہتے رہے اور جب بہت اژدہام ہوگیا تو میں وہاں سے چلا گیا۔ اسوقت خوب شور وہنگامہ مچا ہوا تھا اور سب لوگ متفق ہوکر بلند آواز سے چلا رہے تھے۔ بعدہ بادشاہ اپنے کمرۂ خاص میں چلے گئے اور سواروں نے صحن میں گھوڑے باندھ کر اور تمام باغی سپاہیوں نے دیوان عام میں اپنے بستر کھولکر بچھا دیئے قلعہ کے چاروں طرف پہرہ تعینات کر دیا گیا اور میں حکیم احسن اللہ خاں کے کمرہ میں جا کر لیٹ گیا۔ شام کو چار یا چار بجے کے بعد بہت شور وغل سنا اور باہر نکلکر دیکھا تو میگزین کی طرف سے بہت گرد وغبار اٹھتا ہوا نظر آیا۔ اسیوقت یہ معلوم ہوا کہ باغیوں نے میگزین پر حملہ کیا ہے۔ لیکن بعد میں بتایا گیا کہ برطانوی فوج نے میگزین کو اڑا دیا ہے۔ قریب پانچ بجے کے میں نے

یہ سنا کہ باغیوں نے انگریز مرد و عورت اور بچے سات آٹھ کی تعداد میں گرفتار کرلئے
ہیں۔ اور انہیں قتل کرنے کے لئے بادشاہ سے اجازت طلب کرتے ہیں مگر بادشاہ نے
کہا کہ ان قیدیوں کو مجھے دیدو میں انہیں حفاظت سے رکھونگا۔ انہوں نے اس شرط
پر قیدیوں کو بادشاہ کے حوالے کیا کہ گارد کے سپاہی باغیوں میں سے مامور کئے جائیں گے
اسپر بادشاہ نے انہیں کمرہ میں مقید کر دیا اور حکم نافذ کیا کہ قیدیوں کے لئے کھانا باقاعدہ
طور پر بادشاہ کے خرچ سے مہیا کیا جائے۔ غروب آفتاب کے بعد میں ارادہ کر رہا تھا
کہ شہر میں اپنے مکان کو جاؤں۔ اور جب دیوان عام کے صحن میں پہونچا تو میں نے
وہاں دہلی رجمنٹ کے بہت سپاہی موجود پائے میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو سیدھا
مکان کو چلا گیا۔ دوسرے روز صبح کو جب میں قلعہ میں آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ توپوں کی
آواز جو میں نے دس یا گیارہ بجے شب کو سنی تھی وہ ہندوستانی توپخانہ دہلی
نے بادشاہ کی سلامی میں داغی تھیں۔ مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا اسکی وجہ یہ تھی کہ
بادشاہ نے عنان حکومت دوبارہ اپنے ہاتھ میں لی ہے یا کچھ اور۔ ہ تب میں
دیوان خاص میں آیا۔ اور حکیم احسن اللہ خاں سے ملکر دریافت کیا کہ آیا بادشاہ نے اس
بدامنی کو فرو کرنے کی کوئی تدبیر کی ہے یا نہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بادشاہ نے
ایک خط لفٹنٹ گورنر آگرہ کو اس مضمون کا بذریعہ سانڈنی سوار روانہ کیا ہے۔ پندرہ
روز کے بعد پھر میں نے ان سے دریافت کیا کہ اس خط کا کوئی جواب آیا یا نہیں۔ تو
انہوں نے جواب دیا کہ سوار تو واپس آگیا ہے لیکن نہ جواب لایا اور نہ رسید لایا وہ یہ
کہتا ہے کہ میں نے خط پہونچا دیا۔ اور اس کا جواب پندرہ روز کے بعد آئیگا۔ پہلے دن
کے واقعہ کے بعد میں نے قلعہ جانا چھوڑ دیا۔ چوتھے پانچویں روز کبھی کبھی چلا جاتا تھا۔
اور بادشاہ کو سلام کرکے واپس آجاتا تھا۔ بعد کے واقعات کی نسبت میں کچھ نہیں جانتا
سوال۔ تم نے یہ بھی سنا کہ مسٹر فریزر کو کس نے قتل کیا؟ کیا بادشاہ کے ملازموں نے

کیا تھا یا کسی اور نے۔

جواب۔ اسوقت تو یہ مشہور تھا کہ سپاہیوں نے ولیہ کیا اور مسٹر فریزر بلوہ میں مارے گئے۔ لیکن بعد میں میں نے یہ سنا کہ انہیں ایک لوہار نے قتل کیا ہے جس کی دکان کپتان ڈگلس کے مکان کے نیچے بازار میں واقع ہے۔ لیکن میں نہیں بتا سکتا کہ اب وہ کہاں ہے یا اس کا کیا نام ہے۔

سوال۔ بادشاہ کا دیسی افسروں کے سر پر ہاتھ رکھنا کیا معنی رکھتا ہے کیا اس سے انکی خدمات کا قبول کرنا مدنظر تھا؟

جواب قریب قریب ایسا ہی تھا لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ اسوقت بادشاہ کے کیا خیالات تھے۔

سوال۔ بادشاہ کا اقتدار کب دہلی میں مشتہر کیا گیا یا بادشاہ کا عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لینا کب عام طور پر مشہور ہوا تھا؟

جواب مجھے معلوم نہیں کہ کوئی باقاعدہ تشہیر اس امر کی کی گئی تھی یا نہیں ممکن ہے کہ ایسا ہوا ہو اور میں نے نہ سنا ہو لیکن بادشاہ کا اقتدار غدر ہی کے روز سے قائم ہو گیا تھا۔

سوال۔ کیا اسی وجہ سے توپوں کی سلامی دیگئی تھی؟

جواب۔ میں یہ نہیں جانتا۔ میں نے توپوں کی آواز سنی جو بطور سلامی داغی گئی تھیں کہ وہ لوگ بادشاہ کے زیر حکم ہوگئے ہیں۔

سوال۔ تمہیں یاد ہے کتنی توپیں داغی گئی تھیں؟

جواب عام طور شاہی سلامی میں اکیس توپیں داغی جاتی ہیں، میرے خیال میں شاید اتنی ہی داغی گئی ہونگی۔

سوال۔ بادشاہ نے سب سے پہلا دربار عام کس روز منعقد کیا تھا؟

جواب۔ انہوں نے غدر کے پہلے ہی روز سے دربار منعقد کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور فوجی سواروں کو پہلے باریاب کیا تھا وہی پہلا دربار سمجھا جا سکتا ہے۔

سوال۔ غدر سے پہلے بادشاہ اور ان کے خاندان میں کیا تم اکثر رہا کرتے اور ان سے ملتے جلتے تھے؟

جواب میں روزمرہ قلعہ آیا کرتا تھا۔ اور لفٹنٹ گورنر کے ایجنٹ سے جو خط وکتابت ہوتی وہ میرے ہی معرفت ہوتی تھی، میں بادشاہ کا ملازم تھا اور میرا تقرر سر تھیوفلس میٹکاف کے اثر اور ذریعہ سے ہوا تھا۔

سوال۔ کیا تمہیں یہ جاننے کا موقعہ ملتا تھا کہ قلعہ میں کیا ہوا کرتا ہے یا اس گفتگو کا جو غدر سے پہلے ہوا کرتی تھی!

جواب۔ مجھے یہ مواقع حاصل تھے مگر میں نے کبھی کوئی خاص بات نہیں سنی۔

سوال کیا تم پر بادشاہ اور ان کے مقربین کو اتنا اعتماد تھا کہ وہ ان رازکی باتوں یا تدابیر کو جو گورنمنٹ برطانیہ سے چھپانا چاہتے ہوں تم پر ظاہر کر دیں۔

جواب۔ میرا شمار ان لوگوں میں نہ تھا جن سے ایسے معاملات کے متعلق رائے لیجاتی یا آگاہی کیجاتی تھی۔ البتہ حکیم احسن اللہ خان و محبوب علیخاں زیادہ معتمد سمجھے جاتے تھے۔

عدالت بوقت چار بجے دوسرے روز گیارہ بجے تک کے لئے برخاست ہوگئی

چوتھے روز کی کارروائی

یوم سنیچر۔ ۳۰ جنوری ۱۸۵۸ء

عدالت آج گیارہ بجے پھر منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب موجود ہیں۔

ملزم عدالت میں لائے گئے۔

غلام عباس گواہ پھر طلب کئے گئے اور گذشتہ بیان کے سلسلہ میں اظہار لیا گیا۔

جج ایڈوکیٹ اظہار لیتے ہیں

سوال۔ کیا تمہیں غدر سے پہلے ملزم کے خطوط دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے؟

جواب۔ جی ہاں میں نے بارہا دیکھے ہیں اور اب بھی ان کا خط پہچان سکتا ہوں

سوال۔ جو کاغذات عدالت میں پیش کئے گئے ہیں۔ اور ملزم کے خود تحریر کردہ ہیں نیز انپر مہر شاہی ثبت ہے۔ کیا تمہیں ان کے اصلی ہونے میں کچھ شبہ ہے۔

جواب۔ کاغذات علی العموم بادشاہ کے ہاتھ کے ہیں اور شاید دو کاغذوں پر شبہ ہے

سوال۔ جب انگریز عورتیں اور بچے قلعہ میں قتل کئے گئے کیا تم اسوقت موجود تھے؟

جواب جی نہیں میں قلعہ میں موجود نہیں تھا لیکن بعد میں سنا کہ کچھ لوگ قتل کئے گئے ہیں۔

سوال۔ تمہیں معلوم ہے انہیں کس نے قتل کیا؟ کیا بلوائیوں میں سے کوئی تھا یا بادشاہ کے خاص ملازموں نے انکو قتل کیا تھا؟

جواب۔ میں یقینی کچھ نہیں بتا سکتا۔ البتہ دو یا تین روز جب میں قلعہ میں آیا اور حکیم احسن اللہ خاں سے دریافت کیا کہ کیوں انہوں نے بموقع واردات لوگوں کو اس فعل سے باز نہیں رکھا تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے جو کچھ ہو سکا کرتا رہا۔ لیکن باغی باز رہنے والے نہیں تھے۔

سوال۔ کیا حکیم احسن اللہ خاں نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ موقع واردات پر موجود تھے

جواب نہیں انہوں نے صاف ظاہر نہیں کیا کہ آیا وہ وہاں موجود تھے یا نہیں

سوال۔ اس واردات میں کتنے انگریز قتل کئے گئے تھے۔؟

جواب - پہلے مجھے تعداد معلوم نہیں تھی - یا ممکن ہے معلوم ہوا ور بھول گیا ہوں - لیکن ابھی گذشتہ دس بارہ روز میں معلوم ہوا ہے کہ وہ لوگ تعداد میں مع عورتوں اور بچوں کے پچاس تھے -

سوال - کیا ملزم کے ایما سے یہ لوگ قتل کئے گئے ؟

جواب - میں اس معاملہ میں زیادہ کچھ نہیں جانتا - جو کچھ حکیم احسن اللہ خاں سے سنا ہے وہ یہ ہے کہ بادشاہ نے قتل کرنے سے منع کیا تھا مگر انکی خلاف مرضی ایسا کیا گیا -

سوال - تمہیں معلوم ہے غدر کے زمانے میں ملازم ڈائری (روزنامچہ) لکھتا تھا اگر ایسا ہے تو وہ کون شخص تھا ؟

جواب مجھے معلوم نہیں اسوقت ڈائری ہتی یا نہیں مگر غدر کے پیشتر البتہ ڈائری ہتی

سوال - کیا مرزا مغل دہلی کی باغی افواج کے کمانڈران چیف مقرر کئے گئے تھے اور اگر کئے گئے تھے تو کب اور کس نے کیا تھا ؟

جواب مرزا مغل بیشک فوجوں کے کمانڈران چیف مقرر ہوئے تھے اور عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے فوجوں کے کہنے سے کیا تھا

سوال غدر سے پہلے ہندوستانی فوجکی ناراضگی کی بابت تمنے کچھ سنا تھا

جواب جی ہاں میں نے سنا کہ مجرب کارتوسوں کے استعمال کی وجہ سے کلکتہ میں دو رجمنٹوں نے بغاوت کی ہتی اور پھر وہ منتشر کردی گئیں -

سوال غدر سے پہلے تمنے سنا کہ دہلی کی رجمنٹوں کو کسی طرح بھی بددل کیا گیا -

جواب نہیں -

عدالت نے اظہار لئے

سوال انگریزوں کے قتل کے بعد کیا تمنے ان کی لاشیں، خون یا اور کوئی نشان دیکھا جس سے معلوم ہو کہ وہ قتل کئے گئے ہیں - ؟

جواب۔ میں نے یہ کچھ نہیں دیکھا۔
سوال۔ کیا تمہیں وہ جگہ معلوم ہے جہاں یہ عورتیں بچے وغیرہ قتل کئے گئے۔
جواب۔ میں نے سنا ہے کہ وہ صحن میں قتل کئے گئے جو لاہوری دروازہ سے قلعہ میں داخل ہوتے ہوئے ملتا ہے اور چبوترہ کے پاس ہی ہے مگر کوئی خاص جگہ نہیں بتا سکتا
سوال۔ تمہیں معلوم ہے لاشوں کا کیا حشر ہوا ؟
جواب۔ مجھے نہیں معلوم کہ انکا کیا حشر ہوا۔ مگر اتنا سنا ہے کہ گاڑیوں میں ڈالکر لے گئے تھے۔

جج ایڈوکیٹ کا مکرر اظہار لینا

سوال۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہ انگریز عورتیں اور بچے قتل کئے جانے کے قبل ہی سے قید کر دیئے گئے تھے اگر کئے گئے تھے تو کہاں ؟
جواب۔ میں نے سنا ہے کہ وہ قید کر لئے گئے تھے اور انہیں بادشاہ کے باورچیخانے یا اسی کے متعلقہ کمرہ میں بند کیا گیا تھا۔
سوال۔ انہیں کتنے روز بند رکھا گیا ؟
جواب۔ آٹھ یا دس روز۔
سوال۔ غدر کے زمانہ میں ملزم کی مہر شاہی کس کے پاس رہتی تھی۔
جواب۔ وہ ملزم کے خاص کمرہ میں رکھی تھی۔
سوال۔ کیا اس کا استعمال صرف بادشاہ تک محدود تھا۔
جواب۔ مہریں کبھی بادشاہ کے حکم کے بغیر نہیں لگائی جاتی تھیں۔
ملزم سوالات جرح سے انکار کرتے ہیں۔
گواہ پہر ملزم کے مددگار کی حیثیت سے اپنی جگہ پر جا بیٹھتے ہیں۔
فارسی کے کاغذات ضمن متفرقات میں نمبر ۵ سے ۱۸ تک جو راجب

بلبھ گڑھ کی تجویز مقدمہ میں عدالت کے روبرو صحیح مان لیے گئے تھے اور بدون کسی شہادت کے اب پھر صحیح تسلیم کئے گئے اور ان کا ترجمہ پڑھا گیا

حکیم احسن اللہ خاں پھر طلب کئے گئے اور گذشتہ بیان کا اظہار لیا گیا۔

کاغذات نمبر ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹ ضمن "قرض" میں ترتیب دیگر گواہ کو دکھائے جاتے ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ اس پر ملزم کی مہر خاص ثبت ہے گواہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ سوا نمبر ۶ کے تمام کاغذات مکند لال کے ہاتھ کے ہیں جو ملزم کا سیکرٹری تھا

کاغذات ۱، ۲، ۳، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۱۶ گواہ کو دکھائے جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ۲، ۳ اور ۱۲ کو بالکل نہیں جانتے بقیہ کے لئے وہ حسب ذیل شہادت پیش کرتے ہیں۔ نمبر ۱ مکند لال کے ہاتھ کا ہے اور بادشاہ کی مہر ثبت ہے۔ نمبر ۱۱ پر بھی بادشاہی مہر ہے مگر خط نہیں پہچانا جا سکتا۔ نمبر ۱۰، ۱۱، ۱۵، ۱۶ پر احکام خاص بادشاہ کے ہاتھ ہیں۔ لیکن گواہ ان کا خط نہیں پہچان سکتا

ان سولہ ضمن قرض کے کاغذات کا ترجمہ پڑھا گیا۔

عدالت یکم فروری ۱۸۵۸ء گیارہ بجے تک کیلئے برخواست کردی جاتی ہے

پانچویں روز کی کارروائی

یوم دوشنبہ یکم فروری ۱۸۵۸ء

دیوان خاص قلعہ دہلی میں آج پھر عدالت کا اجلاس شروع ہوا۔

پریسیڈنٹ، ممبران۔ مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل وغیرہ موجود ہیں

ملزم عدالت میں لائے گئے۔

مترجم ضمن قرض کے تمام کاغذات فارسی میں پڑھتا ہے جس کا ترجمہ گذشتہ ماہ کی ۲۸ تاریخ کو پڑھا گیا تھا۔

حکیم احسن اللہ خاں پھر طلب کئے گئے اور آٹھ کاغذات ضمن تنخواہ میں ترتیب دیگرا نہیں دکھائے گئے۔

جج ایڈوکیٹ کا اظہار لینا

سوال ان کاغذات کی مہروں اور خط کی بابت تمہیں کیا معلوم ہے۔

جواب - چھ کاغذات یعنی ۱، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، خود ملزم کے لکھے ہوئے ہیں، اور نمبر ۲ ملزم کے سکریٹری مکند لال کا لکھا ہوا ہے اور اسپر مہر شاہی ثبت ہے۔ نمبر ۳، مرزا مغل ملزم کے فرزند کی درخواست ہے جو ان کے منشی جوالا ناتھ کے ہاتھ کی ہے اور اسپر سرکاری مہر "کمانڈر انچیف" لگی ہوئی ہے۔

اب کاغذات مذکورہ کا ترجمہ اور اصلی فارسی میں ملزم کے سمجھنے کے لئے پڑھے گئے۔

اکاون کاغذات بضمن افواج ترتیب دیگر گواہ کو دکھائے جاتے ہیں۔

سوال ان کاغذات کی مہروں یا خط کی بابت تم کیا جانتے ہو۔؟

جواب کاغذات نمبر ۱، ۲، ۳، ۵، ۶، ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۲۰، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۱، ۳۳، ۳۷، ۳۸، ۴۱، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، کے تمام احکام ملزم کے ہاتھ کے ہیں نمبر ۱۲ پر کچھ نشانات پائے جاتے ہیں لیکن یہ بادشاہ کے نہیں۔ نمبر ۱۹ بھی ملزم کا تحریر کردہ ہے۔ کاغذات ۸، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۴، ۳۴ پر خاص ملزم کی مہر ہے۔ کاغذات نمبر ۴، ۱۱، ۱۳، ۲۲، ۳۴ اور ۵ مکند لال سکریٹری ملزم کے تحریر کردہ ہیں اور مہر شاہی ثبت ہے۔ کاغذات ۷، ۲۱، ۳۲، ۳۶، ۳۹، ۴۰ کی بابت مجھے کچھ معلوم نہیں۔ نمبر ۴۲ پر مہر خاص گورنر جنرل کے نام کی ہے۔ کاغذ نمبر ۱۳ میں ملزم کے دفتر کی مہر ہے اور پولیس افسر عید پور کی تحریر ہے کہ حکم کی تعمیل کی گئی۔

پیر کا غذات پڑھے جاتے ہیں۔
کچہری بوقت چار بجے شام دوسرے روز گیارہ بجے تک کے لئے ملتوی کر دی جاتی ہے۔

چھٹے روز کی کارروائی

یوم شنبہ مورخہ ۲ فروری ۱۸۵۸ء

عدالت دیوان خاص قلعہ دہلی میں آج بوقت گیارہ بجے پھر منعقد ہوئی۔
پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل تمام موجود ہیں۔
ملزم عدالت میں لائے گئے غلام عباس ان کا مددگار بھی حاضر ہے۔
مترجم اصلی فارسی کا غذات کو پڑھتا ہے جبکہ کل ترجمہ پڑھا گیا تھا
حکیم احسن اللہ خاں عدالت میں طلب کئے گئے اور انکا اظہار لیا جانے لگا۔
ڈپٹی جج ایڈوکیٹ اظہار لیتے ہیں۔

سوال ان چھ کاغذات کو دیکھو اور بتاؤ کہ ان میں سے کسی کا بھی خط پہچان سکتے ہو؟
چھ کاغذات فارسی کے ضمن "قتل" میں ترتیب دیگر گواہ کو دکھائے جاتے ہیں

جواب۔ نمبر ۱، ۶، پر ملزم کے ہاتھ کے لکھے ہوئے احکام ہیں کاغذات نمبر ۲، ۳، ۴، خیرات علی کے لکھے ہوئے ہیں جو بخت خان گورنر جنرل کا محرر تھا۔ اس شخص کی عادت تھی کہ کاغذات پیشتر سے طیار کر رکھتا اور بادشاہ کی مہر وغیرہ بھی ثبت کر دیتا بعد میں بادشاہ کی منظوری پر کاغذات روانہ کیا کرتا تھا۔

سوال۔ کاغذ نمبر ۵ کی بابت جانتے ہو؟
جواب۔ جی نہیں میں خط نہیں پہچان سکتا۔
سوال۔ کیا ممکن ہے کہ یہ دفتر میں رکھنے کی نقل ہو اور کسی نئے محرر نے لکھا ہو جسکا

خط تم نہ پہچانتے ہو؟

جواب ۔ جی ہاں مجھے محمد بخت خاں کے دفتر کے کسی منشی کا خط معلوم ہوتا ہے

چھ کاغذات پھر ترتیب دیئے گئے اور ڈپٹی جج ایڈوکیٹ نے انکا ترجمہ اور مترجم نے اصلی فارسی میں انہیں پڑھا۔

کاغذ جسپر الف کا نشان تھا مع اس کے اصلی لفافہ کے جسپر دہلی پوسٹ آفس کی مہر ہے لایا گیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ۲۵ مارچ ۱۸۵۷ء کو دہلی کے ڈاک خانہ میں ڈالا گیا تھا اور ۲۷ مارچ ۱۸۵۷ء کی مہر ظاہر کرتی ہے کہ یہ اسوقت آگرہ پہونچا۔

جج ایڈوکیٹ نے بیان کیا کہ یہ اہم دستاویز مسٹر کالون سابق لفٹنٹ گورنر آگرہ کے کاغذات میں پائی گئی۔ پھر اسکا ترجمہ پڑھا گیا۔

جج ایڈوکیٹ نے گواہ کے اظہار لیئے

سوال ۔ کیا تم محمد حسن عسکری دہلوی سجادہ نشین کو جانتے ہو؟

جواب ۔ جی ہاں جانتا ہوں وہ دہلی دروازے کے قریب ہی رہتے تھے اور اکثر بادشاہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔

سوال ۔ کتنے روز ہوئے جب تم نے انہیں دیکھا تھا۔؟

جواب ۔ سرکار انگلشیہ کے دوبارہ دہلی پر قبضہ پانے کے قریب بیس روز قبل دیکھا تھا۔

سوال ۔ تم جانتے ہو وہ کہاں گئے اور ان کا کیا حشر ہوا۔

جواب ۔ نہیں حضور نہیں جانتا

سوال ۔ وہ کس زمانے میں بادشاہ کے پاس اکثر آتے جاتے رہتے تھے۔ اور یہ بھی جانتے ہو سب سے پہلے وہ کب بادشاہ سے ملے تھے۔

جواب۔ سب سے پہلی ملاقات کو تقریباً چار سال ہوئے بادشاہ کی ایک دختر انکی مرید ہو گئی تھی۔ اس نے بادشاہ کے سامنے حسن عسکری کی پاکبازی کی بیحد تعریف کی اور بادشاہ نے بیماری کی حالت میں اپنے لئے دعا کرنے اور تعویذ وغیرہ دینے کے لئے انہیں بلایا۔ گذشتہ ایک یا دو سال سے انکی آمد و رفت بہت بڑھ گئی تھی۔ یہ دختر دہلی دروازہ کے قریب حسن عسکری کے مکان سے ملے ہوئے مکان میں رہتی تھی اور یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اسکی بیوی بنگئی تھی،

سوال۔ کیا یہ شخص حسن عسکری قوت اعجاز کا جھوٹا مدعی تھا۔ یا آئندہ واقعات و حقیقت بتادیا تھا۔

جواب۔ وہ خواب کی تعبیریں بیان کرتے آئندہ ہونے ولے واقعات کا پتہ بتانے اور صاحب کشف مانے جاتے تھے

سوال۔ کیا انہیں معلوم ہے کہ جب انگریزوں اور شاہ ایران میں جنگ چھڑی تھی اسوقت وہ اسکے متعلق کچھ کہتا تھا۔

جواب صرف برطانیہ اور ایران کے درمیان جنگ چھڑنے ہی کے وقت نہیں بلکہ دو سال قبل انہوں نے بادشاہ سے چار سو روپیہ حاصل کیا تھا جو ایک شخص کو جس کی بابت کہا جاتا تھا کہ مکہ جا رہا ہے دیئے گئے تھے۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ حج کے بہانہ شاہ ایران کے پاس روانہ کیا گیا ہے اس شخص کا نام شیدی قنبر تھا وہ حبشی تھا اور غالباً حبش ہی سے آیا ہوگا۔

سوال۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیوں ظاہر کیا گیا کہ یہ شخص مکہ جا رہا ہے جبکہ اس کی منزل مقصود شاہ ایران تھا؟

جواب۔ میں اس دہوکہ دہی کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مجھے جو یا جانکے مل جاسوس دیا رنے خبر دی تھی کہ شیدی قنبر حج کو نہیں بلکہ ایران جا رہا ہے۔ اور دربار کے

دیگر ندیموں سے ہی پوچھنے سے یہی معلوم ہوا۔

سوال۔ تم نے کبھی سنا کہ اس شخص کے ایران بھیجنے سے کیا مدعا تھا؟

جواب۔ نہیں لیکن قلی خان اور بسنت، بادشاہ کے دو مقرب ملازموں سے سنا تھا کہ حسن عسکری نے شیدی قنبر کو بوقت شب چند کاغذات دئے جن پر مہر شاہی ثبت تھی پھر اسے ایران روانہ کر دیا گیا۔

سوال۔ کیا قلعہ دہلی میں ایران و انگریزوں کی جنگ کا ہمیشہ تذکرہ ہوا کرتا تھا۔ اور بادشاہ کو اس گفتگو سے دلچسپی تھی؟

جواب۔ نہیں۔ محل میں کچھ اس مضمون پر خصوصیت سے بحث نہیں ہوتی تھی۔ البتہ ہندوستانی اخبارات قلعہ میں آتے رہتے تھے اور ان میں نقل و حرکت کے حالات مرقوم ہوتے تھے۔ لیکن بادشاہ کو میں نے اس طرف دلچسپی کا اظہار کرتے کبھی نہیں دیکھا۔

سوال۔ کیا مسلمانان دہلی کو اس جنگ سے دلبستگی تھی اور اسے مذہبی جنگ کی نقطۂ نظر سے دیکھتے تھے۔

جواب۔ نہیں۔ مسلمانان دہلی سنی ہیں اور اہل ایران شیعہ اسلئے انہوں نے ذرا بھی دلبستگی ظاہر نہیں کی

سوال۔ تمہیں معلوم ہے کہ گذشتہ مارچ میں یعنی دس ماہ قبل بادشاہ نے حسن عسکری کو کسی خاص کام کے لئے بیس اشرفیاں دی تھیں۔

جواب۔ وہ انکو ہمیشہ روپیہ دیتے ہی رہتے تھے۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ آپ کون سے کام یا کس خاص موقع کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

سوال۔ کیا تم نے کبھی یہ بھی سنا کہ کوئی شخص مکہ جانیوالے کارواں کے ہمراہ قسطنطنیہ گیا ہے۔

جواب۔ نہیں میں نے کبھی شخص کے قسطنطنیہ روانہ کیے جانیکا حال نہیں سنا۔
سوال۔ تم دہلی میں کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جسکا لقب محمد درویش ہو۔
جواب۔ میں نہیں جانتا۔
سوال۔ کیا غدر سے چند ماہ پہلے جامع مسجد دہلی یا شہر کے کسی اور مقام میں کوئی تحریر شدہ کاغذ جسپر شاہ ایران کی مہر تھی چسپاں کیا گیا تھا!
جواب۔ جی ہاں غدر سے چند ماہ قبل میں نے سنا تھا کہ شاہ ایران کا اعلان جامع مسجد پر چسپاں کیا گیا ہے۔
سوال۔ کیا تمنے کبھی سنا کہ وہ کاغذ کیونکر وہاں آیا؟
جواب۔ نہیں لیکن یہ سنا ہے کہ مضمون ایسا ہی تھا جیسے شیعہ مسلمان لکھتے ہیں
سوال۔ کیا عموماً تسلیم کر لیا گیا تھا کہ وہ کاغذ اصلی ہے۔
جواب۔ اسکی اصلیت کا عوام کو یقین نہیں تھا۔ علی العموم انہیں اس میں اشتباہ تھا
سوال۔ کاغذ کا مضمون کیا تھا!
جواب۔ میں نے سنا ہے کہ اس میں مذکور تھا کہ مسلمان تعصب و تفرقہ کو علیحدہ رکھیں، اور موجودہ وقت میں باہم متحد ہو کر ایک ہی علم کے زیر سایہ جہاد کریں۔
سوال کیا اس اعلان سے شہر میں جوش و اضطراب نہ پیدا ہو گیا تھا۔
جواب۔ نہیں کسی بڑی حد تک نہیں
سوال۔ کیا قلعہ میں یا ملزم کو اس اعلان کا ذکر کرتے ہوئے تمنے سنا۔
جواب۔ ملزم نے میرے سامنے کچھ نہیں کہا۔ لیکن قلعہ کے دیگر چند اشخاص کا تذکرہ کرتے سنا تھا۔
سوال۔ کیا کمپنی کے الحاق اودھ سے دہلی کی مسلمان آبادی میں بےچینی و ناراضگی کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔

جواب۔ اس سے ذرا بھی ناراضگی نہیں پیدا ہوئی بلکہ مسلمانان دہلی کو بڑی خوشی ہوئی۔ کیونکہ اہل لکھنؤ شیعہ ہیں اور انہوں نے مولوی امیر علی کو جو سید اور سنی تھے قتل کر دیا تھا۔

سوال۔ کیا غدر سے کچھ روز پہلے جامع مسجد پر فرقہ مسلم کی ناراضگی کا کوئی نوٹس یا اشتہار چسپاں کیا گیا تھا؟

جواب۔ مجھے یاد نہیں کہ کوئی کیا گیا ہو۔

سوال۔ کیا کبھی دہلی کے ہندوستانی اخبارات نے بغاوت سے پہلے انگریزوں سے جہاد کرنے کی ضرورت ظاہر کی تھی۔

جواب۔ انہوں نے کبھی نہیں کی وہ ایسا کرتے تو سرکاری حکام خود محسوس کر سکتے تھے

ملزم سوالات جرح سے انکار کرتے ہیں۔

کاغذ نمبر الف مترجم اصلی فارسی میں پڑھکر سناتا ہے۔

عدالت کل گیارہ بجے تک کے لئے برخاست ہو جاتی ہے۔

ساتویں روز کی کارروائی

یوم بدھ - ۳ر فروری ۱۸۵۸ء

عدالت دیوان خاص قلعہ دہلی میں آج گیارہ بجے سے منعقد ہوئی

پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل تمام موجود ہیں۔

ملزم عدالت میں حاضر کئے گئے اور انکا مددگار غلام عباس بھی حاضر ہے۔

حکیم احسن اللہ خان طلب کئے گئے اور اظہار دینے لگے۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال۔ تم نے محمد درویش کی عرضی سن لی۔ کیا تم جانتے ہو کہ کوئی چیز کھلے بندوں

کے خوان یا روغن یا تانبے کے سکے یا کپڑا، بادشاہ نے حسن عسکری کے وظائف یا عمل پڑھنے کے لئے روانہ کئے تھے۔

جواب۔ جی ہاں یہ تمام اشیا حسب معمول بھیجی جاتی تھیں مگر میں یہ نہیں جانتا کہ کسی خاص مطلب سے روانہ کیجاتی ہوں جیسا کہ عرضی میں مذکور ہے۔

سوال۔ تم نے کہا تھا کہ جاٹ مل دربار کا جاسوس تھا۔ کیا مخبری کرنے کے صلہ میں بادشاہ اسے کچھ دیتے تھے۔

جواب۔ نہیں وہ بادشاہ کا ملازم نہیں تھا۔ بلکہ گورنمنٹ برطانیہ کا اخبار نویس تھا

سوال۔ پھر یہ کیونکر ہوا کہ اسے اس راز سے آگاہی ہوگئی اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ گورنمنٹ کے اخبار نویس کو ایسے اہم معاملہ سے مطلع کیا جائے؟

جواب۔ جاٹ مل محل کے آس پاس خبریں جمع کرنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ اور اس معاملہ کو سنکر اس نے مجھ سے کہا کہ میں اس راز سے آگاہ ہوں۔ اسوقت میں اس سے بالکل لاعلم تھا۔ اور بعد میں جو کچھ میں نے سنا اس سے جاٹ مل کے بیان کی تصدیق ہوگئی۔ گواہ جاتے ہیں جاٹ مل سابق اخبار نویس لفٹنٹ گورنر آگرہ عدالت میں طلب کیا گیا اور اظہار لئے گئے۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال۔ کیا حسن عسکری نامی شخص کو تم جانتے ہو۔

جواب۔ جی جانتا ہوں۔

سوال۔ کیا وہ اکثر ملزم کے پاس حاضر رہتا تھا۔

جواب۔ جی ہاں

سوال۔ بادشاہ اور اس کے درمیان کیا راہ و رسم تھی جو معلوم ہو بیان کرو۔

جواب۔ وہ بادشاہ کے پاس آتے اور کچھ پڑھکر دم کیا کرتے تھے وہ خود کو صاحب کشف و کرامت

بتاتے تھے اور پیشینگوئیاں و خواب کی تعبیریں بیان کرتے تھے (یہاں ملزم خود بخود بتاتے ہیں کہ بے شک حسن عسکری میں یہ تمام فضائل ہیں جو بیان کئے جا رہے ہیں) حسن عسکری کا قول تھا کہ اکثر ہاتف غیب کی آوازیں انہیں آیا کرتی ہیں۔ جب انہیں طلب کیا جاتا تو فی الفور بادشاہ کے پاس حاضر ہو جاتے تھے اور اکثر بے بلائے بھی چلے آتے تھے خصوصاً رات کے وقت جب کبھی انہیں بادشاہ سے مشورہ کرنا ہوتا۔

سوال۔ تم نے کبھی کسی خاص خواب کی نسبت کچھ سنا جس کی تعبیر عسکری نے بادشاہ کو بتائی ہو۔

جواب۔ جی ہاں اسوقت جبکہ ایرانی افواج ہرات میں آئیں تو میں نے سنا ہے کہ حسن عسکری نے خود کا دیکھا ہوا خواب بادشاہ سے بیان کیا تھا کہ اس نے مغرب سے ایک بگولہ نمودار ہوتے دیکھا جس کے تعاقب میں ایک سیلاب عظیم آیا اور ملک کو روندتا ہوا نکل گیا مگر اس سیلاب سے بادشاہ کو بالکل پریشانی و تکلیف نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ اسی سیلاب میں اپنے تخت پر بیٹھے رہے پھر حسن عسکری نے اس کی یہ تعبیر بیان کی کہ شاہ ایران مشرق میں برطانوی طاقت کو تباہ و برباد کردیگا۔ اور بادشاہ کو تخت پر بٹھا کر از سر نو عنان سلطنت ان کے ہاتھ میں دیگا اور کفار یعنی برطانوی قتل کئے جائیں گے۔

سوال۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس شخص حسن عسکری کے ذریعہ شاہ ایران کے پاس خطوط بھیجے گئے یا اس سے سلسلہ پیام رسانی رہا ہو۔

جواب۔ جی ہاں میں جانتا ہوں کہ خطوط بھیجے جاتے تھے۔ ڈیڑھ یا دو سال ہوئے کہ ایک قافلہ مکہ جا رہا تھا۔ ایک شخص شیدی قنبر نامی نے جو محل کے تمام حبشیوں کا سردار تھا اس قافلہ کے ہمراہ جانے کی اجازت چاہی منظوری مل گئی اور حسب دستور اسے ایک سال کی تنخواہ پیشگی دیدی گئی اور کہا جاتا ہے کہ سلطنت ہی

بادشاہ کی طرف سے ایک درخواست بحضور خداوند تعالیٰ بھیجی گئی تا کہ اسے لیجا کر خانہ کعبہ میں چسپاں کر دیا جائے دس یا بارہ روز بعد میں نے سنا کہ شیدی قنبر کا مکہ جانا محض فریب تھا۔ بلکہ دراصل وہ بادشاہ دہلی کا خط شاہ ایران کو دینے کے لئے لیکر ایران گیا ہے۔ میں نے یہ بادشاہ کے قاصد خواجہ بخش اور ایک مقرب خاص سے جسکا نام مجھے یاد نہیں سنا ہے۔ اسیوقت میں نے کپتان ڈگلس کو اطلاع کی جنہوں نے کہا کہ یہ نہایت اہم بات ہے اور مجھے زیادہ تحقیقات کرنے کی ہدایت کی۔ کیونکہ بادشاہ دہلی کو شاہ ایران سے اس قسم کی خط و کتابت کرنے کی ممانعت تھی۔ میں نے حکیم احسن اللہ خاں سے دریافت کیا کیونکہ جو خفیہ معاملات تحریری وقوع میں آتے تھے۔ انہیں خبر رہتی تھی۔ حکیم احسن اللہ خاں نے انکار کیا کہ انہیں اسکی مطلق خبر نہیں اور اگر ایسا کیا گیا ہے تو ان کی لاعلمی میں ہوا ہو گا۔ میں نے کپتان ڈگلس کو مطلع کر دیا اور اپنی تحقیقات بدستور جاری رکھی۔ اور کوئی بیس روز کے بعد اصل حال تحقیق ہو گیا۔ میں بھول گیا کہ کس سے یہ معلوم ہوا تھا کہ حیدر حسین کمانڈنٹ توپخانہ ملازم ہاں اور حسن عسکری نے ملکر چند خطوط شیدی قنبر کے ذریعہ ایران روانہ کئے ہیں۔ میں نے یہ کپتان ڈگلس کو جا کر بتا دیا اور کہدیا کہ لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ یہ خبر میرے بھی کانوں میں پڑ چکی ہے۔ لہذا اب وہ محتاط رہتے ہیں اور اب میں سراغ نہیں لگا سکتا۔ نیز کپتان ڈگلس سے میں نے یہ کہا کہ لاہور کے پاس شیدی قنبر کو گرفتار کرنیکا بندوبست کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تحقیق نہیں ہے کہ وہ کونسی راہ سے گیا ہے۔ لہذا اس معاملہ کو طول دینا فضول ہے۔

سوال۔ کیا مسئلہ جنگ ایران پر اہل قلعہ و بادشاہ بہت بحث کیا کرتے تھے۔

جواب۔ جی ہاں۔ محل اور شہر میں اکثر یہی بحث چھڑی ہوئی تھی۔

سوال - کیا تم جانتے ہو کہ مذہبی جنگ کی رو سے اسپر روشنی ڈالی جاتی تھی ؟

جواب - جی ہاں ہر حصہ ملک میں عموماً یہی خیال کیا جاتا تھا کہ مذہبی جنگ ہے اور شاہ ایران فتحیاب ہوگا مگر بعض لوگ جنہیں حقیقت امر سے آگاہی تھی کہا کرتے تھے کہ شاہ ایران انگریزوں سے عہدہ برآنہ ہو سکے گا۔

سوال - کیا تم جانتے ہو کہ کمپنی کی فوج کے دیسی سپاہیوں یا افسروں سے ملزم یا ان کے کسی معتمد نے کبھی سلسلہ جنبانی کی ہو یا کرنے کی کوشش کی ہو!

جواب - نہیں کسی سلسلہ جنبانی کی نسبت جو ملزم یا ان کے ایجنٹوں نے کی ہو کبھی نہیں سنا۔ البتہ ساڑھے تین سال قبل پہلی مرتبہ دس یا بارہ مسلمان سپاہیوں نے اور دوسری بار چھ یا سات نے ملزم کے مرید ہونے کی استدعا کی تھی جسے ملزم نے بھی منظور کر لیا تھا۔ اس معاملہ کو سر جان تھیوفلس مٹکاف نے سنکر تحقیقات کی تھی اور تدارک کر دیا تھا۔

سوال - کیا کمپنی کے اودہ کو لے لینے پر بھی بادشاہ یا اہل قلعہ بحث کرتے تھے، اگر کرتے تھے تو کس نقطہ نظر سے؟

جواب - جی نہیں الحاق اودہ کی بابت میں نے صرف دو مرتبہ گفتگو کرتے سنا ہے جس میں سے ایک مرتبہ جبکہ فوجیں کانپور جا رہی تھیں تو ملزم نے مسٹر فریزر اور کپتان ڈگلس سے دریافت کیا تھا کہ کیا کمپنی نے اودہ لے لیا ہے ان دونوں نے بیان کیا کہ انہیں اس بات کی کوئی خبر نہیں ملی۔

سوال - کیا حسن عسکری نے بادشاہ کی درازی عمر یا انگریزوں پر آیندہ کامیابیوں کی کوئی پیشینگوئی کی تھی۔

جواب - جی ہاں یہ کہا تھا کہ اس نے اپنی عمر کے بیس سال بادشاہ کی عمر میں بڑھائے لیکن انگریزوں پر فتح پانے کا ذکر کیا ہو یہ کبھی نہیں سنا۔ صرف اس کے خواب کا

ذکر سنا تھا جو بتا چکا ہوں۔

سوال - کیا تم نے محل میں کبھی یہ سنا کہ پلاسی کی لڑائی کے سو برس بعد انگریزوں کی حکومت مٹ جائے گی؟

جواب - جی نہیں۔ کبھی نہیں۔

سوال - کیا تمہیں معلوم تھا کہ قبل بغاوت ایسٹ انڈیا کمپنی دہلی کی رجمنٹیں کسی طرح ناخوش تھیں!

جواب - میرے قلعہ میں آتے جاتے وقت ان کی ناراضگی کا کچھ یونہی سا احساس ہوتا تھا۔ لیکن غدر سے بیس یا پچیس روز قبل سپاہیوں میں انبالہ کے مکان جلا ڈالنے کا ذکر آپس میں ہوتا تھا۔ اور مجرب کارتوسوں کے بھی تذکرے کرتے اور انہیں استعمال نہ کرنے کے پیمان باندھتے تھے۔

سوال - کیا اس مضمون یعنی سپاہیوں کی ناراضگی کا قلعہ میں بھی تذکرہ ہوتا تھا؛

جواب - جی ہاں سپاہیوں کی ناراضگی بسبب مجرب کارتوسوں کے استعمال کے اور انبالہ کے مکانات جلا ڈالنے کا چرچہ عام طور سے قلعہ میں ہوا کرتا تھا۔ لیکن بادشاہ کے منہ سے یا ان کے سامنے کبھی میں نے نہیں سنا۔ غدر سے چند روز قبل قلعہ کے پھاٹک والے سپاہیوں سے یہ سنا تھا کہ اگر میرٹھ کی فوجوں کو مجرب کارتوسوں کے استعمال کے لئے مجبور کیا گیا تو یہ قرار پایا ہے کہ وہ دہلی کی فوج سے آ کر ملیگی اور یہ سازش ایک ہندوستانی افسر کے ذریعہ عمل میں آئے گی جو کورٹ مارشل ڈیوٹی میں میرٹھ جائیگا؛

سوال - کیا یہ بات تم نے کسی پر ظاہر کی تھی یا اسکی رپورٹ کسی سے کی تھی؟

جواب - جی نہیں۔ یہ ایک فوجی معاملہ تھا ویسے ہی مجھے اسکی رپورٹ نہیں کرنی تھی کیونکہ میری تمام رپورٹیں صرف بادشاہ کی ذات تک محدود رہتی تھیں۔

سوال۔ جب باغی افواج میرٹھ سے آئیں اسوقت تم یہاں موجود تھے؟
جواب۔ میں اپنے مکان میں شہر کے اندر موجود تھا۔ میں نے سنا کہ میرٹھ کے چند سواروں نے سلیم گڑھ پل کے محصول وصول کرنے والے کو قتل کر دیا ہے اور محصول کا مکان جلا ڈالا ہے۔ میں نے ان خبروں پر چنداں اعتبار نہیں کیا اور خبروں کا خط لکھتا رہا۔ اسے پورا کرکے میں قلعہ میں آیا۔ وہاں معلوم ہوا کہ کپتان ڈگلس مسٹر فریزر، مسٹر ہچنزن مجسٹریٹ اور مسٹر نکسن ہیڈ کلرک کمشنر آفس، کلکتہ دروازہ کی طرف باغیوں کا تدارک کرنے کے لئے گئے ہیں۔ میں بھی فوراً انکے تعاقب میں روانہ ہوا، اور وہاں جا کر دیکھا کہ وہ کلکتہ دروازہ (کشتی کے پل کے پاس ایک دروازہ تھا) پر پہونچ چکے ہیں۔ جب یہ لوگ وہاں انتظام کر رہے تھے کہ کسی نے آکر خبر دی کہ باغی براہ دروازہ زینت المساجد شہر میں داخل ہو گئے اور دریا گنج میں جا پہونچے اور بنگلوں پر فیر کر رہے ہیں۔ وہواں دراصل بلند ہو رہا تھا۔ یہ صبح آٹھ بجے کا واقعہ ہے اس کے تھوڑی دیر بعد تین سوار دریا گنج کی طرف سے ایک انگریز کے تعاقب میں دوڑے چلے آرہے تھے۔ ایک نے اسپر پستول کا فیر کیا مگر نشانہ خطا کر گیا یہ انگریز میگزین کے راستہ کی طرف فرار ہو گیا۔ اسیوقت مسٹر فریزر نے دروازہ کے ایک محافظ سپاہی کی بندوق لیکر ایک سوار کو گولی ماردی۔ دیگر سواروں نے انکے گھوڑے کو گھائل کر دیا۔ مسٹر فریزر اپنی بگھی میں سوار ہو گئے۔ انکے ساتھ کپتان ڈگلس اور مسٹر ہچنزن پیدل ہو لئے اور یہ سب کے سب قلعہ کی طرف چلنے لگے۔ مسٹر ہچنزن کے شانہ پر کہنی سے کچھ اوپر ایک سوار کی پستول کی گولی سے شدید زخم آیا۔ مسٹر فریزر کے قلعہ کی طرف جاتے ہوئے چند سوار اور آپڑے ایک نے پلٹنٹ کی طرف سے آکر پستول کا فیر کیا۔ مگر مسٹر فریزر بال بال بچ گئے اسوقت کپتان ڈگلس کا چپراسی بختاور۔ مسٹر فریزر کی بگھی کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا

کپتان ڈگلس نے جب اپنے آپ کو سواروں سے گھرا ہوا پایا تو شہر کی خندق میں کود پڑے اور چند نوکیلے پتھروں پر گرنے سے کپتان موصوف کے سخت چوٹ آئی۔ اُسوقت سوار جا بجا انگریزوں کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے اسی اثنا میں نجما اور چند ہندوستانی ملازموں نے موقع پاکر کپتان ڈگلس کو خندق سے باہر نکالا۔ دیکھا تو ان پر بیہوشی طاری تھی، پھر انہیں قلعہ کے دروازہ پران کے کمرے میں پہونچا دیا گیا جب ذرا ہوش آیا تو انہوں نے اپنے پاس کے لوگوں کو مسٹر ہچنسن کے اٹھالانے کی ہدایت کی اور کہا کہ انہیں ضرب شدید آئی ہے۔ انکے حکم کی تعمیل کی گئی۔ مسٹر فریزر قلعہ کے لاہوری دروازہ کے نیچے کی پوشیدہ راہ سے ایک انگریز کو ہمراہ لیے جو اسی روز کلکتہ سے آیا تھا، جا رہے تھے۔ انہوں نے "پران" قاصد کو بادشاہ کے پاس توپیں لانے کے لئے روانہ کیا اور خود بھی مخفی راستہ کے دہانہ پر پہونچ گئے۔ انہیں دیکھکر ایک انبوہ کثیر جس میں مرد اور ہر عمر کے بچے موجود تھے اسطرف دوڑا۔ اور پاس جاکر لاف زنی کرتا رہا۔ مسٹر فریزر دشمنی اور ذلت کی علامتیں دیکھکر سخت سراسیمہ ہوئے اور کپتان ڈگلس کے مکان کی طرف لوٹے۔ سیڑھیوں تک پہنچنے پائے تھے کہ حاجی لوہار نے ان کے قتل کرنے کی غرض سے تلوار کھینچ لی مسٹر فریزر جن کی تلوار نیام میں تھی، اسے اونچا اٹھاکر پھرتی سے پلٹے اور حوالدار سے کہا "یہ کیا ہے"۔ اسپر حوالدار نے دکھلانے کے لئے مجمع کو منتشر کر دیا۔ لیکن جونہی مسٹر فریزر نے پیٹھ پھیری، اس نے جھک کر لوہار سے کچھ کہا جسکا منشا یہ تھا کہ اُسے پھر حملہ آور ہونا چاہیئے۔ لوہار کی ہمت بندھ گئی اور اس نے بڑھکر مسٹر فریزر کی گردن پر سیدھی طرف سے نہایت گہرا اور کاری زخم لگایا۔ مسٹر فریزر فوراً گر پڑے۔ ان کے گرتے ہی تین شخص خالق داد۔ ایک قبولی پٹھان مغل بیگ یا مغل جان اور شیخ دین محمد جوڈیوڑھی

میں چھپے ہوئے تھے دوڑے اور ان کے سر۔ چہرہ اور سینہ پر مسلسل کئی وار کئے۔ جس سے مسٹر فریزر کا بالکل کام تمام ہو گیا۔ شیخ دین محمد ایک مسلح شخص تھا۔ جسے بادشاہ سے تنخواہ ملتی تھی اور خالق داد و مغل بیگ بھی محبوب علیخان بادشاہ کے وزیر اعظم کے ہتیار بند سپاہی تھے ان تینوں نے مسٹر فریزر کو ہلاک کر کے کپتان ڈگلس کے مکان کی راہ لی اور انبوہ کثیر کو ہمراہ لئے ہوئے سیڑھیوں پر چڑھنا شروع کیا جب وہ زینہ طے کر چکے تو ماکھن نامی گورنمنٹ ملازم نے جو کپتان ڈگلس کا اردلی تھا اندر جا کر بلوائیوں کے گھس آنے کی اطلاع کی اور اسے دروازہ بند کر دینے کی تاکید کی گئی۔ جب اندر سے دروازہ بند کر دیا گیا تو کمرہ کے جنوبی رخ سے صدہا آدمی دوڑ کر براہ زینہ اوپر چڑھ گئے اور وہاں سے اندر داخل ہوئے اور جو دروازہ ماکھن نے بند کر دیا تھا۔ اسے ان تینوں قاتلوں اور ان کے مسلح گروہ کے لئے کھولدیا جنہوں نے مسٹر فریزر کو گرنے کے بعد قتل کر ڈالا تھا۔ ان لوگوں نے یکے بعد دیگرے کپتان ڈگلس مسٹر ہچنسن ریویرینڈ۔ مسٹر جیننگس۔ مس جیننگس۔ مس کلیفارڈ اور وہ تمام جو کپتان ڈگلس کے مکان میں تھے سب کو قتل کر ڈالا۔ نوار د جو اسی روز کلکتہ سے آیا تھا بھاگ نکلا اور قلعہ کی فصیل کے باہر نکلنے کی تدبیر کرنے لگا۔ وہ اسی تجسس میں مرزا کوچک کے مکان تک قلعہ کے دہلی دروازہ کے متصل جا پہونچا۔ کسی نے اسپر فیر کیا جس سے اسکا شانہ زخمی ہو گیا۔ وہ فی الفور لوٹا اور کپتان ڈگلس کے جنوبی زینہ تک پہونچتے پہونچتے دو ٹکڑے کر ڈالا گیا۔ اس قتل کاری میں صرف پندرہ منٹ کا وقفہ صرف ہوا تھا۔ اور میں نے یہ ماکھن۔ بختاور۔ پران، اور کشن کے بیانات سے حاصل کیا ہے۔ لیکن مسٹر فریزر کی موت کے وقت تک کے تمام واقعات میرے چشم دید ہیں۔ اب چار بج چکے۔ عدالت یوم جمعہ تاریخ ۵ فروری تک کیلئے ملتوی کر دی گئی۔

آٹھویں روز کی کارروائی

یوم جمعہ مورخہ ۵ فروری ۱۸۵۸ء

عدالت آج قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی، جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

ملزم اپنے مشیر قانونی کے ہمراہ عدالت میں لائے گئے۔

گواہ جات ل پھر طلب کیا گیا اور گذشتہ اظہار کی یاد دہانی کی گئی۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لیے۔

سوال۔ جب انگریز کپتان ڈگلس کے کمرے میں مار ڈالے گئے تو سپاہیوں اور عوام نے پھر کیا کیا؟

جواب۔ ان کے مارے جانے کے بعد میں فوراً شہر میں اپنے مکان پر چلا آیا اور قلعہ میں کئی روز نہیں گیا۔

سوال۔ بادشاہ نے کب عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور کیا اسوقت توپوں سے سلامی دی گئی تھی؟

جواب۔ میرٹھ کی فوجوں کے آنے کے تین چار روز بعد انہوں نے تمام سرکاری مال اور بارود جو شہر کے باہر تھی اور سلح، سب پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک ہفتے کے بعد مختلف محکموں کو احکام جاری کئے کہ سرکاری کاروبار کی عرضیاں انہیں بھیجیں۔ گیارہ مئی کو بوقت شب چوبیس توپوں کی سلامی سر کی گئی۔ مگر مجھے علم نہیں کہ کس بنا پر بعض کہتے ہیں کہ میرٹھ کے علم آنے کی خوشی میں، توپیں سر ہوئیں اور بعض کا خیال ہے کہ ملزم سلیم گڑھ گئے ہوئے تھے ان کی سلامی میں توپیں داغی گئیں۔

سوال - مرزا مغل کمانڈر انچیف کب بنائے گئے ؟

جواب - غدر کے آٹھ یا سات روز بعد دیسی افسران سے مشورہ لینے لگے تھے۔ اور انکے احکام بھی جاری ہونے شروع ہو گئے تھے - لیکن ایک مہینہ بعد انکا تقرر عام طور سے شائع ہو گیا اور خلعت فاخرہ ملا - نیز اسی سلسلے میں بادشاہ کے دوسرے بیٹے اور پوتے جنرنیل اور کرنیل بنائے گئے اور ہر ایک کو خلعت دیا گیا

سوال - حسن عسکری غدر کے زمانے میں کیا کام کرتا رہا ؟ کیا وہ بادشاہ کا خاص مشیر رہا تھا

جواب - وہ بادشاہ سے سابق دستور ملتے رہے اور بظاہر اکوئی مشہور کام نہین کیا بادشاہ کی ایک دختر حسن عسکری کی مرید تھی - لیکن لوگ کہتے تھے کہ ان دونوں میں ناجائز تعلقات ہیں -

سوال - تمہیں معلوم ہے کہ میگزین پر حملہ کرنے کی نیت سے قلعہ سے سیڑھیاں گئی تھیں ؟ -

جواب میں نے سنا تھا کہ میگزین پر حملہ کرنے کے لئے سیڑھیاں لگائی گئیں، مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کہاں سے لائی گئی تھیں ؛

سوال - کیا کبھی تمنے سنا کہ دیہات میں غدر سے چند ماہ پیشتر روٹیاں تقسیم کی گئیں اگر ایسا کیا گیا تھا تو اس سے کیا مقصود تھا ؟

جواب - جی ہاں میں نے اسکی بابت سنا تھا بعض لوگ کہتے تھے کہ آفات سے بچنے کے لئے خدا کی نذر مانی گئی تھی - بعض کا خیال تھا کہ گورنمنٹ کی طرف سے تقسیم کی گئی ہیں اور انکا مطلب یہ ہے کہ تمام آبادی عیسائیوں کا سا کھانا کھانے پر مجبور کیجائے گی - اور اس طرح اپنے مذہب سے محروم کیجائے گی - کچھ لوگوں کا قول ہے کہ گورنمنٹ نے روٹیاں تقسیم کر کے دوسروں کا مذہب بگاڑنے اور عیسائیت کو

فروغ دینے کا قصد کیا ہے۔ پھر سنا گیا کہ سب کو اس کے انسداد کی کوشش کے لئے آمادہ ہونا چاہئے۔

سوال - جب دیہات میں ایسی چیزیں بھیجنے کا ہندو اور مسلمانوں میں عام رواج ہے تو کیا بغیر وجہ یا بے سوچے سمجھے اسکا یہی مفہوم سمجھا جا سکتا ہے۔

جواب - جی نہیں - یہ عام رواج ہرگز نہیں ہے - میری پچاس سال کی عمر آئی مگر اس سے پہلے کبھی میں نے ایسی بات نہیں سنی۔

سوال - کیا کبھی یہ بھی سنا ہے کہ چپاتیوں کے ہمراہ کوئی پیام بھیجا گیا تھا!

جواب - جی میں نے کبھی نہیں سنا۔

سوال - کیا یہ چپاتیاں کسی خاص ہندو یا مسلمان نے تقسیم کی تھیں ؟

جواب - وہ بلا امتیاز ہر دو مذہب کے دیہاتوں کو تقسیم کی گئی تھیں۔

سوال - گیارہ مئی کے کے روز بعد تم پھر قلعہ میں گئے تھے۔

جواب - میں نے جب شہر میں سنا کہ انگریز قتل کئے جانیوالے ہیں - مجھے ٹھیک تاریخ یاد نہیں لیکن ابتدا غدر سے سات آٹھ روز بعد میں مجمع کے ہمراہ قلعہ گیا تھا۔ اسوقت صبح کے آٹھ بجے تھے جب میں پہلے صحن میں پہونچا تو انگریزوں کو حوض کے کنارے ایک قطار میں بیٹھے ہوئے دیکھا جن کے ہاتھ پیچھے موڑ کر کمر کے پاس بندھے ہوئے تھے - کچھ مرد، اور عورتیں، بچے تھے - میرے پہونچتے ہی میرٹھ کے ایک باغی سپاہی نے جو فاصلہ پر گھوڑے پر سوار کھڑا تھا۔ انپر پستول کا فیر کیا۔ نشانہ خطا کر گیا اور بادشاہ کے ایک ملازم کو گولی جا لگی جو قیدیوں کی پشت پر کھڑا ہوا تھا انجام کار وہ شخص گر کر مر گیا۔ اس حادثہ کی وجہ سے جماعت نے فیصلہ کیا کہ انگریزوں کو تلوار سے قتل کیا جائے بادشاہ کے مصاحبین اور چند باغیوں نے اس مقصد کے لئے تلواریں کھینچیں - مگر مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہاں ٹھیروں -

اور ان کا قتل مشاہدہ کرسکوں، لہٰذا میں مکان چلا گیا۔ اور اس کے بعد سنا کہ بادشاہ کے نوکروں اور باغی سپاہیوں نے انہیں قتل کر ڈالا۔

سوال۔ اس حادثہ کے وقت کیا کوئی توپ خوشی کا اظہار کرنے کے لئے سر کی گئی تھی؟

جواب۔ نہیں میں نے نہیں سنی؟

سوال۔ کیا بادشاہ نے ان قیدیوں کے قتل کرنے کی رائے دی تھی؟

جواب۔ اول روز سپاہیوں کی یہ استدعا کہ انگریز قتل کر دیئے جائیں۔ بادشاہ نے منظور نہیں کی۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ دوسرے روز بسنت علیخاں مصاحب خاص جو اپنی وحشیانہ عادت میں مشہور تھا، سپاہیوں کے پاس گیا اور انگریزوں کے قتل پر زور دیا۔ چنانچہ بادشاہ نے بھی حکم دیدیا کہ انگریز ان کے حوالہ کر دیئے جائیں پھر سپاہیوں نے انہیں قتل کر ڈالا یہ تھا جو کچھ میں نے اپنے گھر سے سنا۔ قتل کئے جانے کی صبح دیوان خاص کے دروازے پر بسنت علیخاں نے کھڑے ہو کر باآواز بلند کہا کہ بادشاہ نے انگریزوں کے قتل کی اجازت دیدی ہے۔ اور ملازم کے ہتھیار بند سپاہیوں کو قتل میں شریک ہونے کی ہدایت کی۔

سوال۔ کیا تمہارے خیال میں اگر بادشاہ چاہتے تو ان انگریزوں کو اور خصوصاً انکے بیوی بچوں کو بچا سکتے تھے!

جواب۔ میں نے شہر میں سنا تھا کہ بادشاہ انگریزوں اور خاص کر انکی عورتوں بچوں کو بچانا چاہتے تھے۔ مگر سپاہیوں کے غیظ و غضب کی مخالفت کرنے کی انہیں جرأت نہیں ہوئی۔

سوال۔ کیا بادشاہ کے زنان خانہ میں کافی جگہ نہیں تھی جہاں انگریز عورتوں مردوں اور بچوں کو چھپا دیا جاتا

جواب۔ ضرور تھی۔ وہاں تو اتنی گنجایش تھی کہ اگر پانچسو آدمی چھپا دیئے جاتے

تو پتہ نہ لگ سکتا کیونکہ وہاں کئی خفیہ راستے اور تہ خانے تھے۔ جہاں باغی لوگوں سے بچکر عصمت مآب عورتیں روپوش ہو سکتی تھیں؟

سوال۔ برٹش افواج کے محاصرہ کرتے وقت تم دہلی میں موجود تھے۔

جواب میں غدر شروع ہونے سے تین ماہ متواتر دہلی میں مقیم رہا حتیٰ کہ شاہی آدمیوں نے گورنمنٹ کے ملازموں کی تلاشیاں اس شبہ پر لینی شروع کر دیں کہ وہ گورنمنٹ کو خبریں پہنچا رہے ہیں۔ میں اسوقت فرار ہو گیا اور شہر میں اسوقت تک قدم نہ رکھا جب تک کہ گورنمنٹ نے دوبارہ دخل نہ پا لیا۔

سوال۔ قلعہ میں انگریزوں کے قتل کے بعد کیا کچھ اور انگریز بھی مارے گئے تھے؟

جواب۔ مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ دوبارہ قتل کے لئے کوئی انگریز باقی رکھا گیا ہو البتہ قتل مذکورہ کے قبل میں نے سنا تھا کہ اڑتیس یا چالیس انگریز تہ خانہ میں روپوش ہو گئے تھے۔ مگر بھوک سے تنگ آکر باہر نکل آئے اور مار ڈالے گئے۔

سوال۔ کیا سپاہیوں کو علاوہ مجرب کارتوسوں کے تمنے اور کوئی شکایت کرتے سنا۔

جواب۔ نہیں میں نے کبھی نہیں سنا۔

سوال۔ محاصرہ کے زمانے میں کمپنی کی حکومت کی نسبت سپاہی عموماً کیا رائے رکھتے تھے۔

جواب۔ وہ عموماً گورنمنٹ کی بہت شکایت کرتے تھے کہ وہ ہمارے مذہب اور قوم کی بیخکنی کرتی ہے۔ انگریزوں کے قتل کا حتمی عہد کر چکے تھے۔ وہ جو زخمی پڑے ہوئے تھے نہایت خوشی سے کہتے تھے کہ انگریزوں نے جو بے پرواہی ہمارے ساتھ برتی اسکے مقابلہ میں ہمارا مر جانا اچھا۔

سوال انگریز گورنمنٹ کے برخلاف کیا ہندو اور مسلمانوں کے جذبات میں کچھ فرق تھا؟

جواب۔ جی ضرور تھا مسلمان متفقہ طور پر گورنمنٹ برطانیہ کو الٹ دینے کے درپے تھے مگر بڑے بڑے ہندو تاجروں و ساہوکاروں میں اسپر اظہار افسوس کیا جاتا تھا۔

سوال۔ مگر ہندو اور مسلمان سپاہیوں کے جذبات میں تو کوئی اختلاف نہیں تھا۔ کیا دونوں انگریزی حکومت کے خلاف تھے۔؟

جواب۔ فوج میں تو ہندو اور مسلمان ہر دو کے جذبات عموماً یکساں تھے۔

سوال۔ تم سمجھتے ہو کہ میرٹھ کی سپاہ کا قلعہ میں انتظار تھا۔؟

جواب۔ جی ہاں انکا انتظار کیا جاتا تھا۔ اتوار کو میرٹھ سے خطوط آئے تھے جن میں یہ خبر تھی کہ ۸۲ سپاہیوں کو پابہ زنجیر کر لیا گیا ہے۔ اور انجام کار معاملہ بالکل خطرناک صورت اختیار کر لیگا۔ چنانچہ قلعہ کے دربان تک اپنے جذبات وخیالات کو پوشیدہ نہ رکھہ سکے علانیہ کہنے لگے کہ انہیں امید ہے کہ میرٹھ میں بغاوت کرکے فوجیں دہلی آئیں گی۔

سوال۔ تمہارے پاس کوئی وجوہات ہیں کہ ملزم کو بھی اسکی اطلاع دیدی گئی تھی اور خبردار کر دیا گیا تھا؟

جواب۔ نہیں۔ میرے پاس کوئی وجہ نہیں ہے۔

سوال۔ کیا کسی وجہ سے تم فیصلہ کر سکتے ہو کہ ملزم کو میرٹھ سے آنیوالی فوجوں کا پیشتر سے علم تھا؟

جواب۔ میرے مشاہدہ میں قبل یا بعد کوئی ایسی بات نہیں آئی جس سے میں یہ نتیجہ اخذ کرسکوں۔

سوالات جرح از ملزم۔

سوال۔ تم نے پرسوں اپنی شہادت میں بیان کیا تھا کہ ایک انگریز جان بچانے کی کوشش میں مرزا کوچک کے مکان تک پہونچگیا۔ جہاں اسے گولی ماردی گئی کیا مرزا کوچک اسوقت مکان میں تھا؟

جواب۔ جی میں اس قسم کے تفصیلی واقعات نہیں بتا سکتا؟

سوال۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ مسٹر فریزر کے قاتلوں کو میں نے کھڑا کیا تھا یا فوج نے۔

انہیں ایسا کرنے کی ہدایت کی تھی۔؟

جواب۔ جہاں تک مجھے علم ہے بادشاہ کو قتل سے پہلے خبر نہیں تھی۔ باغیوں نے فوج کے ایما اور ترغیب سے انہیں قتل کیا۔

سوال۔ انگریز مقتولین کی لاشوں کو میں نے لیجانے کی خواہش ظاہر کی اور سپاہیوں نے مجھے اجازت نہیں دی۔ کیا یہ تم نے سنا ہے؟

جواب۔ جی نہیں۔ اسکا مجھے علم نہیں۔

سوال۔ کیا تم خوب جانتے ہو کہ میں نے اپنے مسلح مصاحبوں کو انگریزوں کے قتل کا حکم دیا تھا۔ یا بسنت علی خاں نے غلط اڑایا تھا؟

جواب۔ میں کہہ نہیں سکتا

عدالت نے اظہار رسلئے

سوال۔ جسوقت قتل ہونے سے پیشتر تمنے انگریزوں کو بندھا ہوا دیکھا تھا۔ کیا بادشاہ کے معتبر افسر و ملازم موجود تھے۔

جواب۔ جی نہیں صحن میں انمیں سے کسی کو بھی میں نے نہیں دیکھا۔ البتہ مرزا مغل بادشاہ کے صاحبزادے اپنے مکان کی چھت سے کھڑے ہوئے صحن کا تماشہ دیکھ رہے تھے اور اسیوقت دوسرے صاحبزادے اور پوتے بھی اپنے اپنے مکانوں میں سے صحن کا نظارہ کر رہے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قتل کا نظارہ ہی کرنے کھڑے تھے۔

سوال۔ کیا ان میں سے کسی نے عورتوں اور بچوں کے بچانے کی کوشش کی۔ یا اس کے برعکس کیا؟

جواب۔ جی نہیں وہ صرف کھڑے تماشہ ہی دیکھتے رہے یہ طے پاچکا تھا کہ انگریز قتل کئے جائیں گے۔

گواہ جاتا ہے۔

کپتان فارسٹ اسسٹنٹ کمشنر آف آرڈیننس طلب کئے جاتے ہیں۔ اور حلف لیا جاتا ہے۔

جج ایڈووکیٹ نے اظہار لئے

سوال۔ کیا گذشتہ مئی کی گیارہ تاریخ کو تم دہلی میں تھے؟

جواب میں تھا۔

سوال۔ کیا اسوقت میرٹھ سے آئی ہوئی باغی فوجوں کو تمنے دیکھا تھا!

جواب۔ میں نے دیکھا تھا۔ پہلے غالباً ایک رجمنٹ سواروں کی آئی جس کے بعد ہی گیارہویں اور بارہویں دیسی پیدل رجمنٹوں نے بھی براہ میرٹھ اکر پل عبور کیا۔ یہ لوگ سنگینوں کو جھکائے ہوئے چلے آرہے تھے۔ فوجی قاعدہ سے صفیں بندی ہوئی تھیں۔ اس سے قبل میں نے انہیں نہیں دیکھا مگر سنا البتہ تھا کہ علی الصباح بوقت سات بجے سواروں کا ایک دستہ پل سے گذر کر دہلی میں داخل ہوچکا ہے۔ جسوقت یہ فوجیں پل عبور کررہی تھیں میں میگزین میں تھا۔ انکی آمد کے تھوڑے عرصہ قبل سرتھیوفلس مٹکاف نے مجھ سے کہا تھا کہ باغی فوجوں کے میرٹھ سے آنے کی افواہ ہے۔ اور دو توپیں باہر نکلوانی چاہی تھیں تاکہ ان سے پل توڑ دیا جائے اور باغی دریا کو عبور نہ کرسکیں۔ لیکن نہ تو وہاں جانور تھے کہ توپوں کو باہر نکالا جاتا اور نہ گولہ انداز، جو توپ چلاتے۔ لہذا مسٹر ولف نامی نے میرے ساتھ اس رائے پر اتفاق کیا۔ اور کہا کہ سب سے بہتر تجویز تو یہ ہے کہ میگزین کے دروازے بند کرلئے جائیں۔ اور حتی المقدور اسکی حفاظت کیجائے ہمنے سمجھ رکھا تھا کہ اگر شام تک ہم میگزین پر قابض رہ گئے تو یقیناً میرٹھ سے انگریزی فوجیں آجائیں گی اور ہمیں مدد ملجائیگی نو اور دس بجے کے درمیان اڑتیسویں رجمنٹ دیسی پیدل کے صوبہ دار نے

جو میگزین کے دربانوں کا افسر تھا اور باہر رہا کرتا تھا۔ کھڑکی میں سے مجھے اطلاع
کی کہ بادشاہ دہلی نے میگزین پر قبضہ کرنے کی نیت سے ایک فوجی گارد بھیجا ہے۔
اور انگریزوں کو محل میں طلب کیا ہے۔ اور اگر وہ اسے نامنظور کریں تو میگزین سے
نکلکر کہیں جانے نہ پائیں اسوقت کوئی گارد نہیں تھا۔ صرف ایک پیام رساں کھڑا
تھا۔ وہ خوش پوش اور معزز مسلمان معلوم ہوتا تھا۔ ہمنے صوبہ دار دربان سے کہا کہ
وہ کسی فرمان یا پیام پر التفات نہ کرے اور سوا میرے یا لفٹنٹ ولف بائی کے خود
کوئی جواب نہ دے۔ ہمنے اس شخصکو مذکورہ بالا پیام لایا تھا کوئی جواب نہیں دیا۔
تھوڑی دیر گزرنے کے بعد ایک دیسی افسر بادشاہی سپاہیوں کا ایک بردست دستہ
لیکر بادشاہ کے حکم سے نفیس وردیاں زیب بدن کئے ہوئے آئے۔ اور صوبہ دار
دربان ونان کمینشنڈ افسر سے کہنے لگے کہ بادشاہ نے تمہاری امداد کے لئے ہمیں
روانہ کیا ہے۔ اسیوقت میں نے بھی صوبہ دار کو احکام دئے تھے اور کہا تھا کسی کی
باتوں پر التفات نہ کرو۔ بعد ازاں دیسی افسر نے میگزین کے ہر ایک دروازہ پر
ایک ایک ماتحت افسر کے ہمراہ بارہ بارہ سپاہیوں کو متعین کردیا۔ ان لوگوں
نے فوجی قاعدہ کے بموجب اپنی سنگین زمین میں گاڑدیں اور باقاعدہ کھڑے ہوگئے
انہوں نے افسروں کے ہر ایک حکم کی بجاآوری سپاہیانہ کی وہ سب کے سب فوجی
شاہی وردی پہنے ہوئے تھے۔ یہ واقعہ دس اور گیارہ بجے دن کے درمیان کا ہے۔
اسکے ایک گھنٹہ بعد دربان نے باہر سے پکار کر کہا کہ یا تو میں یا لفٹنٹ ولف بائی
اس کے پاس جاکر کھڑے کھڑے گفتگو کرآئیں۔ جب ہم دونو دروازہ پر پہونچے تو اسنے
اطلاع دی کہ بادشاہ دہلی نے تمام گورنمنٹ کا سامان نکال لیجانے کے لئے کئی آدمیوں
کو روانہ کیا ہے اور ہم انہیں اس سے باز نہیں رکھ سکتے اسکی بات کا نہ تو میں نے
اور نہ مسٹر ولف بائی نے کوئی جواب دیا بلکہ کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا تو

تمام مال واسباب صاف کر دیا گیا تھا۔ جو لوگ اس کام میں لگائے گئے تھے
معمولی مزدور تھے جن سے شاہی گارد کا ایک دستہ کام لے رہا تھا۔ دستہ پوری
وردی میں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے دربانوں کے صوبہ دار نے مجھ سے یا لفٹنٹ
ولف بائی سے ملنا چاہا اور جب ہم دونوں اس کے پاس گئے تو وہ کہنے لگا کہ بادشاہ
کے پاس سے ایک پیامبر اتنا کہنے کے لئے آیا ہے کہ اگر فی الفور دروازے نہ
کھولے گئے تو وہ فوراً حملہ کرنے کے لئے اور دیوار پر چڑھنے کے واسطے سیڑھیاں
روانہ کرینگے۔ اور یہ سیڑھیاں کچھ دیر بعد لائی گئیں جنہیں میگزین کے جنوب مشرقی
گوشہ پر لگا دیا گیا۔ میگزین کے ہندوستانی کام کرنے والے یہ دیکھتے ہی ایک
ڈہالو گودام میں سے ہو کر دیوار پر چڑھ گئے اور سیڑھیوں سے اتر کر باہر نکل بھاگے۔
باغیوں نے یہ دیکھکر ذرا دیر نہیں کی اور اوپر چڑھنا شروع کیا اور چھوٹے برج میں
گھسنے کا راستہ بنا لیا۔ وہاں سے ہم پر حملہ کرنے لگے۔ انہوں نے شام کے ساڑھے
تین بجے تک حملہ جاری رکھا اور اندر اترنے کی کوشش کرتے رہے۔ ہمنے انپر
گولیاں برسانی شروع کیں۔ صرف مسٹر بکلی اور میں دو ہی بندوقیں چلا رہے تھے
دو بندوقیں ہم بھری ہوئی رکھتے اور دو سے فیر کرتے جاتے تھے اور دو توپیں
میگزین کے دوسرے دروازہ پر رکھوا دی گئی تھیں۔ جنپر سب کنڈکٹر کراؤ۔ اور
سارجنٹ ایڈورڈ کو مامور کیا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں روشن فلیتے موجود تھے
مگر لفٹنٹ ولف بائی کا حکم تھا کہ تا وقتیکہ باغی دروازہ پر حملہ نہ کریں بتی نہ دکھائی
جائیں۔ یہ دونوں میگزین میں مارے گئے۔ ایک توپ دریا کے رخ رکھی گئی
تھی اور کنڈکٹر شا کو اسپر مسلط کیا تھا جو آخر کار کشمیری دروازہ کے محافظین کی طرف
بھاگا۔ اور نمبر ۵ دیسی پیدل رجمنٹ کے ایک سپاہی کی گولی سے ہلاک ہوا۔
لفٹنٹ ولف بائی اور میں بہت مستعدی دکھا رہے تھے۔ ایک پہرہ سے

دوسرے تک جاتے ضروری احکام دیتے اور باغیوں کو منتشر کرنے کی فکر کرتے پھر رہے تھے۔ اس اثنا میں میں اور ولف بائی کئی بار دروازہ تک گئے۔ اور جب باہر والوں سے دریافت کیا کون حملہ آور ہو رہا ہے تو ہمیشہ یہی جواب ملا کہ بادشاہ کا ایک لڑکا اور ایک پوتا دونو ہم پر حملہ کرنے کی تدبیریں کر رہے ہیں اور جتنے آدمی سیڑھیاں لگا کر چڑھے تھے وہ سب گیارہویں اور بیسویں دیسی پیدل رجمنٹ کے سپاہی تھے۔ ایک بجے کے قریب جو پیام آیا تھا میں کہنا بھول گیا۔ وہ یہ تھا کہ اگر وہ لوگ مطیع نہ ہونگے تو ہم دیوار کا وہ حصہ جو بالکل کمزور ہے توڑ کر اندر داخل ہو جائینگے چار بج چکے۔ کل گیارہ بجے تک کے لئے عدالت برخاست ہو گئی۔

نویں روز کی کارروائی

یوم جمعہ - ۶ رفروری ۱۸۵۸ء

قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں آج عدالت منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی۔ جج ایڈوکیٹ جنرل سب موجود ہیں۔

ملزم مع انکے مختار غلام عباس کے عدالت میں لائے گئے۔

کپتان فارسٹ اسسٹنٹ کمیشنری آف آرڈیننس طلب کئے گئے اور گذشتہ بیان کی یاددہانی کی گئی۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے

سوال۔ ساڑھے تین بجے تک جو کچھ ہوا وہ تم بیان کر چکے ہو بعد میں کیا ہوا؟

جواب۔ اسوقت تک میگزین بچانے میں ہمنے کثیر بارود گولی صرف کی، مگر چونکہ سامان مختلف جگہوں پر رکھا ہوا تھا لہذا ہم زیادہ حفاظت نہ کرسکے۔ کنڈکٹر بکلی کے شانے میں زخم لگ گیا تھا اور میرے ہاتھ میں بھی دو زخم لگ چکے تھے۔ لفٹنٹ

ولف بائی جو صبح سے ساڑھے تین بجے تک ہمیں میگزین اڑ انے سے باز رکھتے رہے صورت حالات کا معائنہ کر کے انہیں بھی اسکی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور ساڑھے تین بجے یہ دیکھکر کہ وہ وقت آگیا ہے جبکہ ایسا کیا جائے۔ انہوں نے آخری اشارہ کرنے کا حکم دیا۔ جو یہ تھا کہ کنڈکٹر بکلی پیچھے مڑکر اپنے سر سے ٹوپی اٹھائیں اور کنڈکٹر اسکلی دیکھتے ہی شتابہ میں آگ دیدیں۔ جو بالکل تیار تھا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور کنڈکٹر اسکلی نے فوراً مڑکر شتابہ کو آگ دکھادی اور ایک سکنڈ میں میگزین بھڑک اٹھا۔ ہولناک آواز ہوئی اور گرد و پیش کے ہزارہا ہندوستانی جل کر مر گئے۔ کہا جاتا ہے کہ دیواروں کے ٹکڑے نصف میل پر جا جا کر گرے، اور کئی انگریز عورتیں اور بچے جنہوں نے میگزین میں پناہ لی تھی بہت بری طرح زخمی ہوئے اور بعض مر گئے۔ کنڈکٹر اسکلی کو خود سخت زخم آیا۔ میگزین کے اڑنے کے بعد جب میں نے اسکا چہرہ دیکھا تو جینے کی بہت کم امید تھی ہاتھ اور چہرہ بالکل کوئلہ ہو گئے تھے، مجھے صرف یہ اور کہنا ہے کہ دیسی آدمیوں میں سے کوئی ایک بھی میگزین میں نہ ٹھیرا۔ دبنگالی مورخ بھی تسلیم کرتا ہے، انہیں پہلا موقعہ ملتے ہی ہتھیار لیکر وہ فرار ہو گئے اور میگزین کی حفاظت کے لئے ہم لوگوں کو تنہا چھوڑ گئے۔ میگزین اڑاتے ہی میں اور لفٹنٹ ولف بائی کشمیری دروازہ کے محافظین کی طرف بھاگے۔ لفٹنٹ ریزا اور مسٹر بکلی دوسری راہ سے بھاگے اور آخر کار میرٹھ پہونچگئے۔ بقیہ تمام یا تو میگزین میں جل گئے یا اسکے بعد بھاگتے ہوئے قتل ہوئے۔ دو تین روز بعد لفٹنٹ ولف بائی بھی میرٹھ کے راستہ میں قتل کر دیئے گئے۔

سوال۔ جو سیڑھی دیوار پر چڑھنے کے لئے لائی گئی تھی وہ پرانی تھی یا قصداً اسی مقصد کے لئے طیار کی گئی تھی۔

جواب۔ میں سیڑھی کو صرف ایک فٹ تک دیکھ سکتا تھا اور وہی حصہ دیکھ سکتا تھا

جو دیوار سے اونچا تھا، لہذا ایسے سوالات کا جواب میں نہیں دے سکتا۔
سوال۔ ہندوستانی عملے کی پوشاک یا عادت میں اس روز کوئی فرق معلوم ہوتا تھا؛ یا غدر سے پہلے کچھ ایسے آثار پائے جاتے تھے جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ انہیں اس واقعہ کی پیشتر سے خبر تھی؟
جواب ان کی پوشاک میں میں نے کوئی فرق نہیں پایا۔ البتہ غدر کے کئی روز پہلے سے ان کی عادات میں فرق عظیم مشاہدہ کیا جاتا تھا۔ وہ ہماری توہین کرتے اور بسا اوقات دھمکا دیتے تھے، خصوصاً مسلمان عملہ ایسی حرکتیں کرتا تھا۔ مسٹر بکلی نے بھی آپ مشاہدہ کیا اور ہم دونوں آپس میں اسکی نسبت گفتگو کرتے رہتے تھے۔ گیارہ مئی کی صبح کو جب میں میگزین میں گیا تو میں نے دیکھا کہ محافظین وغیرہ نہایت نفیس لباس پہنے ہوئے ہیں، جیسا کبھی انہیں پہنے نہیں دیکھا تھا۔ نیز میگزین کے مزدور اپنی معمولی پوشاک میں نہیں تھے بلکہ صاف پوشاک پہنے ہوئے تھے۔ میں نے لفٹنٹ ولف بائی کو بھی مشاہدہ کرایا، جنہوں نے میرے ساتھ اتفاق کیا اور کہا کہ مجھکو بھی اس معاملہ سے سخت تشویش ہے۔
سوال۔ کیا تمہارے پاس کوئی شہادت ہے کہ میگزین کے ہندوستانی عملے نے کارتوسوں کی نسبت فوج کے سپاہیوں سے کچھ کہا ہو؟
جواب۔ میں جبتک دہلی میں رہا، اس قسم کا کسی پر شبہ نہیں تھا۔ لیکن ۱۹ مئی کو میرٹھ پہنچکر ہسپتال میں داخل ہونے پر۔ کیونکہ میں زخمی ہوگیا تھا۔ توپخانہ ہسپتال کے سارجنٹ نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا دہلی کے میگزین میں کوئی دیسی ہوشیار شخص بھی ملازم تھا؟ میں نے کہا جی ہاں تھا، اور ایک شخص کریم بخش نامی کا ذکر کیا، جو نہایت عقلمند اور عالم آدمی تھا۔ فارسی نہایت اچھی طرح لکھ پڑھ لیتا تھا۔ اس سارجنٹ نے پھر مجھ سے ذکر کیا کہ صبح ایک ہندوستانی نے مجھ سے

اگر کہا ہے کہ دہلی کے میگزین سے کسی شخص نے تمام رجمنٹوں میں مراسلے بھیجے ہیں
کہ جو کارتوس اس میگزین میں بنائے جاتے ہیں انپر چربی لگی ہوئی ہوتی ہے۔
اور اگر انگریز افسر کوئی بات اس بارے میں کہیں تو ان لوگوں کو انکا مطلق اعتبار
نہ کرنا چاہیئے۔ یہ شخص کریم بخش جسوقت ہندوستانی، میگزین پر حملہ آور ہو رہے تھے بہت
سرگرمی دکھا رہا تھا اور حملہ آوروں سے سلسلہ جنبانی کر رہا تھا اسکی تمام خصلت ایسی
مشتبہ نظر آئی کہ لفٹنٹ ولف بائی نے اسے دروازے سے باہر کر دینے کا حکم دیا
اور کہا کہ اگر وہ ذرا کچھ اور سرگوشی کرے گا تو میں فی الفور اسے گولی مار دونگا۔

جرح از ملزم

سوال۔ وہ لوگ کس قسم کی وردی پہنے ہوئے تھے جنہیں تم میرے سپاہی بتاتے ہو
جو میری طرف سے میگزین پر قبضہ کرنے گئے تھے۔

جواب۔ وہ ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ نیلی پوشاک تھی جسپر پیتل کی ایک ڈاب تھی جس میں
بندوقیں لگی ہوئی تھیں یہی وہ وردی تھی جسے میں تیس برس سے آپ کے توپخانہ
کے سپاہیوں کو پہنے دیکھتا ہوں۔ جب ان سے پوچھا گیا۔ کہ یہ کون لوگ ہیں
تو سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ بادشاہ کے ملازم

عدالت نے اظہار لئے۔

سوال۔ تم نے کبھی غور کیا کہ یہ سیڑھیاں کہاں سے لائی گئی تھیں!

جواب۔ نہیں میں نے غور نہیں کیا۔

گواہ چلا جاتا ہے۔

مکھن۔ کپتان ڈگلس کا چوبدار عدالت میں طلب کیا گیا اور قسم دی گئی۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال۔ کیا گذشتہ مئی کی گیارہ تاریخ کو کپتان ڈگلس کے پاس تم تھے

جواب۔ جی ہاں میں اس روز کپتان ڈگلس کے کمرے میں صبح سے ان کے قتل ہونے تک موجود رہا۔

سوال۔ اس موقع پر تم نے کیا کیا دیکھا؟

جواب۔ قریب ۸ بجے صبح ایک سوار قلعہ کے لاہوری دروازہ کے پاس آیا۔ اور اندر آنے کی اجازت طلب کرنے لگا۔ محافظ نے انکار کیا مگر وہ ضد کرنے لگا۔ کپتان ڈگلس کو خبر دیدی گئی۔ جو فی الفور نیچے اُتر آئے اور آکر حال دریافت کرنے لگے۔ کپتان ڈگلس نے اس شخص سے دریافت کیا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ میرٹھ میں بغاوت کرکے آرہا ہے۔ اور اب دہلی کے ذرہ ذرہ کی حفاظت کریگا۔ کپتان ڈگلس نے اسکی گرفتاری کا حکم دیا مگر وہ بھاگ گیا۔ کپتان ڈگلس دروازہ سے پلٹ کر آرہے تھے کہ بادشاہ کا قاصد ملا۔ اور کہا کہ بہت سوار آرہے ہیں۔ اور محل کے نیچے جمع ہو رہے ہیں۔ کپتان موصوف اتنا سنتے ہی محل کی طرف چلے اور درباری کمرہ میں گھسکر برآمدہ میں پہونچے وہاں سے ان سواروں سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا مطلب ہے۔ ان میں سے ایک نے جواب دیا۔ ہمنے میرٹھ میں بغاوت کی ہے اور اب انصاف کی خاطر یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ کپتان ڈگلس نے کہا، فیروزشاہ کے پرانے قلعہ کو چلے جاؤ۔ وہاں تمہیں انصاف ملجائیگا۔ اس کے بعد کپتان ڈگلس قلعہ کے لاہوری دروازہ کو واپس ہوگئے جہان جاکر سنا کہ مسٹر فریزر کوتوال کے ہمراہ انتظام کرنے کے لئے کلکتی دروازہ گئے ہیں، کپتان ڈگلس نے مکان کی حفاظت کے لئے پہرہ متعین کیا اور مسٹر فریزر کے پیچھے چلے گئے۔ میں اور چپراسی انہیں کے ہمراہ پیچھے پیچھے ہولئے جب کلکتی دروازہ پر پہونچے تو مسٹر فریزر مسٹر ہچنزن اور دو صاحب اور موجود تھے جنکے نام مجھے معلوم نہیں۔ مسٹر فریزر ہندوستانی کوتوال کو حکم دے رہے تھے کہ دو سوار لیکر جاؤ اور بندوبست میں کوئی فرق نہ آنے دو۔

جب وہ ادہر چلے گئے تو معاً چار یا پانچ سوار ننگی تلواریں لئے محل کی طرف سے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان میں سے ایک نے نزدیک آکر مسٹر فریزر پر پستول کا فیر کیا۔ مسٹر موصوف بگھی سے کود پڑے اور بختاور سنگھ چپراسی نے پولیس کے پہرہ والے سپاہی کی بندوق لیکر اپنے آقا کو دیدی۔ بندوق بھری ہوئی تھی۔ مسٹر فریزر نے فیر کیا جس سے وہ سوار اسی جگہ ڈھیر ہوگیا۔ اسکے ہمراہیوں کو اس سے اشتعال پیدا ہوا اور انہوں نے جاتے جاتے مسٹر ہچنسن کو زخمی کر دیا۔ اسی اثنا میں عوام جمع ہوگئے اور کپتان ڈگلس گھبرا کر قلعہ کی خندق میں کود پڑے۔ جس سے ان کے پیروں اور پشت پر سخت چوٹ آئی۔ مسٹر فریزر لاہوری دروازہ تک اپنی بگھی میں بیٹھکر آئے۔ اور کپتان ڈگلس خندق کے اندر ہی اندر وہاں پہونچ گئے۔ اسی اثنا میں مسٹر ہچنسن اور مسٹر جنیکس بھی پہونچ گئے تھے دروازہ پر پہونچکر کپتان ڈگلس کو باہر نکالا گیا۔ انکی حالت نہایت ابتر تھی اور سخت چوٹ آئی تھی۔ انہوں نے کمرہ میں جسکا نام کلیات خانہ تھا پہونچا دینے کے لئے کہا اور انہیں وہاں پہونچا دیا گیا۔ مسٹر فریزر بندوبست کرنے کے لئے نیچے رہگئے تھے۔ اسیوقت میں نے دیکھا کہ حاجی لوہار نے انکو تلوار سے کاٹ ڈالا۔ اور بادشاہ کے ملازموں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حتی کہ انکا بالکل کام تمام ہوگیا۔ میں زینے کے اوپر تھا اور یہ واقعہ زینے کے نیچے ہوا تھا۔ مسٹر فریزر کے قاتلوں میں ایک حبشی بھی شریک تھا۔ قتل کر چکنے کے بعد وہ زینہ پر چڑھ گئے اور کمرہ میں گھسنا ہی چاہتے تھے کہ میں نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ اور دوسری راہ سے جاکر ہر طرف کے دروازے بند کرنے لگا۔ مجمع نے جنوبی رخ کے زینہ سے داخل ہونے کا موقعہ دیکھا اور فوراً اندر گھسکر تمام دروازے کھولدیئے۔ جس سے بقیہ آدمی جن میں مسٹر فریزر کے قاتل بھی تھے کمرے میں گھس آئے اور کپتان ڈگلس، مسٹر ہچنسن، مسٹر جنیکسن اور دو نوجوان

عورتوں کو جو وہاں تھیں قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھتے ہی میں نیچے بھاگا، میں نیچے نہ پہونچنے پایا تھا کہ " محمدو " بادشاہ کا قاصد مل گیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا، " فوراً بتاؤ کپتان ڈگلس کہاں ہے۔ تم لوگوں نے انہیں چھپا دیا ہے۔ اتنا کہکر وہ جبراً مجھے کھینچکر اوپر لے گیا۔ میں نے اسے جواب دیا، " تم لوگوں نے خود تمام انگریزوں کو قتل کر ڈالا ہے کپتان ڈگلس کے کمرہ میں پہنچکر میں نے دیکھا کہ وہ بالکل مردہ نہیں تھے۔ محمدو نے یہ دیکھتے لاٹھی کی کئی ضربیں انکے سر پر لگائیں جس سے وہ بالکل مرگئے۔ میں نے ان دونوں لیڈیوں کی اور دیگر لاشیں بھی دیکھیں مسٹر ہچنزن کی لاش ایک کمرہ میں پڑی ہوئی تھی اور دوسرے میں مسٹر جنینگس، وہ دونوں لیڈیاں اور کپتان ڈگلس کی لاشیں پڑی تھیں مگر کپتان ڈگلس بستر پر پڑے ہوئے تھے اور یہ سب فرش پر۔ ایک اور نو وارد انگریز جو اسی روز صبح کلکتہ سے آیا تھا بھاگنے کی جدوجہد کرتا ہوا ، لاہوری دروازہ کے پاس کہیں قتل کر دیا گیا تھا۔ مسٹر فریزر کی موت کے سوا گھنٹہ بعد تک انبوہ کثیر کمروں کا مال و اسباب لوٹتا رہا اور انکا قتل نو و دس کے درمیان ہوا تھا۔ میں نے اپنی جان کے خوف سے مکان کی راہ لی اور تا وقتیکہ گورنمنٹ نے دہلی پر دوبارہ قبضہ نہ کر لیا اپنے مکان سے باہر نہ نکلا۔

سوال۔ جس وقت کپتان ڈگلس دیوان خاص میں گئے تھے کیا تم ان کے ہمراہ تھے اور کیا انہوں نے ملزم سے ملاقات یا گفتگو کی تھی ؟

جواب۔ جی ہاں میں کپتان ڈگلس سے دو قدم پیچھے تھا اور ان کے ہمراہ رہا۔ اور کہہ سکتا ہوں کہ نہ ملزم سے ملاقات کی نہ کسی قسم کی گفتگو اور اپنے مکان واپس آگئے

سوال۔ کیا تمہیں یقین واثق ہے کہ گیارہ مئی کو صبح سے اپنے قتل ہونے تک کپتان ڈگلس نے بادشاہ سے گفتگو یا ملاقات نہیں کی ؟

جواب۔ مجھے یقین واثق ہے کہ انہوں نے صبح سے اپنے قتل ہونے تک بادشاہ

سے نہ ملاقات کی اور نہ گفتگو۔

سوال۔ کیا دیوان خاص میں جاتے وقت تمہارے علاوہ کوئی اور بھی تھا؟

جواب۔ جی ہاں۔ بختاور سنگھ و کشن سنگھ قاصد تھے۔

سوالات جرح از ملزم

سوال۔ کیا تمہارے سامنے کپتان ڈگلس نے ملزم سے نشستگاہ کا دروازہ کھلوانے کے لئے کہا تھا تاکہ باہر جا کر باغیوں سے گفتگو کریں؟

جواب۔ جی ہاں انہوں نے کہا تھا، اور کہا تھا کہ "باغیوں کے پاس جاؤنگا" مگر ہمنے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا تھا۔

سوال۔ کیا ملزم عبادت خانہ میں موجود نہیں تھے۔ اسوقت جبکہ کپتان ڈگلس برآمدہ پر چڑھ رہے تھے، اور اسکے قبل کپتان نے موافق معمول کورنش نہیں کی ہے؟

جواب۔ جی ہاں بادشاہ وہاں تھے مگر کپتان ڈگلس دور سے کورنش کر کے گذر گئے گفتگو نہیں کی۔

سوال۔ بادشاہ سے کپتان ڈگلس کتنے فاصلے پر تھے

جواب۔ پندرہ قدم کے فاصلے سے تھے۔

سوال۔ جب ملزم کپتان ڈگلس کو باغیون کے پاس جانے سے روک رہے تھے کیا تم نے کچھ گفتگو سنی تھی؟

جواب۔ جی نہیں میں نے نہیں سنی۔

سوال۔ کیا اس روز کپتان ڈگلس اور حکیم احسن اللہ خاں میں کچھ گفتگو ہوئی تھی۔

جواب۔ جی ہاں۔ کپتان ڈگلس کو چوٹ لگنے کے بعد جب وہ کمرہ میں آگئے تو حکیم احسن اللہ خاں ان کے کمرے میں گئے تھے مگر میں اسوقت موجود نہیں تھا۔ اور نہیں جانتا انہیں کیا گفتگو ہوئی۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ احسن اللہ خاں اپنی مرضی سے گئے تھے یا طلب کئے گئے تھے؟

جواب۔ میں نہیں جانتا۔

سوال۔ جب کپتان ڈگلس قلعہ میں آئے تو حکیم احسن اللہ خاں سے یا مجھ سے یا کسی اور شاہی ملازم سے کچھ گفتگو کی تھی؟

جواب مجھے خیال ہے کہ نہیں کی لیکن میں نے نزدیک سے نہیں دیکھا تھا۔

گواہ جاتا ہے۔

چار بج گئے عدالت برخاست ہوتی ہے اور ۸ تاریخ گیارہ بجے صبح تک کے لئے مقدمہ ملتوی کر دیا جاتا ہے۔

دسویں روز کی کارروائی

یوم دوشنبہ۔ ۸ فروری ۱۸۵۸ء

قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں آج بوقت گیارہ بجے عدالت کا اجلاس ہوا۔

پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی جج۔ ایڈوکیٹ جنرل سب موجود ہیں۔

ملزم اپنے مختار غلام عباس کے ہمراہ عدالت میں حاضر کئے گئے۔

سر تھیوفلس میٹ کاف کو عدالت میں طلب کیا گیا اور ان سے حلف لیا گیا

جج ایڈوکیٹ کا اظہار لینا۔

سوال۔ ماہ مئی میں غدر سے چند روز قبل جامع مسجد دہلی کی دیوار پر کیا کوئی کاغذ چسپاں کیا گیا تھا جسے شاہ ایران کا اعلان بتایا گیا ہو؟

جواب۔ جی ہاں۔ میلے سے کاغذ کا ایک چھوٹا ٹکڑا تھا جس کے دائیں اور بائیں تلوار و ڈھال کی شکل بنی ہوئی تھی اس کا مضمون یہ تھا کہ شاہ ایران عنقریب اس ملک میں آنیوالے ہیں۔ اور انہوں نے تمام دینداروں کو جو پیروان محمدؐ ہوں،

اپنے ساتھ متفق ہو کر کافر انگریزوں کو فنا کرنے کی دعوت کی ہے۔ اور جو لوگ اس کام میں شریک ہونگے انکے لئے اجر عظیم ہو گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اشتہار دیکھکر دہلی کے پانچسو مسلمانوں نے جہاد کرنے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔

سوال۔ کیا اس میں کچھ اور بھی تحریر تھا کہ فرقہ شیعہ سنی اپنے اختلاف کو دور کر کے متفق ہوں اور باہم ملکر انگریزوں سے جہاد کریں؟

جواب۔ جی نہیں۔ مجھے خیال نہیں کہ یہ تھا۔

سوال۔ کیا اشتہار مذکورہ جس کے لئے بیان کیا جاتا تھا کہ شاہ ایران نے بھیجا ہے جعلی تھا؟

جواب۔ جی ہاں میں تو ایسا ہی خیال کرتا ہوں۔

سوال۔ یہ جامع مسجد کی دیوار پر کب تک چسپاں رہا؟

جواب۔ تقریباً تین گھنٹہ تک، وہ رات کے وقت چسپاں کیا گیا تھا مجھے ٹھیک تاریخ یاد نہیں لیکن غدر کے چھ ہفتے پیشتر چسپاں ہوا تھا۔ یہ خوب یاد ہے اور صرف تین گھنٹہ تک لگا رہا۔ صبح کے وقت اس کے پاس آدمیوں کا ہجوم لگ گیا اور جب میں نے سنا تو جا کر اتار ڈالا۔

سوال۔ جہاں تک تم جانتے ہو کیا دہلی کے باشندوں کو اس کے پڑھنے کا بہت شوق تھا اور کیا اکثر اسکا چرچہ ہوتا رہتا تھا؟

جواب۔ جی نہیں۔

سوال۔ کیا پتہ لگانے کی کوشش کی گئی تھی کہ یہ کہاں سے آیا؟

جواب۔ بالکل نہیں۔ یہ بالکل مہمل تصور کیا جاتا تھا عام خیال تھا کہ کسی بدمعاش نے چسپاں کر دیا ہو گا۔ پھر اسکے لئے تحقیقات لاحاصل تھی۔

سوال۔ کیا کسی اور وجہ یا بنا پر تم کہہ سکتے ہو کہ اس وقت دہلی کی مخلوق میں

گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف کسی قسم کی بغاوت کے آثار پائے جاتے تھے؟

جواب۔ جی نہیں۔ دہلی کی مخلوق میں نہیں پائے جاتے تھے بلکہ وہ تو فوجی سپاہیوں میں گورنمنٹ کی وفاداری کی ضرورت محسوس کرتے تھے۔ اور اکثر اس مضمون پر مباحثے ہوتے رہتے تھے۔ مگر غدر سے تقریباً پندرہ روز قبل صحیح طور سے اطلاع ملی تھی کہ مجسٹریٹ کے نام ایک گمنام خط بھیجا گیا تھا کہ کشمیری دروازہ بسبب شہر بھر میں مستحکم مقام ہونے کے اور دہلی چھاؤنی کی شاہراہ ہونے کے باعث انگریزوں سے چھین لیا جائیگا۔ اور جب کبھی شہر میں بلوہ ہوگا سب سے پہلے اسی مقام پر قبضہ کیا جائیگا۔ یہاں فوجی گارد متعین رہتا ہے اور جنگی نقطۂ نظر سے اسی مقام پر پہلے قبضہ کرنا چاہیئے۔ یہ خبر بالکل راست تھی۔ اور اس سے اہل دہلی کے بعد کے خیالات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر انہیں برانگیختہ کیا گیا تھا ان کے جذبات کو مشتعل کرنیکا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ بادشاہ کے ایک شیدی ملازم نے جو قلعہ میں رہتا تھا نمبر ۴ بے قاعدہ سواروں کی رجمنٹ کے رسالدار کو خفیہ طور پر بہکایا تھا کہ ہماری ملازمت چھوڑ کر بادشاہ کی ملازمت کرے۔ اور بغرض ترغیب یہ کہا کہ موسم گرما میں، روسی، ہندوستان میں آئیں گے اور انگریزی سلطنت کا خاتمہ ہو جائیگا۔ رسالدار نے مجھے اسکی اطلاع کی تھی اس کا نام ایوریٹ ہے وہ انگریزی گفتگو کر سکتا ہے اور انگریزی خون سے ملکر پیدا ہوا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ چھ ماہ پیشتر بادشاہ نے روس کو سفیر روانہ کئے تھے۔ رسالدار مذکور ابھی بلاسپور میں ہے

سوال۔ کیا چپاتیوں کی بابت عدالت کو کوئی اطلاع دے سکتے ہو جو غدر سے چند ماہ قبل گاؤں گاؤں تقسیم کی گئی تھیں تمہیں انکی اصلیت یا تقسیم کئے جانے کا مطلب بھی معلوم ہوا؟

جواب۔ انکی بابت صرف خیال ہی خیال ہے۔ لیکن پہلا اعتقاد جو ہندوستانیوں

میں تھا وہ یہ ہے کہ یا تو وہ کسی بیماری یا آفت کے سلسلہ میں بھیجی گئی تھیں مگر یہ غلط فہمی تھی۔ جب میں نے تحقیقات کی تو ثابت ہوا کہ گورنمنٹ مواضع ہی تک محدود تھیں کسی ریاست میں نہیں بھیجی گئیں وہ صرف حدود دہلی کے چار پانچ گاؤں میں تقسیم ہوئی تھیں کہ ذمہ دار حکام نے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ میں نے ان اشخاص کو اپنے روبرو طلب کیا۔ جو ضلع بلند شہر سے یہاں لاکر تقسیم کر رہے تھے۔ انکی عذر خواہی بھی تھی کہ گورنمنٹ کے حکم سے تقسیم کیجارہی ہیں اور یہ کہ جسطرح وہ تقسیم کر رہے ہیں اسی طرح انہیں بھی تقسیم کی گئی ہیں مجھے معلوم ہے کہ حدود دہلی میں چپاتیوں کا مدعا یہ سمجھا گیا تھا۔ کیونکہ درحقیقت یہ ان لوگوں کے لئے تھیں جو ایک ہی ساتھ بیٹھکر کھانا کھا لیتے ہوں اور ان لوگوں سے امتیاز کرنیکے لئے تھیں جو باہم اختلاف رکھتے ہیں اور مختلف رسم و رواج کی پابندی کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ چپاتیوں کی ابتدا لکھنؤ سے ہوئی اور کچھ شک نہیں کہ اپنے ہمخیالوں میں جوش پھیلانا اور انہیں طیار رہنے کی ہدایت کرنا مقصود تھا۔ تاکہ وقت پر ایک دوسرے کو سہارا دیں۔ اور آنیوالے خطرات کا مستعدی سے مقابلہ کریں۔"

سوال۔ کیا تم نے سنا ہے کہ ہرات کی طرف ایرانیوں کی پیشقدمی کا ہندوستانیوں میں بہت چرچہ ہوا کرتا تھا؟

جواب۔ جی ہاں کثرت سے اور اکثر روسیوں کے ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی بھی افواہ تھی۔ ہر ایک اخبار کا نامہ نگار کابل میں رہتا تھا اور وہاں سے شمالی خبر رسانی ہوتی تھی۔ ہر ایک اخبار میں شمالی خبروں کا ایک حصہ ضرور رہتا تھا

سوال۔ تم جانتے ہو وہ شیدی حبس نے مسٹر ایوریٹ کو گورنمنٹ کی ملازمت ترک کرنے کی ترغیب دی تھی اب کہاں ہے۔

جواب وہ عرب سرائے میں قتل کردیا گیا۔

سوال۔ کیا تم عدالت کو بتا سکتے ہو کہ سپاہیوں یا دیسی آبادی میں اسی قسم کا کوئی اور خیال بھی پھیلا ہوا تھا؟

جواب۔ جی ہاں مجھے معلوم ہے کہ غدر کے پانچ یا چھ ہفتے قبل سپاہیوں کی لائنوں میں یہ خبر مشہور تھی اور کثرت سے تذکرے ہوتے تھے کہ دس لاکھ روسی شمال کی جانب سے آرہے ہیں اور گورنمنٹ کمپنی بہت جلد نیست و نابود ہو جائے گی۔ روسیوں کی فوجکشی تو عام طور پر مشہور تھی۔

سوال۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ بادشاہ دہلی ان کے رشتہ دار یا متعلقین غدر سے پہلے کمپنی کی فوج سے پوشیدہ خط وکتابت یا پیام رسانی کرتے تھے۔

جواب۔ جی نہیں میں اس معاملہ پر رائے زنی نہیں کر سکتا۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ شاہ دہلی نے شاہ ایران کے پاس خطوط یا سفیر پوشیدہ روانہ کئے تھے۔

جواب۔ میں نے سنا ہے کہ انہوں نے روانہ کئے تھے مگر یقیناً نہیں کہہ سکتا

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ ہٹ جاتا ہے۔

پیرزادہ حسن عسکری عدالت میں طلب کئے جاتے ہیں اور حلف اٹھاتے ہیں۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے

سوال۔ کیا تم ایام غدر میں دہلی میں تھے۔ اگر تھے تو کیا کام کرتے تھے۔

جواب۔ جی میں دہلی میں تھا۔ میرا کام پیری مریدی تھا۔ ایک موقع پر بادشاہ بیمار ہوئے۔ اور کئی درویش دعا کرنے کے لئے آئے تھے۔ اسوقت مجھے بھی طلب کیا گیا تھا۔ جب میں نے کچھ دعائیں پڑھکر دم کیں اور بادشاہ نے شفا

پائی تو اکثر مجھے طلب کرنے لگے۔ لیکن بار بار کی طلبی سے عاجز آکر میں نے بادشاہ سے التجا کی کہ آئندہ مجھے نہ طلب کیا جائے۔ اسوقت بادشاہ نے قسم کھا کر وعدہ کیا کہ اب وہ صرف اسیوقت بلایا کرینگے جب بہت سخت بیمار ہونگے۔

سوال۔ کیا شیدی قنبر شاہی ملازم کو تم جانتے ہو۔

جواب۔ میں بادشاہ کے اکثر مسلح حبشی مصاحبین کو صرف صورت سے پہچانتا ہوں۔ دو تین کے نام بھی جانتا ہوں مگر شیدی قنبر ان میں سے نہیں ہے۔

سوال۔ عدالت ہذا کے روبرو شہادت دیگئی ہے کہ تم نے ایک حبشی شیدی قنبر نامی کو شاہ دہلی کا خط دیکر شاہ ایران کے پاس روانہ کیا۔ تم اسکی بابت کیا کہتے ہو۔

جواب میں اس معاملہ میں کچھ نہیں جانتا۔

سوال۔ شہادت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تمہیں پیشنگوئی کرنے کا زعم ہے خوابوں کی تعبیر بتاتے ہو۔ آسمان سے تمہیں الہام ہوتا ہے۔ صاحب کرامت ہونیکا تمہیں دعویٰ ہے۔ چنانچہ خود ملزم نے انہیں صحیح تسلیم کیا ہے۔ ان کے لئے تم کیا جواب رکھتے ہو۔ ؟

جواب۔ میں خدا کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ میں نے ہرگز اس قسم کا حیلہ و مکر نہیں کیا۔

سوال۔ بموجب تمہارے قول کے بادشاہ پر تم نے کیا دم کیا تھا کیا تمہارے سانس میں تاثیر شفا تھی ؟

جواب ہماری کتاب میں لکھا ہے کہ جب ایک شخص دوسرے کے لئے دعا کرتا ہے اور پڑھ کر دم کرتا ہے تو اسے یقینی فائدہ ہوتا ہے۔

سوال تم نے کبھی بادشاہ سے ذکر کیا تھا کہ خواب میں مغرب کی طرف سے بگولہ اٹھتا ہوا تمہیں نظر آیا۔ یا کوئی آفت جو ہندوستان پر آنوالی ہو دکھائی دی۔ پھر سیلاب نے آکر اسے روند ڈالا یا انگریزوں کو زوال ہوگا اور بادشاہ تخت نشین ہونگے

جواب۔ خدا جانتا ہے مجھے کبھی ایسا خواب نظر نہیں آیا۔ نہ میں نے کبھی ایسا کہا۔

سوال۔ شہر دہلی کو تم نے کب چھوڑا تھا۔ اور تمہارے روپوش ہو جانے کی کیا وجہ تھی۔ یہانتک کہ پولیس نے تمہیں ڈھونڈھ نکالا؟

جواب۔ جب یہ ہر طرف مشہور ہو گیا کہ شہر میں قتل عام ہو گا۔ اور میں نے لوگوں کے غول کے غول فرار ہوتے اور شہر سے باہر نکلتے دیکھے تو میں بھی چلا گیا۔ پہلے میں درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا صاحب میں مقیم رہا۔ حتی کہ وہاں سے بھی چلے جانے کے لئے کہا گیا۔ بعد کو قطب صاحب کو چلا گیا وہاں سے گڑھی ہرسرو پہونچا۔ جہاں میں بیمار پڑ گیا۔ میں کئی مقامات پر پہونچا اور آخر کار لکھنوتی آیا جہاں معلوم ہوا کہ گنگوہ میں میری جستجو ہو رہی ہے۔ میں نے اپنی مرضی سے وہاں جانے کی ٹھانی۔ اور چلا گیا۔ میرے بھائیوں کو میرے آنے کی خبر پہونچی اور جب میں درگاہ امام صاحب میں بیٹھا ہوا اورادِ پڑھ رہا تھا سپاہیوں نے تنہا پاکر گرفتار کر لیا۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ جاتے ہیں۔

بختاور سنگھ چپراسی گواہ سرکاری آیا اور اس سے سچ کہنے کے لئے قسم لیگئی

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال۔ کیا گذشتہ مئی کی گیارہ تاریخ کو تم دہلی میں تھے؟

جواب۔ جی ہیں تھا۔

اس موقعہ پر جو کچھ تمنے دیکھا ہو بیان کرو؟

میں نوکری پر تھا۔ خندق صاف کرا رہا تھا۔ اور حساب کی کتاب لیکر کپتان ڈگلس کے معائنہ کے لئے لیجا رہا تھا۔ میں ہنوز راستہ میں تھا کہ ایک سوار کلکتی دروازہ کی طرف سے گھوڑا بھگاتا ہوا آیا اور قلعہ کے دروازہ کے پاس جہاں

کپتان ڈگلس کھڑے تھے گیا۔ میں نے کپتان ڈگلس کو اس شخص سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھا۔ اور پھر اس سوار نے اپنا گھوڑا پھیرا۔ اور بھگاتا ہوا چلا گیا۔ کپتان ڈگلس نے مجھے کمرے پر ٹھیرنے کے لئے کہا اور کہنے لگے کہ میں قلعہ میں ہو آؤں تم یہیں ٹھیرو میں بہت جلد واپس آؤنگا۔ پھر کپتان ڈگلس چلے گئے اور میں دروازہ پر ٹھیرا رہا۔ مکھن کشن سنگھ اور دیگر لوگ انہیں کے پیچھے چلے گئے۔ کپتان ڈگلس کے جانے کے بعد مسٹر فریزر بگھی میں بیٹھکر آئے۔ اور ان کی بابت مجھ سے دریافت کرنے لگے۔ وہ بگھی سے اتر کر تھوڑی دور چلے پھر کہنے لگے۔ کپتان ڈگلس آجائیں تو کہدینا میں کلکتی دروازہ جاتا ہوں۔ انکے جانے کے بعد میں بھی بادشاہ کے کمرہ کی طرف چلا۔ راہ میں کپتان ڈگلس پریشان حالت میں مل گئے۔ میں نے مسٹر فریزر کا پیام انکو سنایا کپتان ڈگلس قلعہ کے لاہوری دروازہ پہونچے اور ہندوستانی گارڈ کے افسر کو پھاٹک بند کردینے کے لیے کہا۔ جو کردیا گیا۔ انہوں نے یہ حکم بھی دیا کہ قلعہ جانیوالے پل پر ہجوم نہ ہونے پائے۔ اسیوقت بادشاہ کا افسر جو کپتان کے عہدہ پر مامور تھا۔ دہلی کی سڑک سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ دروازہ بند تھا اور کپتان ڈگلس کی بگھی اندر تھی۔ انہوں نے مجھے دیسی افسر کی بگھی کلکتی دروازہ تک چلنے کے لیے مانگنے کی ہدایت کی۔ پھر کپتان ڈگلس اس میں بیٹھ گئے اور میں پیچھے جا بیٹھا۔ کلکتی دروازہ پر مسٹر فریزر۔ مسٹر نکسن ہیڈ کلرک، چار پانچ انگریز تھے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ بند کردیا گیا۔ مسٹر فریزر اور کپتان ڈگلس دونوں ایک بگھی میں بیٹھ گئے۔ اور دیگر انگریزوں کے ساتھ جو گھوڑوں پر سوار تھے قلعہ کی طرف آنے لگے لیکن تھوڑی دور ہی گئے ہونگے کہ چار پانچ سوار وہاں نے جو تالاب کی سمت سے تیزی سے گھوڑے دوڑاتے چلے آرہے تھے۔ نزدیک پہنچکر ایک نے مسٹر ہچنسن کو پستول کی گولی سے مجروح کیا۔ دیگر سواروں نے بھی فیر کئے مگر خطا کر گئے۔ مسٹر فریزر اور کپتان ڈگلس بگھی سے اتر کر باغیوں کی

زد سے ہٹ گئے اور پھاٹک کے محافظ سپاہیوں کے پاس جا کھڑے ہوئے۔
اسوقت دو انگریز اور انہیں کے پاس آ گئے۔ مسٹر فریزر نے ایک سپاہی کی بندوق لیکر ایک سوار کے تاک کر گولی ماردی۔ پھر دوسروں کے قدم نہ جم سکے اور منہ پھیر کر بھاگ گئے۔
اسوقت وہاں انبوہ کثیر اکٹھا ہو گیا اور کپتان ڈگلس اور ایک صاحب خندق میں گھبرا کر کود پڑے اور اسی کے اندر اندر قلعہ کے دروازے تک چلے گئے۔ مسٹر فریزر اور دیگر صاحبان سڑک پر سے وہیں پہونچ گئے۔ لیکن میں نہیں بیان کر سکتا کہ اسوقت کیوں اتنی گھبراہٹ تھی۔ بسبب زخم کے جو خندق میں کودنے سے لگے تھے۔ کپتان ڈگلس پر بیہوشی طاری تھی۔ ہمنے انہیں کمرہ کلیات خانہ میں لیجا کر بستر پر لٹا دیا۔ مگر لیجانے کے پہلے مسٹر جینگس پادری صاحب نے آکر کہا تھا کہ کپتان ڈگلس کو کمرہ پر لے چلو۔ پھر ہمیں طبیب شاہی کو بلا لانے کا حکم ملا۔ اور عبداللہ چپراسی فوراً انہیں بلا لایا۔ حکیم احسن اللہ خاں کے جانے کے تھوڑے عرصہ بعد بادشاہ کے تقریباً پانچ مسلمان ملازم "دین دین" کے نعرے مارتے ہوئے آئے۔ اور اسیوقت مسٹر فریزر بھی اوپر چڑھنا چاہتے تھے۔ جن پر ان لوگوں نے حملہ کیا اور تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ شمالی زینہ پر ہوا تھا اسیوقت ایک ہجوم جو تلوار اور لاٹھیوں سے مسلح تھا جنوبی زینہ سے اوپر چڑھ آیا اور تمام کمروں پر قبضہ کر لیا۔ اور نیچے والے بھی آکر اس سے مل گئے۔ اس وقت ہر شخص اپنے بچاؤ کی فکر کر رہا تھا۔ میں نے بھی یہی کیا۔ اس تاریخ سے پھر میں نے قلعہ کا رخ نہیں کیا۔ یہانتک کہ دہلی سے جبو کے کٹرہ کو چلدیا۔ یہاں یہ بھی بتانا ضروری ہے کہ حملہ آور گروہ کا سردار اٹھتیسویں دیسی پیدل رجمنٹ کا حوالدار تھا جو مسلمان تھا اور قلعہ کے لاہوری دروازہ کے گارد میں تھا۔ اس کے سوا میں اور کچھ نہیں جانتا۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں
گواہ رخصت کیا جاتا ہے۔

کشن سنگھ چپراسی ملازم گورنمنٹ طلب کیا جاتا ہے اور اس سے حلف لیا جاتا ہے
جج ایڈووکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال۔کیا گیارہ مئی گذشتہ کو تم دہلی میں تھے۔
جواب۔جی ہاں میں کپتان ڈگلس کی اردلی میں تھا۔
سوال۔کیا کپتان ڈگلس بادشاہ کے کمرہ میں برآمدہ کے نیچے کھڑے ہوئے باغیوں سے گفتگو کرنے گئے تھے۔اگر ایسا تھا تو کیا بادشاہ سے ہی گفتگو کی تھی۔اور اسوقت تم موجود تھے
جواب۔جی ہاں میں موجود تھا۔کپتان ڈگلس اور بادشاہ سے تھوڑی دیر گفتگو ہوتی رہی۔بادشاہ نے انہیں کہا تھا کہ باغیوں کے پاس نجائیں مگر جب کپتان ڈگلس نمانے تو انہوں نے اپنے ملازم کے ہاتھ دروازہ بند کرا دیا تھا تاکہ وہ باہر نہ جاپائیں
سوال۔جب یہ کہا گیا تھا اسوقت کپتان ڈگلس کتنے فاصلے پر تھے؟
جواب۔وہ چلے جاتے تھے بات کرنے کو کھڑے نہ ہوئے تھے دو چار قدم گئے ہونگے کہ بادشاہ عبادتخانہ کے دروازے پر آکے کھڑے ہوگئے۔

سوالات جرح از ملزم

سوال۔واپس ہوتے ہوئے کپتان ڈگلس دیوان خاص میں سے گئے یا کسی اور راستہ سے
جواب۔وہ عبادتخانے کی دوسری راہ سے گئے تھے۔
سوال۔کیا ملزم نے یہ نہیں ظاہر کیا تھا کہ انگریزی سلطنت میں انہیں بہت آرام حاصل ہے؟
جواب۔جی نہیں گورنمنٹ کی نسبت انہوں نے کچھ نہیں کہا۔لیکن کپتان ڈگلس کی نسبت کہا تھا کہ وہ ملزم پر بہت مہربان ہیں
سوال۔کیا کپتان ڈگلس نے ملزم سے برآمدہ کے نیچے جانے کی استدعا نہیں کی تھی۔اگر نہیں کی تھی تو ملزم کو کیونکر معلوم ہوگیا کہ وہ ایسا کرنے والے ہیں۔؟

جواب۔ مجھے اچھی طرح خیال نہیں۔ نو مہینے کا واقعہ ہے۔ البتہ کپتان ڈگلس نے نیچے کا دروازہ کھلوانا چاہا تھا۔

چار بج گئے کل گیارہ بجے تک کے لئے عدالت برخاست ہو گئی۔

گیارہویں روز کی کارروائی

یوم سہ شنبہ۔ مورخہ ۹ فروری ۱۸۵۸ء

آج پھر قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں عدالت گیارہ بجے منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ، ممبران جوری، مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

ملزم انکے مختار غلام عباس سمیت عدالت میں لائے گئے۔

چنی پبلک اخبار نویس طلب کیا گیا اور اس سے حلف اٹھوایا گیا۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال۔ کیا گذشتہ مئی کی گیارہ تاریخ کو تم دہلی میں تھے۔

جواب۔ جی میں اپنے مکان میں تھا۔

سوال۔ کیا تم نے میرٹھ سے آتے ہوئے سپاہیوں کو دیکھا تھا۔ اگر دیکھا ہو تو جو کچھ تمہیں اس کے متعلق معلوم ہو بیان کرو؟

جواب۔ نہیں میں نے انہیں آتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن دروازے کے پھاٹک بند ہو جانے کی خبر سنکر میں باہر دیکھنے گیا کہ کیا ہو رہا ہے۔ چاندنی چوک کی سڑک پر جب میں پہونچا تو دیکھا کہ کوتوال دوکانیں بند کرانے میں مصروف ہیں۔ انہی سے یہ بھی سنا کہ سر تھیوفلس میٹکاف بھی انتظام میں مصروف ہیں۔ میں ایک ہجوم کے ہمراہ کلکتی دروازہ کی طرف گیا اور مسٹر فریزر اور چار پانچ انگریزوں کو وہاں دیکھا۔ مسٹر فریزر کے ہمراہ جو سوار تھے۔ اور وہ کوتوال شہر شریف الحق۔ اور پولیس آفسر سبزی منڈی

درجہ دوم کے ہمراہ دروازہ پر چڑھے ہے۔ پھر اتر گئے اور جھجر کے سواروں کو صف باندھکر کھڑے رہنے کا حکم دیا۔ اور خود بھی ان میں کھڑے ہوگئے دربان سپاہی صف بستہ تھے اور انہیں تلواریں برہنہ کرنے کی ہدایت کیجا چکی تھی۔ ادہر یہ ہو رہا تھا اور ادہر دریا گنج کی طرف سے چھ شخص اونٹوں پر سوار ہوکر چلے آرہے تھے ایک بندوق کی زد پر ٹھہرکر انہوں نے انگریزوں پر متواتر فیر کئے جس سے مجمع ہر چہار طرف منتشر ہوگیا۔ اور میں بھی اپنے مکان چلا آیا۔ آنے سے قبل اتنا ضرور میں نے دیکھا کہ جھجر کے سواروں نے ان لوگوں سے کچھ مزاحمت نہیں کی بلکہ مسٹر فریزر کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بعد ازاں میں مکان سے نہیں نکلا۔ اور اس روز کے کسی اور حادثہ سے محض ناواقف ہوں۔

سوال۔ جس وقت تم کلکتی دروازہ پر گئے کیا بہت ہجوم وہاں جمع ہوگیا تھا؟

جواب۔ تخمیناً چار یا پانچسو آدمی اس مختصر جگہ میں تھے جسے انگوری باغ کہتے ہیں۔

سوال۔ ایسا کب ہوا تھا؟

جواب۔ قریب نو بجے کے مگر میں ٹھیک وقت نہیں بتا سکتا۔

سوال۔ جب وہ عام راستہ نہیں تھا تو کیوں اتنا ہجوم جمع ہوگیا؟

جواب۔ خلاف معمول پھاٹک بند ہو جانے کی وجہ سے لوگ وہاں جمع ہوگئے۔ اور اشنان کرنیوالوں کی جماعت غیر معمولی سرعت سے دوڑی آئی تھی تاکہ پھاٹک بند ہونے کے قبل وہ نکل جائے۔

سوال۔ تم کہتے ہو کہ تم اخبار نویس تھے پس جو واقعات گزرے تمہیں ان سے پوری واقفیت ہونی چاہیئے کیا تمہیں یقین ہے کہ جو حادثہ گیارہ مئی کو ہونے والا تھا۔ دو یا تین روز قبل اس کا کچھ چرچا نہ تھا۔

جواب۔ جو واقعہ خصوصیت سے گیارہ مئی کو ہوا اس سے مجھے اصلاً واقفیت نہیں تھی۔ لیکن شہر میں بہت جوش و اشتعال پھیلا ہوا تھا۔ شاہ ایران کا اعلان۔ اخبار کے

بنگلوں کو جلا ڈالنے کی خبریں۔ مجرب کارتوسوں سے سپاہیوں کی دل شکنی یہ افواہیں جا بجا اڑ رہی تھیں۔

سوال۔ کیا تمنے کوئی خاص اخبار جاری کیا تھا۔ اگر کیا تھا تو اس کا کیا نام رکھا تھا۔

جواب۔ میں نے جاری کیا تھا۔ وہ کسی نام سے نہیں پکارا جاتا تھا بلکہ مضامین کے لحاظ سے لوگ دہلی اخبار کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ میں اسے روزمرہ لکھتا اور اپنے خریداروں کو پڑھکر سنا دیتا تھا۔

سوال۔ کیا تم اسکی نقل فائل میں رکھتے تھے اور اگر رکھتے تھے تو کیا اب بھی تمہارے پاس موجود ہے۔

جواب۔ میں نے غدر کے پہلے اور بعد کی اصل کاپیاں جمع کیں اور انہیں فائل کر دیا۔ گیارہ مئی سے کئی روز تک کی کاپیاں نہیں تھیں مگر نند کشور کی مدد سے دہلی پر قبضہ ہوجانے کے بعد میں نے وہ کمی پوری کرلی اور کرنیل برن ملٹری گورنر دہلی کے سپرد کردیں جنہوں نے ان کا ترجمہ کرلیا۔

سوال۔ گیارہ مئی کو مسٹر فریزر کے ہمراہ جھجر کے کتنے سوار تھے؟

جواب۔ گارد میں مع افسروں کے بائیس یا تئیس آدمی تھے اور جسوقت حملہ ہوا وہ سب مسٹر فریزر ہی کے ہمراہ تھے۔

سوال۔ تم نے بیان کیا ہے کہ تمام آدمی اگرچہ باقاعدہ صف بندی کئے ہوئے تھے لیکن صرف چھ سواروں کو دیکھکر بھاگ کھڑے ہوئے کیا تمہیں یقین ہے کہ جو کچھ ہونے والا تھا اس کا انہیں پہلے ہی سے علم تھا؟

جواب۔ میرا خیال ہے کہ پہلے سے علم نہیں تھا لیکن باغی "دین دین" چلاتے آتے تھے اسوقت جھجر والے بھی چلانے لگے اور ان میں جا کر مل گئے۔ مسٹر فریزر نہارہ گئے

سوال۔ تمنے پہلے تو یہ نہیں بتایا کہ وہ لوگ دین دین، چلا رہے تھے، اسے کیوں

بھلا دیا تھا!

جواب۔ آٹھ مہینے گذر گئے جب یہ سب کچھ ہوا تھا۔ اب متفرق باتیں یاد آتی جاتی ہیں جب میں جانے لگا تو باغی سوار دین دین پکار رہے تھے اور دو طرفہ ہجوم سے کہہ رہے تھے کہ وہ ہندوستانیوں کو نہ ستائیں گے نہ ہاتھ لگائیں گے۔

سوال۔ گیارہ مئی سے قبل تم اپنے اخبار میں کس قسم کے مضمون لکھا کرتے تھے۔ کیا ہندوستانی سپاہ کی بابت بھی کبھی کوئی مضمون نکلا تھا یا ان کی ناراضگی کا ذکر کیا تھا

جواب۔ میرے اخبار میں ہر قسم کے عامیانہ مذاق کے مضامین اور وہ جو میں مطبوعہ پرچوں سے نقل کر لیتا تھا درج ہوتے تھے۔ مسئلہ کارتوس اور اسپرٹ پر بھی کبھی روشنی ڈالی تھی۔

سوال۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ ہرات کی طرف ایرانیوں کی پیشقدمی کی بھی کوئی خبر درج کی تھی یا مضمون لکھا تھا؟

جواب۔ مجھے یاد نہیں کہ یقیناً میں نے ایسا کیا ہو۔ لیکن علی العموم ایسی خبریں جنکا تعلق ایران سے تھا شہر کے فارسی اخبارات سے اخذ کر لیتا تھا؟

سوال۔ جب تم خود اپنے خریداروں کو پڑھکر سنا دیا کرتے تھے تو تم ضرور جانتے ہوگے کہ پبلک کو کن مضامین سے دلچسپی رہتی تھی۔ کیا سپاہیوں میں ناراضگی پھیلنے کو دلچسپی سے سنا جاتا تھا؟

جواب ہندوؤں میں تو کوئی جوش نہیں پھیلا۔ مگر مسلمان ایرانی خبروں میں بہت دلچسپی لیتے تھے اور شیخیاں بگھارتے۔ مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتے تھے کہ ایرانی عنقریب آئیں گے، یہ کریں گے وہ کریں گے۔ سپاہیوں میں ناراضگی پھیلنے کو بھی صرف مسلمان بہت دلچسپی سے سنتے تھے اور اس سے ان میں جوش و غضب پیدا ہو گیا تھا۔

سوال۔ جس زمانہ میں ایرانیوں کی آمد کا ذکر تھا کیا روسیوں کی بابت بھی کچھ چرچا ہوتا تھا

جواب - جی ہاں - ان دونوں کا ذکر ہوتا تھا - لیکن ایرانیوں کا کثرت سے۔

سوال - کیا دہلی سے کوئی دیسی اخبار نکلتے تھے جسکا منشاء گورنمنٹ برطانیہ کی مخالفت تھا

جواب - ایسا ایک پرچہ تھا جو جمال الدین کی طرف سے ہفتہ وار شائع ہوتا تھا اس کے مضامین گورنمنٹ سے عداوت ظاہر کرتے تھے اور اسے صادق الاخبار کہتے تھے

سوال - کیا یہ پرچہ کثرت سے شائع ہوتا تھا اور چھپا ہوا ہوتا تھا۔

جواب - اس کی تعداد اشاعت شہر میں اور شہر کے باہر دو سو تھی اور لیتھو پریس میں طبع ہوتا تھا۔

سوال - کیا یہ پرچہ اپنی ہفتہ وار اشاعت پر اکتفا کرتا تھا یا خبریں بہم پہنچنے پر ضمیمے بھی نکالا کرتا تھا؟

جواب - جی ہاں غیر معمولی خبریں آنے پر ضمیمجات بھی شائع کرتا تھا۔

سوال - کون اور کس طبقہ کے افراد میں اس کی اشاعت زیادہ ہوتی تھی۔

جواب - ہر طبقہ میں بدون تخصیص مذہب کے یہ مقبول تھا۔

سوال - اتنے بڑے شہر دہلی کے لئے مقبول عام اخبار کی دو سو کاپیاں تو بہت کم ہیں - کیا ہندوستانیوں میں مروج ہے کہ ایک اخبار کئی لوگوں کو سنانے کے لئے خرید یا جائے کس طرح ایک پرچہ کئی خاندانوں کے لئے کافی ہوتا ہوگا؟

جواب - جی ہاں خریدار پڑھکر اپنے اپنے پرچے دوستوں اور عزیزوں کو پڑھنے کے لئے دیدیتے ہیں۔

سوال - کیا دہلی میں صادق الاخبار مقتدر آرگن مانا جاتا تھا اور تعداد اشاعت میں دوسرے پرچوں سے بڑھکر تھا؟

جواب - جی ہاں یہ مقتدر آرگن خیال کیا جاتا تھا اسکے مضامین نہایت عمدہ اور انگریزی اخبارات کا اقتباسات ہوتے تھے مسلمانوں میں بہت منظور نظر تھا - دیگر اخبارات

سے اور اس سبب سے کثرت اشاعت کا توازن تو میں نہیں کرسکتا۔ البتہ وہ بہ نسبت کسی ہندوستانی ہمعصر کے زیادہ طبع ہوتا تھا۔

سوال۔ تم نے بیان کیا ہے کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ سے عداوت کہتا تھا کیا تمہیں کوئی خاص مضمون یاد ہے جس میں ایسے جذبات کو ظاہر کیا گیا ہو؟

جواب۔ میں کوئی ایسا خاص مضمون نہیں یاد رکھ سکا جس میں ایسے جذبات کو زیادہ وضاحت سے ظاہر کیا گیا ہو۔ لیکن ایران و روس کے متعلق جو کچھ لکھا انگریزوں کے لئے الفاظ سخت برتے ہیں۔

سوال۔ کیا تم نے کسی گمنام درخواست کی نسبت کچھ سنا جو مجسٹریٹ کے نام تھی کہ کشمیری دروازہ بلوہ کرکے چھین لیا جائیگا؟

جواب۔ جی مجھے یاد نہیں کہ کوئی ایسی خبر سنی ہو۔

سوال۔ کبھی یہ خبر بھی سنی کہ ۱۲ مئی یا کسی اور مقررہ تاریخ کو بہت ہنگامہ مچے گا؟

جواب۔ نہیں میں نے اس قسم کی ایک بھی خبر نہیں سنی۔

سوال۔ کیا تمہیں چپاتیوں کا حال معلوم ہے۔ جو گاؤں گاؤں تقسیم کی گئی تھیں؟

جواب۔ جی معلوم ہے غدر سے پہلے سنا تھا

سوال۔ کیا ہندوستانی اخبارات میں اسپر بحث کیجاتی تھی۔ اگر کیجاتی تھی تو اس کا کیا نتیجہ نکالا گیا تھا؟

جواب۔ جی ہاں اسپر تنقیدیں کیجاتی تھیں۔ اور یہ کسی آنیوالے واقعہ کی فال بھی جاتی تھی اور تمام دیہات کی آبادی کو تقسیم کرکے انہیں کسی سربستہ راز کے لئے متحد کرنا سمجھا جاتا تھا۔ جس کی عقدہ کشائی کہتے تھے کہ آگے ہوگی۔

سوال۔ تم جانتے ہو یہ چپاتیاں سب سے پہلے کہاں تقسیم ہونی شروع ہوئیں! یا ہندوستانیوں کا عموماً خیال کیا ہے؟

جواب۔ مجھے علم نہیں کہ کہاں سے تقسیم ہوئی شروع ہوئیں مگر عموماً خیال کیا جاتا تھا کہ پانی پت کرنال سے نکلی ہیں۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو اہل قلعہ کے پاس بھی صادق الاخبار کا ایک پرچہ روانہ کیا جاتا تھا

جواب۔ ایک کیا کئی پرچے قلعہ میں جاتے تھے مگر میں یہ نہیں جانتا کہ انہیں لیتا کون تھا

سوال کیا زمانہ بغاوت میں فوجی اخبار بھی ملزم کے حکم سے مقرر ہوا تھا؟

جواب جی ہاں ایک تھا جو شاہی لیتھوگرافٹ پریس قلعہ میں طبع ہوتا تھا اس میں صرف بادشاہ اور قلعہ وغیرہ کے حالات دئے جاتے تھے اور گاہے بگاہے دیگر معاملات بھی لکھے ہوتے تھے۔ اسے سراج الاخبار کہتے تھے۔

سوال جب انگریزوں کو قتل کیا گیا تم قلعہ میں موجود تھے۔

جواب۔ میں تھا غدر کے پانچ چھ روز بعد صبح کے وقت میں نے اپنے گھر میں سنا کہ قلعہ میں ایک ہنگامہ برپا ہے۔ میں فوراً وہاں سے چلا اور دہلی دروازے سے داخل ہو کر نئے قلعہ میں پہونچا۔ جہاں میں نے بادشاہ کے مسلح مصاحبوں اور چند باغی سپاہیوں کو انگریزوں کو قتل کرتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت ساڑھے نو یا دس بجے تھے بادشاہ کے ایک ملازم نے مجھ سے کہا،، تم بہت انگریزوں کے لئے خبریں جمع کرتے ہو، اگر اب بھی کئے جاؤ گے تو تمہاری یونہی خاطر کیجائے گی جس طرح ان لوگوں کی کی گئی ہے،، اس شخص کا نام بھیکا تھا۔ اور یہ مرزا عبداللہ ملزم کے بیٹے کا ملازم تھا

سوال۔ یہ انگریز کہاں سے گرفتار کئے گئے تھے۔

جواب۔ میں نہیں جانتا۔ لیکن میں نے سنا ہے کہ بادشاہ کے باورچیخانہ سے نکال کر لائے تھے۔

سوال۔ کیا یہ باورچیخانہ اسی صحن میں تھا جہاں بادشاہ کا کمرہ تھا؟

جواب۔ بادشاہ کا کمرہ اس کے سامنے تھا۔ درمیانی جگہ میں صحن تھا اور اس طرف یہ باورچیخانہ تھا جہاں انگریزوں کو قید رکھا گیا تھا۔ صحن میں دیوان خاص و دیوان عام واقع ہیں بادشاہ کے کمرہ اور باورچیخانے کے درمیان دو دیڑھ سو گز کا فاصلہ ہے۔

سوال۔ جہاں انگریز مرد اور عورتوں اور بچوں کو محبوس رکھا گیا تھا، وہاں کس عہدہ اور قسم کے لوگ بود و باش رکھتے تھے۔

جواب اس عمارت میں بادشاہ کے مفتی کا دفتر رہتا تھا۔

سوال کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جیسی عمارت میں لیڈیوں اور بچوں کو رکھا گیا تھا وہ معزز عہدہ داروں کے استعمال کے قابل تھی؟

جواب۔ جی نہیں اس میں غالباً کوئی نہیں رہتا تھا۔

سوال پھر اس سے کیا کام نکالا جاتا تھا۔

جواب۔ وہ مال گودام کا کام دیتی تھی۔ اور قدیم زمانے میں مجرموں کو قید کیا جاتا تھا

سوال۔ کیا لیڈیوں اور بچوں کو وہاں زیادہ آرام مل سکتا تھا یا یہ خیال تھا کہ کوئی بدمعاش انہیں چھیڑ نہ سکے۔

جواب۔ نہیں وہ کھلی ہوئی عمارت تھی جس میں پردہ وغیرہ نہیں تھا صرف تاریک کوٹھڑی تھی۔

سوال۔ کیا ادنیٰ ہندوستانی بھی وہاں رہنا انتہائی تحقیر نہ سمجھے گا۔

جواب۔ جی بالکل صحیح وہ اپنے آپ کو صد درجہ ذلیل و بے عزت سمجھے گا۔ اگر اسے وہاں رکھا جائے۔

سوال۔ کیا تمام قلعہ میں صرف وہی ایک جگہ رہ گئی تھی جہاں لیڈیوں اور بچوں کو قید کیا جا سکتا تھا؟

جواب۔ وہاں عمارات کی کمی نہیں تھی جن میں ان کو خاطر خواہ آرام مل سکتا تھا۔
سوال۔ کس کے حکم سے ان انگریزوں کو قتل کیا گیا؟
جواب۔ بادشاہ کے حکم سے کیا گیا اور کون ایسا حکم دے سکتا تھا۔
سوال۔ تم نے بادشاہ کے کسی لڑکے کو مقتل کا نظارہ کرتے دیکھا تھا۔
جواب۔ وہاں مجمع کثیر تھا۔ میں ان میں سے کسیکو دیکھ نہ سکا۔ البتہ مرزا مغل کے مکان کی چھت پر کچھ لوگ کھڑے تھے۔ اور سنا گیا کہ مرزا صاحب بھی جھروکوں میں سے دیکھ رہے ہیں۔
سوال۔ کیا قتل سے پیشتر انگریزوں کو رسیوں سے باندھا گیا تھا۔
جواب۔ میں نے خیال نہیں کیا۔
سوال۔ کیا قتل کرنے کے قبل انہیں ایک قطار میں بٹھایا گیا تھا۔
جواب، میں اس جگہ نہیں جا سکتا تھا۔ میں نے انہیں بھی نہیں دیکھا لیکن جب قتل ختم ہوا اور مجمع منتشر ہو گیا تو بادشاہ کے احکام آئے کہ لاشوں کو پھینکدیا جائے۔ پھر انہیں گاڑیوں میں لاد اجارہا تھا میں گیا اور مہتروں سے پوچھا جو اس کام کو کر رہے تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ ۵۲ نفر کو قتل کیا گیا ہے۔ اسوقت لاشیں حلقہ نما بکھری پڑی تھیں۔
سوال۔ ان میں مردوں کی کتنی لاشیں تھیں؟
جواب۔ صرف پانچ یا چھ بقیہ تمام بچے اور عورتیں تھیں۔
سوال۔ تم جانتے ہو ان لاشوں کا کیا کیا گیا۔
جواب۔ جی ہاں ملزم کے حکم کے بموجب سلیم گڈھ کی جانب بیجا کر دریا میں ڈالدی گئیں
سوال۔ کیا قتل سے فراغت پاکر اظہار خوشی میں توپیں سر کی گئی تھیں؟
جواب۔ میں نے توپوں کی آواز نہیں سنی اور نہ کسی سے سنا کہ توپیں بھی چلی تھیں۔
۔ چار بجگئے۔ عدالت کل گیارہ بجے تک کے لئے ملتوی کر دی گئی۔

بارہویں روز کی کارروائی

یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۰ ر فروری ۱۸۵۸ء

قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں حسب معمول عدالت منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب موجود ہیں۔

ملزم اپنے مختار غلام عباس کے ہمراہ عدالت میں حاضر کئے گئے

چنی کل کا گواہ دوبارہ طلب کیا گیا اور اپنے گذشتہ بیان کے سلسلہ میں شہادت دینے لگا۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال کیا تم عدالت کو بتا سکتے ہو کہ شہر دہلی کے کسی اور حصہ میں انگریز قتل کئے گئے۔

جواب میں نے سوائے ان کے جن کا ذکر کر چکا ہوں دوسرے مقتولوں کو نہیں دیکھا البتہ سنا ہے کہ راجہ کشن گڈھ کے مکان میں پچیس انگریزوں نے پناہ لی تھی۔ اور جب تک ان کے پاس بارود گولی رہی جان بچاتے رہے بعد میں انہیں تہ خانہ میں سے باہر لاکر باغی سواروں کے چند مسلمان ہمراہیوں نے تہ تیغ کر ڈالا۔

سوال کیا کبھی دہلی میں بادشاہ کی فرمانروائی کا اعلان کیا گیا تھا؟ اگر کیا گیا تھا تو کب؟

جواب بارہ مئی کو دوکانیں کھولنے کا حکم ہوا اور بادشاہ کی طرف سے منادی کرائی گئی اس کے دو روز بعد بادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر شہر میں نکلے۔ ایک پیدل رجمنٹ، چند توپیں، بینڈ باجہ۔ اور خاص مسلح باڈی گارڈ بھی ہمرکاب تھے۔ وہ دوکانیں کھلوانے کی غرض سے گئے تھے اور شاہراہ عام کے اس حصہ تک چلے گئے جہاں مکانوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ پھر جس جلوس کے ہمراہ گئے تھے۔ اسی کے ساتھ واپس قلعہ میں داخل ہوئے۔ قلعہ سے روانہ ہوتے وقت اکیس توپوں سے سلامی سر کی گئی تھی۔ اور جب

قلعہ پہونچے تو سلامی اسی طرح سر ہوئی۔

سوالات جرح از ملزم

سوال۔ کبھی تم نے یہ بھی سنا کہ میرٹھ سے آئی ہوئی باغی فوجوں نے بادشاہ کے کہنے سے ایسا کیا یا اپنی مرضی سے جبراً کیا اور کرایا۔

جواب مجھے اس سے آگاہی نہیں ہے اس طرح ہوا ہوگا یا اس طرح۔

سوال۔ کل تمنے بیان کیا تھا کہ جس مکان میں لیڈیوں اور بچوں کو محبوس کیا گیا تھا۔ اس میں شاہی مفتی رہتے تھے۔ بعد میں یہ کہا کہ کسی ویسی افسر کو وہاں رکھا جائے تو وہ بے شبہ خود کو ذلیل وحقیر سمجھے گا۔ ان ہر دو بیانات میں کیونکر مطابقت ہو سکتی ہے۔

جواب۔ ادنیٰ اور اعلیٰ ہر قسم کے آدمی بوجہ دفتر ہونے کے وہاں جمع ہوتے تھے۔ اور اس سے یہ ظاہر ہے کہ معزز اشخاص کے رکھنے کا وہ موزوں مقام نہیں اور مفتی صاحب کا بھی جائے قیام نہیں تھا۔ صرف وہ جگہ تھی جہاں وہ دفتر کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔

گواہ ہٹ جاتا ہے۔

چنی لال بساطی عدالت میں طلب کیا گیا اور اظہار دینے لگا۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے

سوال کیا گذشتہ گیارہ و بارہ مئی کو تم دہلی میں تھے۔

جواب۔ جی ہاں میں دونوں تاریخوں میں تھا۔

سوال۔ کیا دونوں تاریخوں میں سے کسی میں بادشاہ کا عنان حکومت ہاتھ میں لینا بذریعہ منادی اعلان کیا گیا تھا؟

جواب گیارہ مئی کو بوقت نیم شب قلعہ میں بیس توپیں سر کی گئی تھیں جن کی آوازیں میں نے اپنے مکان سے سنی۔ دوسرے روز دوپہر کے وقت منادی کرائی گئی کہ ملک "پر پھر بادشاہ کا قبضہ ہو گیا۔

سوال۔ کیا تم نے کوئی جلوس جسے بادشاہ نے ہاتھی پر سوار ہو کر نکالا ہو دیکھا تھا؟
جواب۔ جی نہیں۔ غدر کے چند روز بعد میں نے قلعہ جانا ترک کر دیا۔ اور کبھی بادشاہ کا جلوس نہیں دیکھا۔ البتہ مرزا مغل کا جلوس نکلتے ہوئے دیکھا تھا جو انہیں کمانڈر انچیف کا اعزاز بخشنے کی خوشی میں نکلا تھا۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں
گواہ چلا جاتا ہے۔

گلاب نامہ بر عدالت میں طلب کیا گیا اور اظہار دینے لگا۔

جج ایڈوکیٹ کا اظہار لینا۔

سوال۔ گذشتہ مئی میں جس وقت انگریز بچے اور لیڈیاں قلعہ میں قتل کئے گئے کیا تم موجود تھے
جواب جی میں تھا اور انہیں قتل ہوتے ہوئے دیکھا
سوال۔ تم نے سے پہلے کب سنا تھا کہ وہ قتل کئے جائیں گے۔
جواب۔ میں نے واردات کے و قتل سنا تھا۔ یہ کہا گیا تھا کہ انگریز دو روز کے اندر اندر قتل کر دیئے جائیں گے۔ مگر مجھے یاد نہیں کہ وہ کیا دن تھا۔ قتل کے مقررہ روز عوام الناس کے غول کے غول دس بجے کے وقت قلعہ جا رہے تھے اور ان میں میں بھی شامل تھا جب پہلے صحن میں پہونچے تو دیکھا کہ انگریز سب کے سب ایک ساتھ کھڑے ہوئے ہیں اور شاہی مسلح مصاحبین جنہیں باڈی گارڈ کہا جاتا ہے چاروں طرف سے ان کے گرد حلقے کئے ہوئے ہیں۔ انہیں کے ہمراہ چند باغی سپاہی بھی تھے میں نے کسی کو کوئی اشارہ یا حکم دیتے نہیں سنا بلکہ یکایک ان لوگوں نے اپنی تلواریں کھینچ لیں اور ایک ہی دفعہ سب نے ملکر قیدیوں پر وار کئے اور پے در پے کرتے رہے یہانتک کہ ان سبکو قیمہ قیمہ کر ڈالا۔ کم از کم سو یا ڈیڑھ سو آدمی اس کام کو انجام دے رہے تھے۔
سوال۔ کیا کسی نے انکو بچانے کی کوشش نہیں کی یا تم نے کبھی سنا کہ کسی نے بادشاہ

کے پاس ان کی شفاعت کی ہو؟
جواب۔ جی نہیں نہ بچانے کی کسی نے کوشش کی اور نہ میں نے کبھی سنا کہ کسی نے بادشاہ کے پاس ان کی شفاعت کی ہو۔
سوال تم کہتے ہو کہ ان عورتوں اور بچوں کے قتل کا وقت دو روز پیشتر ہی سے مقرر کر دیا گیا تھا یہ بھی بتایا گیا تھا کہ کس کے حکم سے وہ مارے جائیں گے۔
جواب میں نہیں جانتا کہ اس معاملہ میں کس کے احکام جاری ہوئے تھے مگر بغیر حکم ایسا ہو بھی نہیں سکتا تھا۔
سوال کیا عموماً یہ سمجھا جاتا تھا کہ بادشاہ نے عورتوں اور بچوں کے قتل کی اجازت دیدی ہے
جواب اسوقت یہ نہیں معلوم ہوا لیکن لوگ اتنا ہی بتاتے تھے کہ پرسوں قیدی مارے جائیں گے
سوال کیا دہلی میں بادشاہ کی ہمسری کا کوئی اور بھی تھا جو ایسے احکام دے سکتا ہو؟
جواب صرف بادشاہ یا ان کے صاحبزادہ مرزا مغل یہی دو مرکز تھے جہاں سے احکام کا اجرا ممکن تھا۔
سوال تمہارے خیال میں کتنے قیدی قتل کئے گئے تھے اور کیا قتل سے پیشتر انہیں آپس میں جکڑ دیا گیا تھا؟
جواب میں حساب نہیں بتا سکتا۔ وہ قاتلوں سے گھرے ہوئے تھے انکا زیادہ حصہ بچے تھے اور وہ جکڑے ہوئے نہیں تھے۔
سوال تم جانتے ہو لاشوں کو کیا کیا گیا۔
جواب۔ جی نہیں۔ سپاہیوں نے قتل کرنے کے بعد قلعہ سے سبکو باہر کر دیا تھا۔ اور پھر میں نے نہیں سنا کہ انکا کیا ہوا۔
سوال میرٹھ میں کسی کو قتل ہوتے دیکھا تھا۔
جواب جی ہاں۔ مسٹر بیرسفارڈ اور ان کے خاندان کو قتل کئے جاتے وقت میں دیکھ

رہا تھا۔ باغیوں اور مفسدوں نے جب بینک پر حملہ کیا تو مسٹر بیرسفارڈ اور انکا خاندان بیرونی دفتر میں روپوش ہونے چلے گئے۔ اور جب قاتلوں نے ان کی تلاش کی تو وہ عمارت کی چھت پر تھے۔ مسٹر بیرسفارڈ تلوار سے مسلح تھے اور مسز بیرسفارڈ کے پاس نیزہ تھا۔ سامنے والے زینے سے چڑھتے ہوئے باغی خائف ہوئے۔ انجام کار مفسدوں نے دباؤ کیا اور وہ مغلوب ہو کر قتل ہو گئے۔ میں نہیں جانتا کہ بینک میں کتنے آدمی مارے گئے مگر قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی ایک تھے۔ عین غدر کے روز بارہ بجے یہ واقعہ ہوا تھا۔

سوال۔ کیا کسی لیڈی کو زندہ رہنے دیا گیا تھا یا سبکو قتل کر ڈالا تھا؟

جواب۔ ان سب کو فی الفور قتل کر دیا گیا تھا۔

سوال۔ کیا بادشاہ کے مسلح مصاحبوں میں سے کوئی بینک میں موجود تھا؟

جواب۔ جی نہیں۔

سوال۔ کیا غدر ہوتے ہی بادشاہ فرمانروا مشتہر کر دئیے گئے تھے؟

جواب۔ جی ہاں۔ غدر کے روز بوقت تین بجے منادی کرائی گئی تھی کہ آج سے بادشاہ کی حکومت ہو گئی ہے۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

عدالت نے اظہار لئے

سوال۔ تم جانتے ہو کہ قیدیوں کو کیوں اتنے روز تک حراست میں رکھا گیا اور ان کے قتل کا کوئی خاص دن مقرر کرنے کی بھی کوئی وجہ تھی۔

جواب۔ جی نہیں مجھے دونوں باتوں کا علم نہیں۔

حکیم احسن اللہ خاں پھر طلب کئے گئے اور گذشتہ حلف کی رو سے ان کا اظہار لیا گیا۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال۔ کیا غدر کے زمانہ میں قلعہ کے واقعات کی کوئی کورٹ ڈائری بھی (یعنی سرکاری روزنامچہ)

جواب۔ کورٹ ڈائری موافق معمول تھی جیسی کہ غدر کے بہت پہلے سے لکھی جاتی تھی۔
سوال۔ اس صفحہ کو دیکھو اور بتاؤ کہ کس کا خط ہے کیا پہچانتے ہو۔؟
جواب۔ جی ہاں یہ اس کا خط ہے جو کورٹ ڈائری لکھا کرتا تھا اور یہ صفحہ اسی ڈائری کا ہے

کورٹ ڈائری مورخہ ۱۶ مئی ۱۸۵۷ء کے اقتباس کا ترجمہ

"بادشاہ نے دیوان خاص میں دربار کیا ۴۹ انگریز مقید تھے، فوج نے ان کے قتل کا مطالبہ کیا، بادشاہ نے قیدیوں کو فوج جیسا چاہے کرے کہکران کے حوالہ کر دیا۔ اور آخرکار وہ لوگ تہ تیغ کئے گئے درباری بکثرت تھے، روساء، شرفاء، افسران، اہل قلم سب دربار میں حاضر ہوئے اور تعظیم بجا لانے کی عزت حاصل کی"

سوال۔ کیا گیارہ مئی کو تم دہلی میں حاضر تھے۔
جواب۔ جی ہاں میں موجود تھا۔
سوال اس موقع پر تم نے جو کچھ دیکھا ہو بیان کرو۔!
جواب سولہ رمضان یعنی گیارہویں مئی کو صبح بوقت سات بجے نمبر ۳۸ دیسی پیادہ رجمنٹ کا ایک ہندو سپاہی، قلعہ میں دیوان خاص کے دروازہ پر آیا اور چند دربانوں سے جو اس وقت وہاں موجود تھے کہا کہ دیسی فوج نے میرٹھ میں گورنمنٹ کے خلاف بغاوت کی ہے اور اب دہلی میں داخل ہوا چاہتی ہے اور وہ اور اس کے تمام ہمراہی کمپنی کی ملازمت نہ کرینگے بلکہ دہرم کے لئے جنگ کرینگے۔ میرا مکان قلعہ میں دیوان خاص کے قریب ہی تھا۔ محافظ سپاہیوں نے فی الفور مجھ سے آکر جو کچھ رجمنٹ کے سپاہی نے کہا تھا بیان کیا۔ میں نے یہ خبر پائی ہی تھی کہ شاہ دہلی نے مجھے طلب کیا۔ جب میں وہاں گیا تو اعلیحضرت نے کہا "دیکھو سوار زیر جھروکہ کی راہ سے آرہے ہیں (زیر جھروکہ یعنی جھروکے کے نیچے مگر معلوم ہوتا ہے کہ محل کے جھروکوں کے نیچے کی زمین کو اس نام سے موسوم کیا جاتا تھا) میں نے نظر کی اور دیکھا کہ ۱۵ یا ۲۰ سوار تقریباً ۵۰ گز کے فاصلہ پر تھے انھیں

اکثر وردیاں پہنے ہوئے تھے اور بعض معمولی ہندوستانی کپڑوں میں تھے۔ میں نے فوراً وہ دروازہ بند کر دئے جانے کے لئے بادشاہ سے کہا جس میں سے ہو کر زیر جھروکہ سے قلعہ میں داخل ہوتے تھے۔ یہ بمشکل بند کیا گیا تھا کہ پانچ یا چھ سوار ثمن برج کے دروازہ پر پہونچ گئے جہاں بادشاہ کے خانگی کمرے ملکہ اور دیگر شاہی بیگمات کے کمرے تھے۔ سوار لے سے چلانا شروع کیا۔ "دُہائی ہے بادشاہ صاحب کی، ہم اپنے دہرم کی جنگ میں مدد کے خواستگار ہیں۔" بادشاہ نے سنکر کچھ جواب نہیں دیا، اور نہ نیچے والے آدمیوں کو اپنا چہرہ دکھایا بلکہ غلام عباس شمشیر الدولہ کو جو اسوقت حاضر تھے کپتان ڈگلس قلعہ دار کے پاس جاکر سواروں کی آمد سے مطلع کرنے اور مناسب انتظام کی فہمایش کرنے کے لئے روانہ کیا۔ پھر بادشاہ اندرونی کمروں میں چلے گئے اور میں دیوان خاص میں آگیا۔ تقریباً اسیوقت کپتان ڈگلس غلام عباس کو ہمراہ لئے ہوئے پہونچے۔ اول الذکر برآمدہ پر چڑھکر زیر جھروکہ دیکھنے لگے جہاں سوار بدستور موجود تھے اور ان سے کہا "یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ بادشاہ کا محل ہے۔ تمہارا یہاں کھڑا رہنا بادشاہ کی ناراضگی کا باعث ہوگا، اسپر سوار راجگھاٹ کی راہ سے جو شہر میں پہونچنے کا قریبی راستہ ہے چلے گئے۔ بادشاہ کپتان ڈگلس کی آمد سنکر فوراً باہر نکل آئے اور دیوان خاص اور کمرۂ خاص کے درمیان ان سے ملاقات کی۔ کپتان ڈگلس نے بادشاہ سے کہا آپ گھبرائیے نہیں شورش کو بہت جلد فرو کر دیا جائیگا میں ابھی جاکر انہیں گرفتار کئے لیتا ہوں۔ وہ یہ کہکر جانے لگے اور درخواست کی کہ ثمن برج محل کا دروازہ جو میں نے بند کر دیا تھا کھول دیا جائے تاکہ وہ سواروں سے دوبدو گفتگو کر سکیں۔ بادشاہ نے کہا نہ تمہارے پاس پستول ہے نہ بندوق۔ نہ سپاہی ہمراہ ہیں اور دشمنوں میں جا رہے ہو۔ یہ ناتجربہ کاری ہے۔ یہ سنکر کپتان ڈگلس اپنے قیامگاہ پر چلے گئے۔ اسکے تھوڑی دیر بعد پران جمعدار کپتان ڈگلس کا ملازم آیا اور کہنے لگا کہ کپتان ڈگلس مجھے اور غلام عباس کو بلاتے ہیں۔ جب ہم گئے تو کپتان صاحب نے کہا کہ میرے پیر میں

بہت چوٹ آئی ہے ان کے ہمراہ ایک اور صاحب تھے جنہیں میں نہیں پہچانتا اور وہ ایک کوٹ پہ لپیٹے ہوئے تھے اور ان کے شانے میں بہت گہرا زخم لگا ہوا تھا۔ کپتان ڈگلس نے کہا۔ دو پالکیاں فوراً مع کہاروں کے بھجوا دیجئے تاکہ انگریزی لیڈیوں کو یہاں سے لیجاکر ملکہ کے پاس چھوڑ دیا جائے۔ اسیوقت مسٹر سمن فریزر صاحب کمشنر کمرے میں آئے اور کہنے لگے بادشاہ کے یہاں سے دو توپیں منگواؤ اور پھاٹک پر رکھوا دو۔ پھر مسٹر فریزر نے اور غلام عباس کو ہمراہ لئے ہوئے نیچے آئے جہاں سے وہ تو دروازہ کی طرف چلے گئے اور میں غلام عباس کو ہمراہ لئے ہوئے بادشاہ کے پاس مسٹر فریزر کا پیام سنانے کے لئے چلا گیا۔ پھر بادشاہ کی اجازت سے ہمنے لیڈیوں کے لئے دو پالکیاں بھجوادیں اور توپوں کے لئے بھی حکم دیدیا لیکن بعد میں یہ خبر موصول ہوئی کہ سوار محل میں لاہوری دروازہ سے داخل ہوگئے ہیں جہاں مسٹر فریزر توپیں لگانی چاہتے تھے۔ ہمسے یہ بھی کہا گیا کہ ان سواروں نے مسٹر فریزر کو قتل کر ڈالا ہے۔ اور کپتان ڈگلس کو قتل کرنے گئے ہیں۔ کہاروں نے بھی واپس آکر اس خبر کی تصدیق کی، انہوں نے بیان کیا کہ وہ مسٹر فریزر کو قتل ہوتے دیکھ آئے ہیں جن کی لاش پھاٹک کے پاس پڑی ہے اور سپاہی پھاٹک کے اوپر کے رہنے والوں کو قتل کرنے چڑھ رہے ہیں۔ بادشاہ نے قلعہ کے دروازوں کو یہ سنکر بند کرنیکا حکم دیا۔ لیکن جواب دیا گیا کہ پیدل یعنی ارتیسویں رجمنٹ کے چند سپاہی جو قلعہ کے دروازوں کے گارد تھے ایسا نہیں کرنے دیتے تھوڑی دیر گزرنے کے بعد ۵۰ سوار دیوان خاص تک چلے آئے اور گھوڑوں کو باغ میں باندھ دیا، پیدل رجمنٹ نے بھی آکر قلعہ کے دیوان خاص وعام میں جہاں تہاں جی چاہا بستر بچھالیا۔ مجھے ٹھیک معلوم نہیں کہ کونسی رجمنٹ لیکن خیال ہے کہ دہلی کی تینوں رجمنٹیں تھیں۔ میرٹھ کی پیدل سپاہ اس روز دو بجے تک دہلی نہ پہونچ سکی وہ متفق ہو کر نہیں آئی۔ بلکہ جماعت در جماعت آکر دہلی کی رجمنٹ سے مل گئی۔ اور

بستر سے پھیلا دیئے اس روز کوئی خاص دربار نہیں ہوا۔ لیکن بادشاہ دیوان خاص میں کوئی تین چار مرتبہ آئے جہاں ہر طرف باغی پڑے ہوئے تھے، باغی سوار دن بھر اور رات بھر گروہ در گروہ آتے رہے۔ شام کو نمبر ۴۵ پیادہ رجمنٹ اندر آئی اور قلعہ سلیم گڈھ پر قبضہ کرنے چلی گئی۔ جہاں دوسرے روز میگزین سے لاکر توپیں نصب کردی گئیں تاکہ میرٹھ سے آنیوالی انگریزی فوجوں کو راستہ میں ہی روک لیں تین روز دن اور رات انگریزوں کے آنے کا خدشہ لاحق رہا، ذرا بگل کی آواز آئی اور باغی کیسل کانٹوں سے درست ہو کر چوکنے ہوگئے۔ گیارہ مئی کو ملزم کے تین فرزندوں، مرزا مغل مرزا خیر سلطان اور جواں بخت اور پوتے مرزا ابوبکر نے فوج پر اعلیٰ سردار ہونے کی درخواست کی ایں نے بادشاہ سے کہا کہ ابھی یہ لوگ کم عمر ہیں اور ایسے منصبوں کا تجربہ بھی نہیں رکھتے۔ اور وہ اپنے فرائض کو نہ سمجھ سکیں گے۔ بہتر ہوگا کہ آپ انہیں عہدے نہ دیں شہزادے اس بات سے بہت ناخوش ہوئے اور مرزا مینڈھو، مرزا بختاور شاہ اور مرزا عبداللہ کو مع افسران فوج اپنی درخواست پیش کرنے کے لئے گانٹھا اور دو روز کے بعد وہ جبراً افسران اعلیٰ مقرر ہوگئے۔

سوال۔ تم نے کہا ہے کہ کپتان ڈگلس کے مکان پر دو پالکیاں روانہ کرنے کے لئے درخواست کی گئی تھی، جب انہوں نے سنا کہ کپتان موصوف اور مسٹر فریزر قتل کر دئے گئے تو کیا قاتلوں کی گرفتاری یا سزا میں سعی کی گئی تھی۔

جواب۔ جی نہیں وہاں ایسی گڑبڑ تھی کہ کچھ نہ کیا جا سکا۔

سوال یہ ظاہر ہے کہ بادشاہ کے خاص ملازموں نے اس روز مسٹر فریزر کو اور کئی انگریزوں کو قتل کیا تھا کیا یہ ملازمین بدستور اپنی جگہ پر بحال رہے اور تنخواہ پاتے رہے؟

جواب۔ میرے گوش گذار کبھی یہ بات نہیں ہوئی کہ بادشاہ کے ملازمین قتل میں شامل تھے لیکن یہ صحیح ہے کہ کوئی شخص اس وجہ سے کبھی برخاست نہیں کیا گیا

سوال۔ کیا تمہارا اس سے یہ مطلب ہے کہ عام طور سے معلوم نہیں ہوا کہ قتل کے مرتکب کون تھے؟

جواب۔ جی ہاں عام طور پر یہ بات معلوم نہ تھی۔ نہ میں نے سنا کہ قتل کس نے کیا۔

سوال۔ کیا اس کی کبھی تحقیقات کی گئی تھی۔

جواب۔ نہیں۔

سوال۔ غدر سے پہلے بادشاہ کے کتنے ہمراہی مسلح رہتے تھے۔

جواب۔ قریب قریب بارہ سو کے۔

سوال۔ کیا یہ آدمی فوج کے مختلف شعبوں میں تھے مثلاً توپخانہ "سوار، پیادے، وغیرہ؟

جواب۔ جی ہاں اس میں توپخانہ، سوار، پیدل، سب شامل تھے،

سوال۔ بادشاہ کے پاس کتنی توپیں تھیں؟

جواب۔ قابل استعمال توپیں چھ تھیں اور نہیں جانتا کہ بیکار کتنی تھیں۔

سوال۔ گیارہ مئی کو غدر کے روز اس فوج سے کیا کام لیا گیا تھا۔

جواب۔ یہ خاص خاص دروازوں اور قلعہ کے خاص افسروں کے مکانوں کی حفاظت پر متعین کئے گئے تھے کچھ ان میں کے جن کا تقرر روپیہ کے بالعوض ہوا تھا بہت کم حاضر رہتے تھے تاہم انہیں ماہانہ تنخواہ گھر بیٹھے ملجایا کرتی تھی

سوال۔ اتنے انگریز بچے اور عورتیں کیونکر قلعہ میں لائے گئے اور مقید کئے گئے

جواب باغیوں نے انہیں شہر اور شہر کے گرد نواح سے گرفتار کیا تھا اور چونکہ وہ قلعہ میں مقیم تھے لہذا ان قیدیوں کو بھی اپنے ہمراہ قلعہ میں لیتے آئے۔

سوال کیا تمہارا اس سے یہ مطلب ہے کہ جس شخص نے جس عورت اور بچے کو پکڑا اسے اپنی قید میں علیحدہ رکھا؟

جواب۔ جی نہیں بلکہ انہوں نے اس امر کی اطلاع محافظ قیدخانہ کو کی جس پر انکو حکم ملا

کہ وہ ہر ایک انگریز کو باورچیخانہ میں لیجا کر قید کردیں۔
سوال باورچیخانہ کو قید خانہ کس نے بنایا تھا۔
جواب بادشاہ نے یہ سمجھکر کہ وہ بہت وسیع عمارت ہے۔ باغیوں کو ہدایت کی کہ قیدیوں کو وہیں رکھا جائے۔
سوال۔ غدر سے پہلے بادشاہ کے باڈی گارڈ کا کون افسر تھا۔
جواب۔ محبوب علیخاں۔
سوال۔ کیا ان میں سے کسی نے گیارہ تاریخ کو میگزین پر حملہ کیا تھا۔ اگر کیا تھا تو کس کے حکم سے۔
جواب۔ جی نہیں میں نے نہیں سنا کہ ان میں کا کوئی شخص کسی کے حکم سے حملہ کرنے گیا ہو نہ میں یہ جانتا ہوں کہ کسی شخص نے حملہ کیا بھی یا نہیں۔ لیکن جو کچھ میں کہہ سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ شہر کے باہر رہنے والے لوگ حملہ آور ہوئے ہونگے۔
سوال۔ کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ فی الحال بادشاہ کا سفیر یا کوئی عزیز شاہ ایران کے دربار میں ہے یا حال میں گیا ہے؟
جواب۔ جی نہیں موجودہ حالت کی بابت میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن دو تین سال گزرے جب محمد باقر کے اخبار میں میں نے یہ پڑھا تھا کہ مرزا نجف ملزم کے بھائی شاہ ایران کے دربار میں گئے ہیں جن کا استقبال نہایت تزک و احتشام سے کیا گیا۔
سوال۔ کیا یہ شخص دہلی سے روانہ کئے گئے تھے۔
جواب۔ میں نہیں جانتا البتہ ان کے بھائی دو برس پیشتر بہت سے کاغذات دیکر سفیر بناکر گورنمنٹ کے پاس کلکتہ روانہ کئے گئے تھے۔
سوال۔ کیا حسن عسکری کے شیدی قنبر کو ایران روانہ کرنے کی کوئی اطلاع تم عدالت کو نہیں دے سکتے؟ یہ بالکل صحیح ہے کہ ضروری کاموں میں قنبر بھی اعتبار کیا جاتا تھا

خصوصاً تحریر کے متعلق، نیز یہ یقین کر لیا گیا ہے کہ جو کچھ بیان ہو چکا ہے اس سے تم بخوبی واقف ہو
جواب - میں قسمیہ کہتا ہوں کہ میں نے عدالت سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی۔ لا کھ مجھ پر اعتبار کیا جاتا تاہم میں نوکر تھا، بہت راز مجھ سے مخفی رکھے جاتے تھے۔ مثال کے لئے سنئے کہ بادشاہ نے اپنی بیوی تاج محل سے نکاح کرنے کی اہو قوم کی مسلمان ڈومنی تھی اور نیچے طبقہ کی تھی اور جس سے بعد میں بادشاہ کا نکاح ہو گیا مجھ سے بالکل صلاح نہیں لی تھی۔ نہ جواں بخت کی تخت نشینی کی سازش سے مجھے آگاہی تھی۔ اور ایسے کئی دیگر اہم معاملات کا حال ہے۔ لہٰذا میں نہیں کہہ سکتا کہ ملزم حسن عسکری اور رشیدی قنبر میں کیا گذرا۔

سوال - کیا تم جانتے ہو کہ غدر سے پہلے بادشاہ نے اپنے رفقاء کی معرفت کمپنی کی دیسی فوج کے افسروں سے خط و کتابت یا پیام رسانی رکھی ہو؟

جواب - جی نہیں میں نہیں جانتا۔ یہ ممکن ہے کہ ان میں خط و کتابت ہوئی ہو مگر مجھے یقین نہیں ہے کہ ایسا ہوا ہو۔

چار بج جانے سے عدالت کل گیارہ بجے تک کے لئے برخاست ہو گئی۔

تیرہویں روز کی کارروائی

یوم جمعرات - ۱۱ر فروری ۱۸۵۸ء

عدالت بدستور قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں منعقد ہوئی

پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب موجود ہیں۔

ملزم عدالت میں لائے گئے

حکیم احسن اللہ خاں بھی عدالت میں طلب کئے گئے اور گذشتہ اظہار کی یاد دہانی کی گئی۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار سے لئے

سوال۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ پرچہ صادق الاخبار کو ملزم غدر سے پہلے بہت پڑھا کرتے تھے

جواب۔ وہ باقاعدہ نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ اتفاقیہ کوئی شہزادہ کسی مضمون کا کچھ حال بتا دیتا تھا

سوال۔ شہزادے مضامین متعلقہ ایران کو ضرور دلچسپی سے پڑھتے ہونگے اور کیا عموماً یہ بتایا جاتا تھا کہ انگریزوں کو ایرانیوں کے ہاتھ سے شکست ہوئی؟

جواب۔ میں نے خود وہ اخبار نہیں پڑھا۔ میں یہ جانتا ہوں لیکن عام طور پر بیان کیا جاتا تھا کہ انگریز ایرانیوں سے شکست کھا رہے ہیں اور شہزادے اس خبر کو ضروری سمجھکر پڑھتے اور اس پر یقین رکھتے تھے۔

سوال۔ غدر سے پہلے کیا مسلمانوں کو یقین تھا کہ انگریزی عملداری ختم ہو جائے گی اور کیا شہزادوں کو بھی اس رائے سے اتفاق تھا؟

جواب۔ جی نہیں میں نے ایسا نہیں سنا۔

سوالات جرح از ملزم

سوال۔ تم نے بتایا ہے کہ بادشاہ کی ملازمت میں ۱۲۰۰ سپاہی تھے۔ بادشاہ کی فوج کی تینوں ٹکڑیوں کی وردیاں بیان کرو اور مختلف رجمنٹوں کے کیا لقب تھے؟

جواب۔ دو پیدل رجمنٹیں تھیں ہر ایک میں پانچسو آدمی تھے انکی وردیوں کا رنگ گہرا سیاہ اور خاکستری تھا انکے عمامے اور کمر بند سرخ تھے وردیوں پر کوئی نشانات یا تمغے نہیں تھے جس سے مختلف ٹکڑیوں میں امتیاز کیا جا سکتا، توپخانہ میں تقریباً ۲۰۰ آدمی تھے انکی وردی گہری نیلگوں عمامے اور کمر بند سرخ ہوتے تھے انکی وردیوں پر بھی کوئی خاص تمغہ یا علامت نہیں رہتی تھی ملزم کا باڈی گارڈ سرخ کوٹ پہنتا تھا اور گہرے نیلگوں عمامے اور کمر بند تھے

گواہ ہٹ جاتے ہیں۔

مسٹر آلڈویل بوجہ الگزنڈر آلڈویل گورنمنٹ پنشنخوار عدالت میں طلب کی گئیں اور ان سے حلف لیا گیا

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال۔ کیا گیارہ مئی ۱۸۵۷ء کو تم دہلی میں تھیں۔؟

جواب۔ جی ہاں۔

سوال۔ تم کہاں رہتی تھیں اور تم نے کس وقت سنا کہ دیسی فوجیں میرٹھ سے آئی ہیں۔

جواب۔ میں شہر کے اس حصہ میں رہتی تھی جسے دریا گنج کہتے ہیں اور میرٹھ کے سپاہیوں کے آنے کی خبر مجھے گیارہ مئی کو صبح آٹھ اور نو بجے کے درمیان ملی۔

سوال۔ اس روز جو کچھ تم نے دیکھا ہو بیان کرو۔؟

جواب۔ میرے ایک سائیس نے آکر بیان کیا کہ فوجیں بغاوت کرکے میرٹھ سے آگئی ہیں اور راہ میں جو انگریز ملتے گئے انہیں قتل کر ڈالا اور کہنے لگا کہ اپنی گاڑی تیار کرکے بھاگنے کے لئے آمادہ ہو جانا چاہئے کیونکہ باغی دہلی کے انگریزوں کو بھی قتل کرینگے۔ میں اس سے باتیں کر رہی تھی کہ ہمارے دوسرے دروازہ کے ہمسائے مسٹر نولن نے آکر سائیس کے بیان کی تصدیق کی اور مسٹر آلڈویل کو دریافت کرنے لگے تاکہ ان سے کچھ مشورت کر سکیں پھر وہ مسٹر آلڈویل کے پاس چلے گئے اور یہ دونو اعرصہ تک باہم مشورہ کرتے رہے۔ اور آخر کار یہ طے پایا کہ تمام قرب وجوار کے انگریز ہمارے مکان میں جو نہایت فراخ اور مستحکم تھا آکر مجتمع ہو جائیں۔ اور جب تک دم میں دم ہے اپنی عزت وآبرو پر آنچ نہ آنے دیں۔ اس کے بعد مسٹر آلڈویل اور مسٹر نولن نزدیک کے ہسپتال کے گارد کے پاس گئے۔ اس گارد میں ہندوستانی پیدل سپاہی تھے اور ان سے اپنے ساتھ جد وجہد کرنے کے لئے دریافت کیا اور یہ بھی کہا کہ اس کے بدلے انگریز انہیں معقول معاوضہ دینگے سپاہیوں نے جواب دیا "جاؤ اپنا کام کرو اور ہم اپنا کام کرتے ہیں،" اسوقت صبح کے ۹ بجے سے کچھ زیادہ وقت تھا اور میرٹھ کے سپاہیوں نے پل تک عبور نہیں کیا تھا جو یہ کہا جاسکے کہ گارد کے سپاہیوں کو انھوں نے گانٹھ لیا ہوگا۔ اس کے بعد

انگریزوں نے جو ہمارے مکان میں جمع ہوئے تھے دروازوں کی ناکہ بندی کرنی شروع کی اور عورتوں و بچوں کو چھت پر چڑھا دیا گیا۔ میں سمجھتی ہوں کہ مع عورتوں اور بچوں کے کل تعداد تیس تھی۔ پہر ۹ بجے کے قریب باغیوں کو ہم نے پل عبور کرتے ہوئے دیکھا۔ ان میں خاصی تعداد سواروں کی تھی اور کچھ پیادے بھی تھے۔ باغیوں کا یہ گروہ ہمارے مکان کے زیر دیوار گزر رہا تھا جو لب دریا واقع تھا اور ان میں سے بعض نے ایک صاحب پر فیر بھی کیا تھا جو چھت پر تھے پھر یہ جماعت جیلخانہ کی طرف چلی گئی اور ہم نے سمجھ لیا کہ وہ قیدیوں کو آزاد کریگی۔ تھوڑی دیر بعد ہم نے سنا کہ وہ شہر میں گھس گئے ہیں۔ اور انگریزوں کو جہاں پاتے ہیں قتل کرتے ہیں۔ اسی وقت شہر کا ایک مسلمان باشندہ جو پیشہ کا رنگریز تھا۔ خون آلود تلوار ہاتھ میں لئے کلمہ پڑھتا ہوا ہمارے مکان کے پاس آیا اور چلا کر کہنے لگا " انگریز کہاں ہیں " مسٹر نولن نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ مگر اس کے جواب نہ دینے پر مسٹر نولن نے گولی ماردی اور وہ مر گیا۔ صرف یہی ایک شخص تھا کہ جو اسوقت تک ہماری سرحد میں داخل ہوا، مگر اس کے بعد ہی پچاس ساٹھ شہری باشندے اس کے پیرو ہمارے دروازہ پر اکٹھے ہو گئے گیارہ بجے کے قریب مسز فاؤلن ایک مسلمان کے ہاتھوں ہمارے مکان میں پہنچائی گئیں۔ انہیں شہری باشندوں نے زدوکوب کیا تھا جس سے ان کے سر میں کاری زخم آیا تھا اور ان کے مکان کا تمام اسباب لوٹ کھسوٹ کر لے گئے تھے۔ پھر تین بجے تک کوئی بات قابل ذکر نہیں ہوئی۔ یہانتک کہ میگزین اڑا دیا گیا۔ اسوقت میں نے مسٹر الڈویل سے التجا کی کہ مجھے اور میرے تینوں بچوں کو مکان سے نکالدیں۔ کیونکہ خدمتگاروں نے مجھ سے کہا تھا کہ باغی توپیں لینے گئے ہیں تاکہ یہاں لاکر نصب کریں اور میں پناہ گاہ ڈھونڈھنے کے لئے بیقرار تھی۔ چنانچہ میں نے اور تینوں بچوں نے ہندوستانیوں کا سا لباس پہنا اور دو ڈولیوں میں سوار ہو کر مکان سے نکل گئے اور بادشاہ کے

پونتے مرزا عبد اللہ کے مکان پر پہونچے، اسکی بہن اور اہلیہ نے ہماری بہت خاطر تواضع کی کیونکہ مسٹر آلڈویل کو اور مجھے وہ لوگ بہت عرصے سے جانتے تھے، رات کے آٹھ بجے تک ہم وہاں رہے جب مرزا عبد اللہ آیا اور کہا کہ وہ ہمیں بہترین پناہ گاہ اور محفوظ مکان یعنی اپنی ساس کے مکان میں پہونچا دیگا۔ چنانچہ اسی وقت اس نے ہمیں وہاں پہونچا دیا مگر ہمارا کچھ اسباب اپنے پاس رکھ چھوڑا۔ اور کہنے لگا کہ عام راستہ سے اس قدر سامان لیکر نکلنا بہت خطرناک ہے کل تم اپنے منشی کو روانہ کرنا میں وہ سامان اس کے ہاتھ بھیجدونگا۔ میں نے دوسرے روز حسب وعدہ اپنے منشی کو دو سو روپیہ نقد اور کچھ چاندی کی طشتریاں مرزا عبد اللہ سے لیکر آنے کے لئے روانہ کیا۔ لیکن مرزا نے انکار کر دیا، اور کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے اور ساتھ ہی ہمیں یہ پیام بھیجا کہ اگر اسکی ساس کے مکان کو فی الفور خالی کر دیا جائیگا تو وہ لوگوں کو ہمارے قتل کے لئے روانہ کریگا۔ اسنے چھ بجے شام کو اپنے چچا اور چند لوگوں کو دیکھنے کے لئے روانہ کیا کہ اگر ہم نہ چلے گئے ہوں تو وہ لوگ قتل کر دیں۔ میں نے اس کے چچا کو تو نہیں دیکھا لیکن ملازموں کو دیکھا جن کے ہاتھوں میں برہنہ تلواریں تھیں۔ میرے منشی کی والدہ ملامت کرنے لگیں اور کہنے لگیں کیا یہی مرزا کی مہمان نوازی ہے؟ اس کا اگر یہی ارادہ تھا تو کیوں ہمیں مکان میں گھسنے دیا۔ کیا حفاظت اور پناہ گاہ کا وعدہ صرف قتل کے لئے کیا تھا؟" اس نے ان لوگوں سے یہ بھی کہا کہ اگر تمکو قتل کرنا ہی ہے تو پہلے مجھے کرو۔ میں نے انگریزوں کا نمک کھایا ہے اور انہیں قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتی، پھر یوں کہنے لگی۔ مجھے قتل کرنے سے تم کو بہت ثواب ہوگا۔ کیونکہ میں سیدانی اور شیعہ ہوں، یہ بادشاہ کے خاندان کی طرف اشارہ تھا جو سنی فرقے سے تعلق رکھتا تھا اور سنی فرقے نے حقیقتاً نبی کے بچوں یا سیدوں کو شہید کیا[1] تھا۔ لوگوں نے جواب دیا کہ اگر وہ ایسا کرینگے تو یقیناً کافر ہو جائینگے، البتہ انہوں نے

[1] ہم کو شاید معلوم نہیں کہ سنیوں نے سادات کو شہید نہیں کیا تھا۔

عیسائیوں کے قتل کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ پھر اس سے کہنے لگے کہ وہ مکان سے نکل جائے تاکہ وہ لوگ ہمیں قتل کر دیں ورنہ ہمیں مکان سے باہر کر دے تا سڑک پر لیجا کر انکو ہلاک کیا جائے۔ آخر کار بصد دقت دوسرے روز صبح تک مکان خالی کر دینے کی ہمیں اجازت ملی۔ رات کے وقت منشی میرے درزی کو بلا کر لایا، اور میں نے اس سے کوئی ایسی جگہ دریافت کی جہاں جا کر ہم لوگ روپوش ہو سکیں۔ جواب میں اس نے کہا کہ سنا گیا ہے کہ نواب احمد علیخاں انگریزوں کو پناہ دے رہے ہیں اور وہ ہمیں وہاں لیجا کر پوشیدہ کریگا پھر وہ سواری لانے کے لیے نواب کے ہاں گیا مگر ناکام واپس آیا اور کہنے لگا کہ نواب کے مکان میں انگریزوں کا روپوش ہونا باغیوں کو معلوم ہو گیا ہے۔ اور وہ ان کے مکان کے سامنے توپیں لگانا چاہتے ہیں لہذا وہ ہمیں اپنے مکان میں رکھیگا، اس نے ایسا ہی کیا اور ہم اس کے مکان میں رہنے لگے۔ ایک روز کہنے لگا کہ کئی عیسائیوں کو بادشاہ کے حضور میں حاضر کیا گیا انہوں نے اگرچہ حراست میں رکھ لیا مگر انکی جان بخشی کر دی ہے اور ہمیں بھی وہاں جانے کی ہدایت کی۔ بدھ کے روز سات اور آٹھ بجے شب کے درمیان درزی ایک باغی سوار قادر داد خاں کو بلا لایا جس نے ہمیں قلعہ میں پہونچا دیا۔ اگرچہ باغیوں نے قسم کھائی تھی کہ انگریزوں کو ہرگز زندہ نہ چھوڑینگے مگر وہ سوار درزی کا کسی زمانہ کا احسان مند تھا اور اس وجہ سے ہماری حفاظت کا پختہ وعدہ کر لیا اور کہا کہ وہ زینہار بے ایمانی نہ کریگا۔ قلعہ کے لاہوری دروازہ تک اس نے ہمیں پہونچا دیا جہاں محافظ گارد کے ہاتھوں ہم لوگ قیدی بنائے گئے۔ یہ لوگ پھر ہمیں مرزا مغل کے روبرو لے گئے جنہوں نے ہمیں بھی دوسرے قیدیوں کے ہمراہ رکھے جانیکا حکم دیا۔ مورخہ ۱۳ مئی یوم بدھ کی شب کو ہم مقید کئے گئے تھے۔ جہاں تک میرا خیال ہے مجھے کہنا چاہیئے کہ قیدیوں کی تعداد عورت، مرد، بچے سب ملکر ۴۶ یا ۵۰ نفر تھی۔ ان کے نام جہاں تک میں اور میرے بچے یاد رکھ سکے مندرجہ ذیل ہیں۔ مسز اسکلی اور تین بچے۔ مسز گلسی،

مسز ایڈوارڈس اور دو بچے، مسز مولانی اور دو بچے، مسز شیهن اور ایک بچہ، مسز کاریٹ اور انکی دختر، مسز اسٹینس، مسز کاچپین، مس اسٹینس، ماسٹر چارڈشا، مس ایم ہنٹ، مس ای بیرسغارڈ، مس ایل رائلی۔ مس الائس شا، مس انشا، مسٹر لا برٹس اور ایک لڑکا مسٹر کراڈ، مسز اسمتھ، کوئی ایک شخص اور تھا جس کا نام مجھے یاد نہیں باقی عورتیں اور بچے تھے جن کے نام میں یاد نہ رکھ سکی ہم ایک تاریک کوٹھری میں بند کئے گئے تھے جس میں صرف ایک کھڑکی تھی اس کے سوا کوئی دوسرا روزن نہیں تھا وہ مقام کسی انسان کے رہنے کے لائق نہیں تھا اور ہمارے لئے تو بالکل نہیں۔ زبردستی ہمیں ٹھونسا گیا تھا ہر شخص ہوا لینے کے لئے کھڑکی کے پاس کھڑا رہنا چاہتا تھا۔ اور وہ کھڑکی بھی جہاں سے روشنی اور ہوا آتی تھی ہمیں بند کرنی پڑی کیونکہ سپاہی اپنی بھری بندوقیں جن کے گھوڑے چڑھے ہوتے لیکر آتے تھے اور بچوں کو ڈراتے اور دھمکاتے تھے بسا اوقات ہم سے پوچھتے کہ اگر بادشاہ ہماری جان بخشی کرے تو کیا ہم مسلمان ہونے اور انکی لونڈیاں بننے کے لئے تیار ہیں لیکن بادشاہ کے خاص مسلح باڈی گارڈ کے سپاہی جو ہم پر مسلط تھے دیگر سپاہیوں کو ہدایت کرتے رہتے تھے کہ ہمیں زندگی کی بالکل امید نہ دلائی جائے، اور کہتے تھے کہ " ہم ٹکڑے ٹکڑے کرکے چیلوں اور کوؤں کو کھلائے جائیں گے۔ ہمیں کھانا معمولی دیا جاتا تھا البتہ دو مرتبہ بادشاہ نے ہمیں نہایت عمدہ کھانا بھیجا تھا۔ جمعرات کو چند سپاہی آئے اور کہنے لگے کہ " وہ ہمیں مار ڈالیں گے اور انہوں نے انگریزوں کے قتل کا بیڑا اٹھایا ہے۔ جمعہ کو دوپہر تک کوئی واقعہ نہیں گذرا۔ صرف بادشاہ کے ایک خاص ملازم نے کسی لیڈی سے کہا تھا (میں جانتی ہوں وہ مسز سٹینس تھیں) کہ اگر انگریزوں کی پھر حکومت ہو جائے تو وہ ہمارے ساتھ کیسا سلوک کریں،، لیڈی صاحبہ نے جواب دیا کہ " جسطرح تم نے ہمارے خاوندوں اور بچوں کے ساتھ کیا ہے " ۱۶ مئی یوم جمعرات کو سوا میرے اور میرے بچوں کے اور اس مسلمان عورت کے جو عیسائیوں کو کھانا دیتی

تھی۔ سب انگریزوں، بچوں اور عورتوں کو باہر نکال کر قتل کر دیا گیا۔

سوال۔ تم نے کیسے جانا کہ یہ لوگ سب کے سب قتل کر دئے گئے اور یہ کیونکر ہوا کہ تم اور تمہارے بچے بچا لیئے گئے اور باقی سب کو قتل کر دیا گیا؟

جواب۔ درزی کے مکان سے جانے کے قبل میں نے ایک درخواست لکھ رکھی تھی اور میری خواہش تھی کہ میں خود جاکر ان کے حضور میں اسے پیش کروں گی۔ مگر جب میں قلعہ کے لاہوری دروازہ پر پہونچی اور سپاہیوں نے جہاں اور چیزیں لیں تھیں۔ وہاں یہ بھی چھین لی۔ میں نے اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ میں اور میرے بچے کشمیری مسلمان ہیں۔ اسی وجہ سے قیدخانہ میں میں کھانا علیحدہ ملا کرتا تھا اور بادشاہ کے خاص ملازم ہمیں مسلمان سمجھتے تھے۔ چنانچہ بارہا انہوں نے ہمارے ہمراہ کھانا وغیرہ کھایا ہے۔ غدر کے شروع سے میں نے مسلمانوں کے مذہبی کلمات یاد کر لئے تھے اور بچوں کو بھی یاد کرا دیئے تھے۔ چنانچہ ہم سب بڑی روانی سے اسکو پڑھ سکتے تھے اور مسلمان بنے رہنے سے ہماری جانیں بچ گئیں۔ سولہ مئی کی صبح کو بادشاہ کے خاص ملازمین چند پیدل سپاہیوں کو ہمراہ لئے ہوئے آئے۔ اور ہماری جماعت کو مخاطب کر کے کہا کہ عیسائی مکان سے باہر نکل آئیں اور پانچ مسلمان اندر ہی رہیں۔ بچوں اور عورتوں نے واویلا مچانا شروع کیا اور کہا کہ انہیں پہلے ہی معلوم تھا کہ وہ قتل کئے جائیں گے لیکن مسلمانوں نے قرآن اور ہندوؤں نے جمنا کی قسم کھا کر کہا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ انہیں اور اچھی جگہ لیجا کر رکھیں گے اور جس میں وہ فی الحال مقید ہیں وہ میگزین بنایا جائیگا۔ غرضیکہ انہیں دم دلاسا دیکر وہ باہر لے گئے اور گنتی کی گئی۔ مجھے تعداد یاد نہیں۔ پھر ان کے گرد ایک رسا پھینکا گیا اور سب کو اکٹھا کر کے اس طرح جکڑا جیسے قیدیوں کو عموماً کہیں لیجاتے وقت جکڑتے ہیں پھر انہیں وہاں سے جدا کیا گیا یہانتک کہ میری نظروں سے غائب ہو گئے میں نے سنا ہے کہ صحن میں پیپل کے درخت کے نیچے چھوٹے حوض کے پاس لاکر کھڑے

کر دیئے گئے۔ سپاہیوں میں سے کسی نے بھی ان کے قتل میں حصہ نہیں لیا۔ صرف بادشاہ کے خاص ملازموں کی تلواروں سے قتل کئے گئے اور انہیں کو قیدیوں کے قتل کرنے کا استحقاق دیا گیا تھا۔ کیونکہ انکے عقیدے میں کفار کو قتل کرنے سے بہشت ملتی ہے اور ان لوگوں کو بھی وہ ملے گی۔ میں نے یہ جاروب کش کی عورت سے سنا تھا۔ اور تمام ایام غدر دہلی میں مجھے بارہا اسکی تصدیق ہوتی رہی قتل کے بعد ہی دو توپیں داغی گئیں اور مجھ سے کہا گیا کہ یہ اظہار مسرت میں سر کی گئی ہیں۔ قتل کے ایک گھنٹہ بعد ایک پیر مرد جنہیں مفتی صاحب کہتے تھے میرے محافظوں سے آکر کہنے لگے کہ وہ ان پانچ قیدیوں کو دیکھنا چاہتے ہیں جو بچا لئے گئے ہیں۔ انہوں نے ہم سے کہا کہ ہماری جان بخشی کر دی گئی ہے اور شاہی ملازموں سے کہا کہ ہمیں کسی محفوظ مقام میں پہونچا دیا جائے لیکن دن کے وقت کسی صورت سے نہیں کیونکہ سپاہی اور شہر کے باشندے دیکھ لیں گے تو ہمیں مار ڈالیں گے (مجھے یہاں یہ بھی بتا دینا چاہیئے کہ بعض لوگوں کو میرے عیسائی ہونے کا شبہ تھا۔) شام کو ہمیں درزی کے مکان میں پہونچا دیا گیا۔ اور دوسرے منگل کو چیف پولیس افسر نے ہمیں وہاں گرفتار کر لیا۔ ہم قیدیوں کی طرح مرزا مغل کے سامنے حاضر کئے گئے اور پولیس افسر نے ان سے کہا کہ ہم عیسائی ہیں اور بھیس بدلکر رہتے ہیں۔ مرزا مغل نے حکم دیا کہ ہماری گردنیں ماردی جائیں۔ لیکن۔ اڑتیسویں رجمنٹ کے سپاہیوں نے ہمیں آزاد کرایا۔ جب سپاہی شکست کھا کر واپس شہر میں آئے اور لوگ علانیہ کہنے لگے کہ ہمیں انگریزوں کے خلاف رہنے کی طاقت نہیں، خصوصاً ہندو سپاہیوں نے مسلمانوں کو ملامت کرنی شروع کی کہ ”انگریزوں سے تمہارا یہ پہلا ہی مقابلہ ہے کیا اسی بھروسہ پر مذہب کے لئے لڑتے تھے۔ وہ خود بھی افسوس کرتے تھے کہ ہم انگریزوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ وہ مسلمانوں کو مذہب کی آڑ میں دھوکہ دینے سے لعنت ملامت کرتے رہے۔ انہیں ہمیشہ یہی پس وپیش لگا رہا

کہ آیا در اصل انگریزی گورنمنٹ ان کے مذہب میں دخل دیتی ہے یا نہیں؟ ہندو سپاہیوں کی کثیر تعداد کہنے لگی کہ اگر اسے جان بخشی کا اطمینان ہو جائے تو وہ پھر انگریزوں کی ملازمت میں آنا چاہتے ہیں۔ لیکن مسلمان ہمیشہ اس کے برخلاف کہتے رہے کہ بادشاہ کی ملازمت بہ نسبت گورنمنٹ کی ملازمت کے افضل تر ہے۔ اور نواب راجہ وغیرہ جرار فوجوں سے بادشاہ کی مدد کریں گے۔ اور وہ ضرور آخر کار کامیاب ہونگے۔

سوال۔ دہلی میں جب تم غدر کے زمانے میں مقیم تھیں تمہیں ہندو اور مسلمان باغی سپاہیوں کے جذبات کا اندازہ کرنے کا کبھی موقع ملا تھا؟

جواب۔ جی ہاں غدر کے زمانہ میں میں نے ہمیشہ مسلمانوں کو مسرور و شاداں پایا ہے محرم کے زمانہ میں مسلمان عورتیں اپنے بچوں کو دعا کرنا سکھاتی تھیں، کہ ان کے مذہب کو فتح نصیب ہو اور ان دعاؤں میں عموماً انگریزوں پر لعن طعن کیا جاتا تھا۔

سوال۔ جب ہندو اور مسلمان دہلی میں متفق تھے کیا ان میں کوئی مذہبی مناظرہ یا تنازعہ ہوا تھا۔؟

جواب۔ مجھے خیال ہے کہ جب فوجیں پہلے پہل میرٹھ سے آئیں تو ہندوؤں نے بادشاہ سے عہد کرا لیا کہ شہر میں گاؤ کشی نہ کی جائے گی۔ اور یہ عہد برقرار رکھا گیا۔ میں سمجھتی ہوں کہ تمام ایام غدر تک دہلی میں اس عہد کے سبب ایک گائے بھی نہیں کاٹی گئی۔ بقرعید کے موقعہ پر جبکہ مسلمان یقینی گائے قربانی کیا کرتے ہیں۔ ایک بےچینی پھیل گئی تھی مگر مسلمانوں نے اس موقعہ پر بھی گائے کی قربانی نہیں کی۔ نویں ستمبر کی صبح کو دیسی پوشاک پہنکر میں دہلی سے بھاگی اور اپنے تینوں بچوں اور دو ملازموں کو لیکر میرٹھ پہونچی۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

عدالت نے اظہار لئے

"سوال۔ کیا تم جانتی ہو کہ انگریز خواتین کی ہندوستانی سپاہ یا باشندگان شہر نے

عصمت ریزی اور توہین کی تھی۔!

جواب - جی ہاں۔

گواہ چلی جاتی ہے، چار بج جانے سے عدالت کل گیارہ بجے تک کے لئے ملتوی کر دی جاتی ہے۔

چودہویں روز کی کارروائی

یوم جمعہ ۱۲ر فروری ۱۸۵۸ء

آج گیارہ بجے پھر عدالت قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل، تمام اراکین موجود ہیں۔

ملزم عدالت میں لائے گئے۔

مسٹر سی بی سانڈرس قائم مقام کمشنر اور لفٹننٹ گورنر کے ایجنٹ عدالت میں طلب کئے گئے۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال۔ کیا تم عدالت کو اس امر کی اطلاع دے سکتے ہو کہ کس وجہ سے شاہان دہلی گورنمنٹ برطانیہ و ہند کی رعایا اور پنشنخوار ہوئے؟

جواب۔ شاہ عالم شہنشاہ دہلی کی آنکھیں نکالے جانے اور غلام قادر کے ہاتھوں ہر قسم کی اذیتیں اٹھانے کے بعد ۱۷۸۸ء میں وہ مرہٹوں کے ہاتھ پڑ گئے۔ شہنشاہ دہلی کی حکومت پوری پوری تھی مگر دہلی میں ہی قید شدید یا خفیف میں رہے اور ۱۸۰۳ء تک مرہٹوں کے دست ستم کا آماجگاہ بنے رہے، جب جنرل لیک صاحب نے علیگڈھ پر قبضہ کر لیا تو برطانوی فوجیں لیکر دہلی پر بھی حملہ کیا، مرہٹہ افواج دہلی سے چھ میل کے فاصلہ پر مقابلہ کے لئے نکلیں مگر جنرل لیک صاحب کے ہاتھوں شکست فاش

کھا کر بھاگ گئیں جب شہر اور قلعہ مرہٹوں کے ہاتھ سے نکل کر گورنمنٹ کے ہاتھ آگیا تو شہنشاہ شاہ عالم نے جنرل لیک صاحب سے انگریزی گورنمنٹ کے سایہ عاطفت میں آنے کی درخواست کی، اور ۱۴ ستمبر سے جو ۱۸۵۷ء کے فاتحانہ قتل اور برطانوی افواج کے دہلی میں داخل ہونے سے کہیں زیادہ قابل یادگار ہے۔ شاہان دہلی گورنمنٹ برطانیہ کے پنشنخوار اور رعایا بنگئے اور برطانوی حکمرانوں نے انہیں مرہٹوں کے ظلم وستم اور قید با مشقت سے چھڑا کر عیش وآرام عطا کیا۔ ملزم نے ۱۸۳۷ء سے دہلی کی فرضی حکومت حاصل کی لیکن انکا اقتدار خاص قلعہ والوں پر بھی نہیں تھا۔ البتہ اپنے مقربین کو خلعات فاخرہ اور خطابات دینے کی طاقت تھی وہ اور ان کے اہل خاندان بیشک لوکل کورٹ سے بری تھے مگر گورنمنٹ عالیہ کے زیر نگیں تھے۔

سوال۔ کیا گورنمنٹ نے ملزم کے مسلح سپاہیوں کی کوئی حد مقرر کی تھی۔

جواب۔ ملزم نے لارڈ ہاک لینڈ سے درخواست کی تھی کہ جتنے ملازم وہ رکھنا چاہیں رکھنے دیئے جائیں گورنر جنرل نے جواب میں اجازت دیدی کہ وہ اپنے وظیفہ میں سے تنخواہ دیکر جتنے ملازم رکھنے چاہیں رکھ سکتے ہیں۔

سوال۔ جو پنشن گورنمنٹ نے ملزم کے لئے منظور کی تھی بیان کر سکتے ہو کیا تھی؟

جواب۔ ان کا ایک لاکھ روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر تھا جس میں سے ۹۹۰۰۰ روپیہ دہلی میں اور ۱۰۰۰ لکھنؤ میں ان کے اہل خاندانوں کو ملتا تھا۔ نیز سرکاری اراضی سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ وصول کرنا بھی منظور تھا اور دہلی کے مکانات کا کرایہ اور زمین کا معاوضہ بھی لیتے تھے۔

"ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ چلے جاتے ہیں۔

مسٹر پیٹرسن میجر دیسی پیدل نمبر ۵۴ عدالت کے روبرو حاضر کئے گئے اور شہادت دینے لگے

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال۔ کیا گذشتہ مئی کی گیارہویں تاریخ کو تم دہلی میں تھے۔

جواب۔ جی ہاں۔

سوال۔ اسوقت جو کچھ تم نے دیکھا ہو بیان کرو

جواب۔ گیارہ تاریخ کو حسب معمول صبح کے وقت قواعد تھی اور بعض احکام پڑھکر سنائے تھے چنانچہ یہ بخیر و خوبی انجام پایا اور اسوقت تک غدر کا ذرا بھی شبہ نہ تھا لیکن نو بجے رجمنٹوں کو فی الفور تیار ہو کر جمنا کے پل پر جانے کا حکم ملا تاکہ رسالہ نمبر ۳ کے سوار جو میرٹھ سے بغاوت کرکے آرہے تھے دریا کو عبور نہ کرنے پائیں۔ کرنیل رپلی نے پریڈ کے میدان میں مجھے حکم دیا کہ اپنی کمپنی گرینا ڈیرس اور کمپنی نمبر ایک دونوں کو مع دو توپوں کے ہمراہ لیکر پل پر جاؤں اور اس کی حفاظت کروں کرنیل مذکور نے مجھ سے یہ بھی کہدیا کہ جانیکے قبل کپتان ڈے ٹیزرس کے مکان پر جو راہ میں ملتا تھا۔ جاکر ان کے احکام بھی حاصل کروں۔ کپتان ڈے ٹیزرس نے مجھے مع کمپنی کے صدر بازار میں ٹہرنے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ توپیں آ رہی ہیں پہر وہاں سے کوچ کرنا مگر پون گھنٹے تک میں ٹہیرا رہا اور توپیں نہ آئیں تو میں نے اپنے ماتحت لفٹنٹ وبرٹ کو تحقیق کرنے کے لئے روانہ کیا کہ کیا سبب ہے جو ابھی تک توپیں نہیں آئیں۔ اور اس خیال سے کہ توپیں ہمیں راہ میں ملجائیں گی اور وقت بھی بچ جائے گا۔ میں نے اپنے زیر کمان کمپنیوں کو مارچ کا حکم دیا اور پل کی طرف روانہ ہوا۔ لفٹنٹ وبرٹ مجھے نصف راہ میں ملے اور کہا کہ ہندوستانی توپچی میگزین کو چھوڑ رہے ہیں لیکن توپیں بہر حال بہت جلد پہنچا دی جائیں گی۔ اور جب میں پل سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر تھا توپیں پہنچ گئیں۔ کشمیری دروازہ سے سو گز آگے پہنچکر کپتان والس مل گئے۔ جو اس ہفتہ فیلڈ آفسر تھے۔

انہوں نے مجھ سے کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو پل پر پہنچوں کیونکہ باغی سوار پہنچ چکے ہیں اور دیسی پیدل نمبر ۵۴ کے افسروں پر فیر کر رہے ہیں۔ میں نے فوراً اپنی کمپنیوں کو بندوقیں بھرنے کا حکم دیا اور جب یہ ہو چکا تو کرنیل رپلی کشمیری دروازہ سے نکلتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان کے کئی مقامات پر زخم آئے تھے۔ اور میجر فالنٹ انہیں سنبھالے ہوئے تھے۔ میں پھر باغیوں کی سرکوبی کا تصور کرکے وہاں سے روانہ ہوا لیکن راہ میں ایک بھی نہ ملا۔ نمبر ۵۴ پیدل رجمنٹ کی آٹھویں کمپنی کے سپاہی جو کرنیل رپلی کے زیر کمان پیشبندی کے لئے روانہ کئے گئے تھے وہاں موجود نہ تھے۔ صرف نمبر ۳۸ دیسی پیدل کے ۵۰ سپاہی بطور گارڈ لفٹنٹ پراکٹر کی سپردگی میں موجود تھے کپتان والس نے مجھ سے ذکر کیا کہ نمبر ۳۸ کے ان سپاہیوں نے چند گز کے فاصلہ پر کرنیل رپلی کو باغیوں کے ہاتھوں کٹتے دیکھا۔ ہر چند میں نے حکم دیا مگر کوئی بھی کرنیل کو بچانے کے لئے ایک قدم نہیں ہلا۔ نمبر ۵۴ نے بھی اپنے افسروں سے ایسا ہی شرمناک برتاؤ کیا۔ گرجا کے مغربی میدان میں میں نے کپتان اسمتھ۔ کپتان برٹوز لفٹنٹ ایڈوارڈس، لفٹنٹ واٹرفیلڈ اور میجر سرجنٹ کو مردہ پایا جو خاک پر پڑے ہوئے تھے یہ سب نمبر ۵۴ دیسی پیدل کے افسر تھے توپوں کو موقع بموقع نصب کرکے اور مختلف مقامات پر سنتریوں کو کھڑا کرکے میں نے لفٹنٹ ویرٹ سے مشورہ کیا کہ ہم چل کر ان مقتولین کی لاشیں اٹھالائیں لیکن کمپنی کے سپاہیوں نے ہمیں منع کیا کہ ابھی اس سے باز رہیں کیونکہ باغی سوار افسروں کی تلاش میں ہر طرف پھر رہے ہیں۔ سپاہیوں نے یہ بھی کہا کہ وہ خود ان لاشوں کو اٹھا دینگے تھوڑی دیر کے بعد ایڈجوٹینٹ لفٹنٹ آس برن اور لفٹنٹ بٹلر جو شہریوں کے ہاتھوں زخمی ہو گئے تھے ہم سے آملے۔ انسائن انگلو بھی ہمارے پاس چلے آئے۔ اسوقت کشمیری دروازہ کے گرد ونواح میں بالکل سکون تھا۔ بارہ بجے لائٹ کمپنی کا ایک سپاہی میرے پاس آکر کہنے لگا کہ حوالدار میجر نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ رجمنٹ کہاں جائے پھر میں نے

اس سے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ سواروں کے افسروں
پر گولیاں چلانے سے یہ لوگ بھاگ نکلے اور سبزی منڈی میں جاکر جمع ہو گئے ہیں
نے اس سے کہا کہ انہیں جاکر کشمیری دروازہ آنے کا حکم دے۔ وہ سب بغیر کسی
انگریز افسر کے آگئے اور کہنے لگے کہ راستہ بھر باغی سواروں نے ان کا تعاقب کیا
اور کہتے رہے کہ ہمسے ملکر بغاوت میں حصہ لو۔ اس کے بعد ہلوگوں نے سپاہیوں
کی مدد سے انگریزا فسروں کی لاشیں اٹھوالیں۔ اب ہم میں نمبر ۷۴ ہیجر ایباٹ کے
زیر کمان مل گئی تھی اور کپتان ڈیرزس کی دو توپیں بھی ہمارے ہی ہمراہ تھیں میں
خیال کرتا ہوں کہ شاید اس وقت دو بجے تھے جبکہ ہمیں میگزین کی طرف سخت
ہنگامہ اور گولہ باری سنائی دینے لگی اور ساڑھے تین بجے تک یہ آوازیں آتی
رہیں۔ میں یہ کہنا بھول گیا کہ جب میں کشمیری دروازہ پر پہونچا تو مسٹر گیلوے نے
آکر خزانہ کے گارد کو تقویت دینے کے لئے کہا چنانچہ کئی سپاہی روانہ کردیئے گئے
مسٹر ولف بائی میگزین سے بھاگ کر ہم میں آئے اور بیان کیا کہ کس طرح انہوں نے
اور چند انگریزوں نے میگزین کو اب تک بچائے رکھا اور بادشاہ کا فوج بھیجنا اور میگزین
پر حملہ کرنے کے لئے سیڑھیاں روانہ کرنا وغیرہ بیان کرتے رہے۔ ہم پانچ بجے تک
کشمیری دروازہ پر مقیم رہے جب میں کھڑا تھا کہ اچانک ایک باڑہ ماری گئی جو میرے
سامنے سے گزر گئی اس میں نمبر ۷۴ کے کپتان گارڈن اور لفٹنٹ ریولی مقتول اور
نمبر ۵۴ کے لفٹنٹ اسبارن مجروح ہوئے پھر لائٹ کمپنی کے ایک سپاہی نے
میرے شانے پر ہاتھ رکھکر کہا کہ بہتر ہوگا میں فوراً چلا جاؤں ورنہ گولی سے مار دیا
جاؤں گا۔ اور نمبر ۵۴ کے سپاہیوں کو اپنی ماتحتی میں نہ پاکر اور اپنا ٹھہرنا لاحاصل سمجھکر
میں نمبر ۷۴ کے ایک افسر کے پاس چلا گیا۔ ہم شاہراہ سے جا رہے تھے مگر وہی
لائٹ کمپنی کا سپاہی (صرف وہی جو میرے پاس کھڑا تھا) مجھ سے گلیوں میں سے

جانیکے لئے کہنے لگا کیونکہ شاہراہ محفوظ نہیں تھی۔ چنانچہ ہم اسی کے نصیحت کے بموجب گلیوں میں سے بر گڈ ئر گریونکے پاس پہنچے۔ اور جو کچھ دیکھا تھا اطلاع دیدی۔ وہاں دو توپیں اور دیسی پیدل نمبر ۳۸ کی ۲۰۰ سپاہ موجود تھی جو اسوقت تک نہایت وفاداری سے خدمات بجا لارہی تھی مجھے وہاں پہنچ ... کا وقفہ ملا جس کے درمیان میں سپاہ مذکورہ نے عہد کیا کہ وہ ہماری رفاقت نہ چھوڑے گی اور جہاں ہم جائیں گے ساتھ چلے گی۔ چنانچہ وہ سپاہی ہمارے ہمراہ ہولئے۔ پہاڑی پر سے نیچے اترکر چھاؤنی کی سڑک پر چلنے لگے۔ اور جب لائنوں میں پہونچے تو وہ لوگ ایک ایک دو کرکے اپنی جھونپڑیوں میں چلے گئے۔ اور پھر صورت نہیں دکھائی جب میں نے ان سے دریافت کیا تو کہا کہ پانی پیکر ابھی آتے ہیں۔ مگر ہتھیار وغیرہ وہ لیکر چلدیئے یہ حالت دیکھکر میں اپنے خاص مکان کے گارد میں پہونچا۔ اسوقت ساڑھے سات بجے تھے میں نے گارد کو اپنے ہمراہ چلنے کی ترغیب دی اور تقریباً آدھ گھنٹہ تک ان کی خوشامد کرتا رہا آخر کار بہزار خرابی حوالدار میجر اور دو سپاہیوں نے میرا ساتھ دینا منظور کیا چنانچہ ہم تینوں چل کھڑے ہوئے مگر تاریکی میں راستہ بھول گئے اور صبح ہوتے اپنے آپ کو دہلی سے چار میل کے فاصلہ پر پایا میں تین روز تک برف کے کھیتوں کے قرب و جوار میں روپوش رہا جو دہلی سے تین میل کے فاصلہ پر ہیں۔ حوالدار اور سپاہی نے پہلے ہی روز صبح کھانا لانے کے بہانے سے ساتھ چھوڑ دیا تھا دوسرا سپاہی دوسرے روز تنہا چھوڑ چکا تھا۔ آخر کار میں ایک فقیر کی مدد سے کرنال بھاگ گیا۔

سوال۔ کیا تمہیں اپنی رجمنٹ میں کوئی آثار معلوم ہوئے تھے جس سے ظاہر ہوا ہو کہ سپاہیوں کو میرٹھ کے باغیوں کی آمد کی اطلاع پہلے سے تھی۔

جواب۔ گیارہ مئی تک میں کوئی علامت یا نشانی محسوس نہیں کرسکا لیکن

اب مجھے ان لوگوں کی اس روز کی تمام عادات واطوار سے یقین ہوا ہے کہ انہیں بیشک پہلے سے معلوم تھا ہنگامہ سے قبل اڑتی اڑتی خبریں ہمیں ملتی رہتی تھیں۔ مگر اس کا سان وگمان بھی نہ تہا۔ لفٹنٹ وبرٹ نے گذشتہ ستمبر میں مجھ سے کہا تہا کہ صوبہ دار میجر کریم بخش نے کپتان رسل کو گیارہ مئی سے دوماہ قبل اطلاع کی تہی کہ لوگ ہماری لائنوں میں آتے جاتے ہیں اور سپاہیوں کو بغاوت کی تحریک کرتے ہیں گذشتہ جون کی آٹھ تاریخ کو کپتان رسل بادلی کی سرائے میں مار ڈالے گئے اور صوبہ دار میجر تاحال میرٹھ میں موجود ہے۔ یہ مجھے یقین ہے۔ اور اب ثابت ہوتا ہے کہ جو خبریں کپتان رسل کو ملتی رہیں وہ بیشک غدر ہی کی بابت تھیں۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ جاتے ہیں۔

مکندلال سکرٹیری سابق شاہ دہلی طلب کیا جاتا ہے اور اظہار لیا جاتا ہے

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے

سوال۔ گذشتہ بغاوت کی اصلیت اور دیسی فوج کے بارے میں تم کچھ جانتے ہو؟

جواب۔ بادشاہ دہلی دو سال گذرے جب برٹش گورنمنٹ سے بدظن ہوگئے تھے اور طے کر لیا تھا کہ وہ آئندہ انگریزوں کی بالکل خاطر اور عزت نہ کیا کرینگے۔ مفصل حالات یہ ہیں۔ جب مرزا حیدر شکوہ اور مرزا فرید فرزندان مرزا خان بخش ابن مرزا سلیمان شکوہ لکھنؤ سے یہاں آئے تو شاہ حسن عسکری نے بادشاہ دہلی کو بادشاہ ایران کے پاس خط روانہ کرنے کی رائے دی۔ انہوں نے بتایا کہ اس خط میں یہ ہونا چاہئے کہ انگریزوں نے بادشاہ دہلی کو قیدی بنا دیا ہے اور تمام حقوق جو بادشاہ ہونے کی حیثیت سے انہیں حاصل ہونے چاہئیں سلب کر لئے ہیں۔ ولیعہد مقرر کرنا مسترد کر دیا ہے۔ پھر یہ تحریر کیا گیا تھا کہ کوئی ایسا ذریعہ حاصل کیا جائے جس سے

یہ معاملہ راہ پر آجائے۔ اور طرفین (شاہ ایران و شاہ دہلی) میں خط و کتابت ہوتی رہا کرے اور ملاقات بھی ہوا کرے۔ چنانچہ رشیدی قنبر کو زاد راہ کے لئے ایکسو روپیہ محبوب علیخاں کی معرفت عطا کئے گئے اور وہ خط مذکورہ لیکر ایران روانہ ہوگیا۔

اس کے بعد مرزا حیدر اور اس کا بھائی لکھنؤ واپس چلے گئے۔ جہاں سے انہوں نے مرزا نجف بادشاہ کے ایک دور کے رشتہ دار کو مرزا بلاقی فــرزند مرزا مشرف الدین ابن مرزا آغا جان کے ہمراہ ویسا ہی ایک خط دیکر ایران روانہ کیا۔

تین سال ہوئے کہ چند پیدل سپاہی متعینہ دہلی معرفت مرزا علی جنکا کام عرضیاں وصول کر کے پیش کرنا تھا اور حمید خاں جمعدار بادشاہ کے مرید ہوئے۔ اس موقع پر بادشاہ نے ہر ایک مرید کو ایک ایک شجرہ مع تفصیل نام ان پیشواؤں کے جن کے ہاتھ پر وہ بیعت ہوئے اور اس میں اپنا بھی نام داخل کر کے اور ایک رومال رنگین سرخ علامت برکت کی عطا کی۔ لفٹنٹ گورنر کے ایجنٹ نے یہ سنکر تحقیقات کی اور فوجی لوگوں کا آئندہ مرید ہونا مسدود کر دیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس روز سے بادشاہ اور فوج میں ایک قسم کا ارتباط ہوگیا تھا۔ گذشتہ بغاوت کے بیس روز قبل خبر موصول ہوئی تھی کہ میرٹھ کی فوجیں علانیہ بغاوت کرنیوالی ہیں لیکن یہ نہیں سنا گیا تھا کہ وہ یہاں آرہی ہیں۔ جب سوار یہاں پہونچے تو پہلے محل کی کھڑکیوں کے تلے آکر بادشاہ سے کہنے لگے کہ وہ تمام انگریزوں کو قتل کر کے یہاں آئے ہیں۔ اور اب یہاں کے انگریزوں کو فی الفور قتل کر ڈالیں گے۔ اور ملزم کو اپنا بادشاہ تصور کرینگے اور پھر کہنے لگے کہ تمام ہندوستان میں کوئی ایک انگریز بھی نہ بچ سکے گا سب کے سب قتل کر دیئے جائیں گے اور تمام فوج بادشاہ کے احکام بجالائے گی۔ بادشاہ نے کہا اگر ان کی یہی خواہش ہے تو انہیں آخری وقت تک ساتھ دینا ہوگا۔ اور اگر اسپر وہ رضامند ہوں تو شوق سے چلے آئیں اور تمام انتظام اپنے ہاتھ میں لیں

جب انہوں نے رضامندی ظاہر کی تو بادشاہ نے انہیں آنے دیا۔ وہ شہر میں گھس گئے مسلح باڈی گارڈ نے ان کا ساتھ دیا۔ قادر داد خاں نامی کابلی نے ریزیڈنٹ مسٹر فریزر کو قتل کیا۔ اسیوقت کچھ پیدل سپاہی مسلح باڈی گارڈ کے سپاہیوں کے ہمراہ قلعدار صاحب کی قیامگاہ میں گھس گئے اور انہیں قتل کر ڈالا۔ بعد ازاں جہاں کہیں انگریز ملتے گئے باغی انہیں قتل کرتے رہے اسی روز تمام شہر میں منادی کرا دی گئی کہ خدا حکمران جہاں ہے اور بہادر شاہ اس ملک کے تاجدار ہیں اور انہیں کامل اختیار حاصل ہے۔ دوسرے روز جب میرٹھ اور دہلی کی فوجیں آپس میں مخلوط ہوئیں تو بادشاہ تخت نشین ہوئے توپوں سے سلامی دی گئی اور افسروں کو ان کے اپنے مرتبے اور درجے کے موافق انعام بھی دئے۔ دیوان خاص میں قدیم سے ایک نقرئی تخت رکھا ہوا تھا۔ جسپر بادشاہ ایسے موقعوں پر بیٹھا کرتے تھے لیکن سنہ ۱۸۴۲ء میں لفٹننٹ گورنر نے جب بادشاہ کے تحائف اور نذریں لینے کو ممنوع قرار دیا تو یہ تخت بھی بادشاہ کے نشستگاہ کے تہ خانے میں بند کر دیا گیا تھا اسوقت سے یہ تخت ۱۲ مئی تک بیکار رہا اور اس روز اسے پھر باہر نکالا گیا جسپر بادشاہ پھر بیٹھنے لگے

سوال۔ کیا گیارہ مئی سے قبل بادشاہ کو سپاہیوں نے اپنے ارادوں سے آگاہ کیا تھا؟

جواب۔ مجھے معلوم نہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی اطلاع بالا بالا ملزم کو پہونچی ہو لیکن بادشاہ کے ملازمین و مقربین اپنے خانگی کمروں کے پاس بیٹھکر ذکر کیا کرتے تھے کہ فوج بہت جلد بغاوت کرنے والی ہے جس کے بعد وہ قلعہ میں آئے گی پھر بادشاہی حکومت از سر نو قائم ہوگی اور تمام قدیم ملازموں کو ترقیاں دیجائینگی اور انعام و اکرام بخشا جائیگا۔

چار بج گئے تھے۔ گیارہ بجے تک کے لئے عدالت برخاست ہوگئی۔

پندرہویں روز کی کارروائی

یوم شنبہ - مورخہ ۱۳ فروری ۱۸۵۸ء

عدالت دیوان خاص قلعہ دہلی میں آج گیارہ بجے منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ ممبران مترجم ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں

ملزم اپنے مختار غلام عباس کے ہمراہ عدالت میں لائے گئے۔

مکندلال سکرٹیری بادشاہ سابق۔ عدالت میں طلب کیا گیا۔ اور گذشتہ اقرار کی بنا پر اظہار لئے گئے۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال۔ ایسی باتیں بادشاہ کے کون سے مصاحب کیا کرتے تھے۔

جواب۔ بسنت علیخاں اور ان کا تمام گروہ۔

سوال غدر سے کتنے روز قبل وہ ایسی باتیں کیا کرتے تھے۔

جواب چار روز

سوال۔ تمہارے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا حیدر شکوہ نے ہی شاہ ایران کی خط وکتابت میں حصہ لیا لیکن یہ تحقیق ہو چکا ہے کہ بادشاہ نے مرزا حیدر شکوہ کی شکایت کی تھی کہ مرزا نے انہیں لکھنؤ میں بدنام کر دیا ہے اس کا تمہارے پاس کیا جواب ہے۔!

جواب۔ یہ محض بناوٹ تھی جو سچے واقعات کو روشنی میں نہ آنے کے لئے کی گئی تھی تاکہ خدانخواستہ بھانڈا پھوٹ جائے تو بطور ثبوت یہ پیش کیا جا سکے کہ فریقین میں اتحاد ہی نہیں حالانکہ پوشیدہ ہر دو فریق میں مصالحت تھی۔

سوال۔ لیڈیاں اور بچے جو قلعہ میں مقید تھے کس کے حکم سے قتل ہوئے۔

جواب۔ انہیں تین روز تک گردونواح سے اکٹھا کیا گیا چوتھے روز پیادہ اور سوار سپاہی مرزا مغل کے ہمراہ بادشاہ کے خانگی کمروں کے پاس آئے اور بادشاہ سے قتل کی اجازت چاہی۔ بادشاہ اسوقت اپنے کمرہ خاص میں تشریف فرما تھے مرزا مغل اور بسنت علی خاں اندر چلے گئے اور سپاہی باہر کھڑے رہے۔ تھوڑی دیر تقریباً بیس منٹ بعد دونوں اندر سے واپس آئے اور بسنت علیخاں نے علانیہ چلا کر کہا کہ بادشاہ نے قیدیوں کے قتل کئے جانے کی اجازت دیدی ہے اور وہ لوگ انہیں لیجا سکتے ہیں چنانچہ بادشاہ کے مسلح سپاہیوں نے قیدی جن کی زیر حراست تھے انہیں مقتل کو پہنچایا۔ جہاں باغی فوجوں سے ملکر غریب قیدیوں کو قتل کر دیا گیا۔

سوال۔ تم کچھ اور جانتے ہو۔

جواب۔ لڑائی شروع ہونے کے بعد جو شخص کسی انگریز سپاہی یا افسر کا سر لاتا تھا دو روپیہ فی سر انعام پاتا تھا۔

سوال۔ کسی موقع پر کوئی سپاہی یا افسر قید کر کے زندہ بھی لایا گیا۔

جواب۔ جی نہیں۔

سوال۔ اس غدر سے قبل کیا مسلمانوں نے کبھی سازش کی تھی۔ یا ایسا فتنہ برپا کرنے کے لئے اتحاد کیا تھا؟

جواب۔ جونہی باغی آئے مسلمان فی الفور ان سے مل گئے کیا اس سے نہیں معلوم ہوتا کہ ان میں پہلے سے ربط ضبط تھا؟ لیکن اعلیٰ طبقہ نہیں تھا بلکہ ذلیل طبقہ جو ان سے ملا ہوا تھا۔

سوال۔ کیا مسلمانوں کے طبقہ اعلیٰ سے کسی شخص کا نام بتا سکتے ہو جو گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف سازش میں نہ شریک ہوئے ہوں؟

جواب ۔ میں جواب نہیں دے سکتا ۔

سوال ۔ وہ کون لوگ تھے جو بادشاہ کی خفیہ انجمن میں شریک ہوا کرتے تھے ۔

جواب ۔ خواجہ سرا محبوب علی خاں بادشاہ کے وزیر اعظم، پیرزادہ حسن عسکری بادشاہ کی محبوبہ ملکہ زینت محل ان کی دختر ثانی بیگم۔ آغا بیگم دوسری دختر ملزم، بادشاہ کی بیوی اشرف النسا یہ اراکین انجمن تھے ۔ اور جب لکھنے کی ضرورت ہوتی تو بادشاہ کا دفتر خاص جو حکیم احسن اللہ خاں کی زیر ہدایت رہتا تھا اسے انجام دیتا ۔ دفتر مذکورہ میں ایک شخص اور تھا جو ذات کا کایستھ اور میرا ہمنام تھا یعنی اس کا بھی نام مکند لال تھا

سوال ۔ فارسی کاغذات نمبر ۲، ۳، اور ۴، ضمن قتل میں ترتیب دیگر گواہ کو بتائے گئے اور پوچھا گیا کہ کیا وہ ان کا خط جانتا ہے ؟

جواب ۔ میں نہیں جانتا ۔ وہ نئے دفتر میں جو صوبہ دار بخت خاں نے قائم کیا تھا ۔ لکھے گئے ہونگے اس میں ایک مولوی صاحب محرر تھے جو کاغذات تیار کرکے بادشاہ کی مہر ثبت کرنے کے لئے لاتے تھے ۔

سوال ۔ کیا تمہیں بادشاہ کی خفیہ انجمن میں کبھی شریک نہیں کیا گیا ؟

جواب ۔ جی کبھی نہیں ۔

سوال ۔ پھر تم کیونکر بادشاہ ایران کو مشن روانہ کرنے کے راز سے آگاہ ہوئے ۔

جواب ۔ اگرچہ میں بادشاہ کا ملازم تھا مگر محبوب علیخان کی اردلی میں رہا کرتا تھا ۔ اور ان سے کوئی کوئی راز کی بات معلوم ہو جاتی تھی ۔

سوال ۔ کیا قلعہ میں علی العموم سمجھا جاتا تھا کہ حسن عسکری کا اثر بادشاہ پر بہت ہے ۔

جواب ۔ جی ہاں ۔ صرف قلعہ ہی میں نہیں بلکہ تمام شہر میں مشہور تھا کہ پیر حسن عسکری اور محبوب علی خاں کا بادشاہ پر بہت اثر ہے ۔

سوال ۔ کیا بادشاہ کی کوئی لڑکی حسن عسکری کی مرید تھی ۔ اگر تھی تو کیا ان میں کی

ایک وہ تو نہیں جن کا تم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ ؟

جواب۔ بادشاہ کی ایک لڑکی مسماۃ نواب بیگم زوجہ مرزا زمان شاہ حسن عسکری کی مرید ہوگئی تھیں مگر انہیں وفات پائے ہوئے عرصہ ڈیڑھ سال کا ہوگیا۔ دیگر دو جن کے نام میں نے لئے ہیں پیرزادہ مذکور کی علانیہ مرید نہ تھیں لیکن عقیدتمند تھیں اور بزرگی کی قائل تھیں۔

سوال۔ کیا کبھی سپاہیوں کو انگریزوں کے خلاف لڑانے کے لئے بادشاہ قلعہ سے باہر نکلے تھے۔

جواب۔ جی ہاں ہنگامہ کے دو روز بعد یعنی ۱۶ ستمبر کو وہ ہوا دار میں سوار ہوکر میگزین کی طرف چلے اور دو سو گز پر ٹھہر گئے وہاں ایک گھنٹہ توقف کیا اور واپس قلعہ میں چلے گئے۔ پیدل سپاہ کا دل بڑھانے کے لئے وہ نکلے تھے۔

سوال۔ تم جانتے ہو کہ ملزم کے اتنی تھوڑی دور چلکر ٹھہر جانا کیا معنی رکھتا ہے۔

جواب۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں وہ فوج کا دل بڑھانے گئے تھے اور برطانوی فوجوں کو نکالنے کے لئے۔

سوال۔ کیا بادشاہ صادق الاخبار کو ہمیشہ پڑھتے تھے۔ ؟

جواب میں ہمیشہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کی نسبت کچھ نہیں بتا سکتا۔ البتہ یہ اور دیگر اخبارات ان کے پاس آتے رہتے تھے

سوال۔ کیا غدر سے چند ماہ قبل مسلمانان دہلی میں انگریزی حکومت کے برخلاف جوش و نفرت تھی۔

جواب۔ میں نہیں جانتا۔

سوال کیا تم صادق الاخبار پڑھا کرتے تھے۔

جواب۔ جی نہیں میں نے کبھی اسے نہیں پڑھا۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

عدالت نے اظہار لئے

سوال کیا علاوہ مکند لال کایستھ کے کسی اور ہندو کو بھی خفیہ انجمن میں شریک کیا جاتا تھا۔؟

جواب۔ جی نہیں کسی دوسرے ہندو پہ اتنا اعتبار نہیں کیا جاتا تھا۔

سوال تمہیں آگاہی ہے کہ کوئی قاصد دہلی سے دیسی رجمنٹوں کے پاس غدر کے بعد بھیجا گیا ہو تا کہ انہیں دہلی کی بغاوت میں شامل کرے جو اسوقت وفادار گورنمنٹ تھیں!

جواب میں نہیں جانتا۔

گواہ جاتا ہے۔

کپتان مٹلراڑ تیسویں پیادہ رجمنٹ کے طلب کئے جاتے ہیں۔ اور بیان کرتے ہیں۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال کیا گزشتہ مئی کی گیارہ تاریخ کو تم دہلی میں تھے۔

جواب۔ جی ہاں۔

سوال کیا اس روز تم نے کسی گاڑی کو دیکھا یا سنا تھا جو تمہاری رجمنٹ کی لائنوں میں گئی ہو اگر دیکھا ہو یا سنا ہو تو مفصل بیان کرو؟

جواب۔ جی ہاں دس مئی یوم اتوار کی شام کو تین بجے کے قریب میں نے بگل کی آواز سنی۔ اور گاڑی کے پہیوں کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دینے لگی جو میرے دروازے کے پاس سے گزر رہی تھی۔ میرے مکان کے پاس سے گاڑی کا گزرنا بالکل غیر معمولی تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے نوکر کو دوڑ کر دیکھنے اور اگر کوئی

میرے گھر مہمان آرہا ہو اسے لینے کے لئے روانہ کیا۔ وہ جاکر فوراً واپس آیا اور کہنے لگا کہ ہندوستانیوں کی ایک گاڑی لائنوں کی طرف جارہی ہے۔ چونکہ میرا مکان سرے پر تھا اور تین طرف سے جانیوالے راستے میرے احاطے ہی میں سے تھے اور یہ گاڑی بھی وہیں سے گزر رہی تھی۔ مجھے خیال ہوا کہ صوبہ دار میجر اور افسران رجمنٹ میرٹھ سے آئے ہونگے جو کورٹ مارشل ڈیوٹی پر گئے ہوئے تھے چنانچہ میں نے اسی ملازم کو لائنوں کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ صوبہ دار میجر کو ہمارا سلام دو۔ اور کہو کہ صاحب تم سے ملنا چاہتا ہے۔ نوکر نے تھوڑے عرصہ بعد واپس آکر کہا کہ اس گاڑی میں اپنی رجمنٹ کا کوئی افسر یا سپاہی نہیں ہے بلکہ میرٹھ کے کئی سپاہی ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کسی اور رجمنٹ کے سپاہیوں کا ذکر کر رہا ہے۔

سوال ۱۱ مئی کو تم نے کیا مشاہدہ کیا۔

جواب گیارہ مئی کو صبح میں سمجھتا ہوں ۹ بجے ہونگے کہ میرا ایک نوکر کمرہ میں دوڑا آیا اور کہنے لگا کہ لفٹننٹ ہالینڈ نے پیام بھیجا ہے کہ باغی فوجیں دہلی آرہی ہیں میں نے اپنی وردی پہنی اور ان سے ملنے کے لئے گیا۔ پھر ہم دونوں ملکر ایڈجوٹنٹ لفٹننٹ گبیر کے پاس گئے جہاں ہمیں کمانڈنگ رجمنٹ کرنیل ناوٹ، کپتان گارڈنر، برائگیڈ میجر کپتان نکول بھی ملے اسیوقت یہ معلوم ہوا کہ باغی میرٹھ سے دہلی آرہے ہیں اور مجھے فوراً لائنوں میں پہنچکر اپنی اور کپتان گارڈنر کی کمپنی لیکر مارچ کرنے کا حکم دیا گیا اور کہا گیا کہ دوسو آدمیوں کو تیار کرکے اور ہر ایک کو بارود وغیرہ دیکر شہر کے باہر دریا کے کنارے نئے میگزین کے متصل ایک مکان ہے اس میں جاؤں اور کسی باغی کو دریا نہ عبور کرنے دوں۔ کپتان گارڈنر اور میں لائنوں میں پہنچے ہمیں اسیوقت اپنی کمپنی کے سپاہیوں سے

تیور بدلے ہوئے نظر آئے۔ تھوڑی وقت کے بعد ہم ہر دو کمپنیوں میں سے سو سو
آدمی منتخب کرنے میں کامیاب ہوئے۔ جب میگزین پہونچے تو بارود وغیرہ لینے
میں سپاہیوں کو بہت عرصہ ہوگیا اور ہم باہر کھڑے ہوئے تھے چنانچہ میں دیر
کی وجہ دریافت کرنے اندر گیا تو خلاصیوں نے کہا "ہم کیا کریں! سپاہی جو
بارود گولی لینے آئے ہیں کارتوسوں اور ٹوپیوں کو زیادہ تعداد میں لینے کے لئے
جھگڑ رہے ہیں اور ہم بغیر گنتی کے دے نہیں سکتے۔ میں نے جو تول سپاہیوں میں
بارود تقسیم کردی۔ کارتوس اور ٹوپیاں تقسیم ہونیکے بعد بھی ہر شخص کارتوسوں
کے بنڈل اٹھانے لگا مجھپر عجیب انتشار طاری تھا دیر ہورہی تھی۔ لہذا میں نے
ان لوگوں کو خیال میں رکھا۔ جو مقدار سے زائد کارتوس لے رہے تھے۔ تا اسکی
یادداشت میں بعد کو کسی وقت سزا دیجائے۔ کپتان گارڈنر نے بھی ذکر کیا کہ ان کی
کمپنی کے سپاہی مقدار سے زیادہ اسلحہ جنگ لینے کی کوشش کر رہے تھے
جب کمپنیوں کو چلنے کا حکم دیا گیا تو میں نے اور کپتان گارڈنر نے انکی غیر معمولی
حالت محسوس کی۔ وہ چلاتے ہوئے لائنوں سے نکلے اور راستہ بھر شور وغوغا
مچاتے گئے اور انہیں ہم بھی باز نہ رکھ سکے۔ مجھے یہاں ایک بات اور بتانی ہے
جو پیشتر بتانا بھول گیا تھا۔ اسی روز صبح برانگیڈ پریڈ تھی۔ جہاں ایشوری پانڈے
ایک دیسی افسر کی سزا جنرل کورٹ مارشل پڑھے جانے کے بعد بولی جانے
والی تھی۔ اسوقت میں نے تمام رجمنٹ میں غصہ اور ناراضگی کے آثار پائے
اور گو یہ صرف چند سکنڈ تک رہا تاہم ہم لوگوں پر بہت اثر پڑا۔ کیونکہ یہ انوکھی
اور ایسی بات تھی جو کبھی نہیں دیکھی گئی تھی۔ جب ہم میگزین کے متصل مکان
پر پہونچ گئے تو میں نے مختلف مقامات پر سنتری قائم کئے۔ باقی ماندہ سپاہیوں
نے اپنے ہتھیار زمین پر کھڑے کردئے۔ اور مکان کے اندر چلے آئے۔ گرمی

شدت کی تھی اور بعض لوگ اپنے ہمراہ تربوز اور مٹھائی وغیرہ لائے تھے چنانچہ ہم نے اور کپتان موصوف نے بھی اس میں حصہ لیا۔ جب ہم کھا رہے تھے کہ سپاہیوں نے باہر بلایا کہا دیکھو شہر میں دمبدم بندوقیں چل رہی ہیں" اس کی تھوڑی دیر بعد ہمیں توپ کی بھی گرج سنائی دی۔ ہم کچھ نہ سمجھ سکے کہ یہ کیا معاملہ ہے مگر کپتان گارڈنر نے مجھ سے کہا کہ ہمارے لئے کتنی خوشی کی بات ہے کہ سب فوجیں بگڑ بیٹھیں مگر ہماری سپاہ ابتک وفاداری سے احکام بجا لا رہی ہے۔ ہمیں کچھ کچھ یقین تھا کہ شہر میں بھی غالبًا ویسا ہی ہنگامہ برپا ہے جیسا کہ انبالہ وغیرہ میں تھا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ ہمارے سپاہی تمازت آفتاب میں چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنائے آپس میں مشورے کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں اندر آنے اور یوں اپنے آپ کو دھوپ میں نہ جلنے کا حکم دیا۔ مگر انہوں نے جواب دیا کہ "ہم دھوپ ہی میں رہنا پسند کرتے ہیں" میں نے پھر تاکید کی مگر وہ ٹال گئے۔ پھر میں ایک ٹولی میں جو دوسرے کمرے میں تھی گیا اور دیکھا کہ ایک ہندوستانی سپاہی اپنے ہمچشموں سے کہہ رہا تھا "تمام طاقت وحکومت ایک وقت معینہ تک رہتی ہے۔ یہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے ہے پس کیا تعجب ہے جو انگریزی عملداری بھی برلب اختتام ہی ہو"۔ قبل ازین کہ میں اس مفسد کو قید کرتا شہر کا میگزین اڑ گیا اور پھر دونو کمپنیوں کے سپاہیوں نے چیخیں ماریں اپنے ہتھیار اٹھا لئے۔ اور "پرتھی راج کی جے ہو" کے نعرے مارتے شہر کی طرف بھاگ گئے۔

سوال کیا مارچ سے پہلے تمنے کوئی ایسی بات دیکھی تھی جس سے معلوم ہو کہ تمہاری رجمنٹ کی سپاہ گورنمنٹ سے بدظن تھی۔؟

جواب نہیں دیکھی۔

سوال کیا کوئی اور بات تمہاری نظر سے گذری تھی جس سے یہ معلوم ہو کہ دہلی کے

ہنگامہ کی قبل اس کے مشتعل ہونے کے امید تھی؟

جواب۔ جی ہاں میرا ایک پرانا خدمتگار تھا جو ہمارے خاندان میں ۲۶ برس تک رہا اور وہ غدر سے کچھ روز پہلے رخصت پر جانے والا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم ضرور واپس آنا۔ نوکری تمہارے لئے موجود ہے۔ اس نے نہایت غمگین لہجہ میں کہا۔ "بہت بہتر جناب بشرطیکہ آپ کا چولہا بدستور سلگتا رہے" یعنی بشرطیکہ تمہارا خاندان مجھے نوکری دینے کے لئے زندہ و قائم رہے۔ پھر وہ چلا گیا۔ اور آجتک اسکی خبر نہیں ہے۔ غدر سے دس روز پہلے اس نے یہ کہا تھا۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ جاتا ہے۔

سارجنٹ فلیمنگ سابق سارجنٹ بازار دہلی طلب کئے جاتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال۔ کیا غدر سے کچھ پہلے تمہارا لڑکا ملزم کے بیٹے جواں بخت کے گھوڑوں کو پھرانے اور دوڑانے پر مقرر تھا؟

جواب۔ جی ہاں اس نے پانچ سال تک یہی کیا۔

سوال تمہارے لڑکے کی کیا عمر تھی۔

جواب۔ اس کی عمر تقریباً انیس سال کی تھی۔

سوال غدر سے کچھ روز قبل کیا اس نے ملزم کے لڑکے جواں بخت کے بدکلامی کرنے کی شکایت کی تھی؟

جواب۔ اپریل ۱۸۵۷ء کے آخر میں ایک روز وہ مسٹر فریزر کے دفتر سے آیا جہاں وہ اکثر لکھا کرتا تھا اور مجھ سے کہا کہ وہ وزیر اعظم کے مکان پر گیا تھا جہاں ملزم کا لڑکا

جواں بخت بھی اسے مل گیا۔ اور جواں بخت نے اس سے کہا کہ وہ پھر اس طرف قدم نہ رکھے۔ ہم ملازم نہیں رکھنا چاہتے۔ کافروں کی صورت دیکھنی ہمیں جائز نہیں ہے اور تھوڑے روز بعد سب کافر قدموں کے نیچے رگڑے جائیں گے پھر جواں بخت نے اس پر تھوکدیا۔ اسی وقت میرے لڑکے نے مسٹر فریزر سے ذکر کیا جنہوں نے اسے جھڑک دیا اور کہا وہ ایسی مزخرفات نہیں سننی چاہتے۔ اس کے بعد دومئی کو وزیر اعظم نے میرے لڑکے کو تنخواہ دینے کے لئے بلوایا اور اس موقع پر پھر جواں بخت نے اسکو بہت گالیاں دیں اور کہا کہ تھوڑے دن کے بعد وہ اس کا سر اتار لیگا میرا لڑکا اسی ہنگامۂ غدر میں مارا گیا۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ جاتا ہے۔

عدالت ساڑھے تین بجے سے منگل ۲۴ فروری تک کے لئے ملتوی کر دی جاتی ہے۔ تاکہ اور گواہ حاضر ہو سکیں اور مترجم چند ضروری کاغذات کا ترجمہ کر سکیں

سولہویں روز کی کارروائی

یوم منگل مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۵۸ء

دیوان خاص قلعہ دہلی میں عدالت آج منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ ممبران مترجم۔ ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

ملزم معہ اپنے مختار غلام عباس عدالت میں حاضر کئے گئے۔

دیسی پیدل نمبر ۱ کے کپتان اے ٹینیو عدالت میں طلب کئے گئے اور بیان کرنے لگے۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال۔ کیا مئی ۱۸۵۷ء تک تم انبالہ چھاؤنی میں بندوق بازی سکھاتے تھے؟
جواب۔ جی ہاں۔
سوال کیا ہندوستانی پیدل کا ہر ایک سپاہی تمہارے پاس سیکھنے کے لیے آتا تھا۔
جواب ہر ایک دیسی پیدل تو نہیں بلکہ صرف نمبر ۴۴ رجمنٹ کے چار سپاہی آتے تھے
سوال کیا ان لوگوں سے اور تم سے کبھی چپاتیوں کی نسبت کوئی تذکرہ ہوا تھا جو دیہات میں تقسیم کی گئی تھیں۔
جواب۔ جی ہاں کئی سپاہیوں سے اور کئی بار اس معاملہ کا ذکر کرنے کا مجھے موقعہ ملا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ چپاتیوں کے بارے میں وہ کیا رائے رکھتے ہیں کہ کس نے تقسیم کیں اور کیا تھیں ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ وہ بسکٹ کی شکل و صورت کی تھیں اور کہتے ہیں کہ گورنمنٹ کے حکم سے تقسیم کی گئیں گورنمنٹ نے اپنے ملازموں کو اس مطلب سے تقسیم کیں کہ ان سب کو جبراً ایک ہی کھانا کھانا ہوگا۔ اور سب کو عیسائی مذہب اختیار کرنا ہوگا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایک کہاوت بھی بنائی ہے کہ "ایک کھانا اور ایک مذہب ہوگا۔"
سوال جہاں تک تمہیں معلوم ہے کیا عام طور سے تمام سپاہیوں میں یہی خیال پھیلا ہوا تھا
جواب انبالہ کے جتنے سپاہی تھے میں نے جہاں تک دیکھا ان سب میں یہی خیال موجود پایا۔
سوال۔ کیا وہاں کوئی خبر تھی کہ گورنمنٹ نے آٹے میں پسی ہوئی ہڈیاں ملا دی ہیں تاکہ سب لوگ بے دھرم ہو جائیں۔
جواب۔ جی ہاں میں نے ابتدائے ماہ مارچ میں ایسا سنا تھا کہ تمام گورنمنٹ کے مال گودام کا آٹا ہڈیاں ملا ہوا ہے۔ تاکہ سپاہیوں کے ایمان میں خلل پڑ جائے۔
سوال کیا تم جانتے ہو کہ سپاہیوں کو اس کا یقین کامل تھا۔

جواب۔ میں نے کئی سپاہیوں کے خطوط دیکھے جنہیں پانولے سپاہی دلیری سے میرے ہاتھ میں لاکر رکھدیتے تھے۔ ان میں صاف ایسا ہی کچھ تحریر ہوتا تھا اور لکھنے والوں کو یقین واثق تہا کہ ضرور ایسا ہی ہے۔

سوال کیا سپاہی کوئی اور سبب بتاتے تھے جس کے باعث انہیں تکلیف پہنچی ہو

جواب وہ یہی سبب بیان کرتے تھے کہ گورنمنٹ ہمیں بے دہرم کرنا چاہتی ہے

سوال کیا گورنمنٹ پر کبھی یہ اعتراض بہی کیا جاتا تھا کہ وہ کیوں ہندو بیوگان کے ازدواج ثانی پر زور دیتی ہے؟

جواب جی ہاں وہ بیان کیا کرتے تھے کہ وہ ہمارے سوشل حقوق پر حملہ کرتی ہے۔

سوال کیا الحاق اودہ کے وقت ان میں سے کسی نے کچھ کہا تھا کہ گورنمنٹ تمام خود مختار ریاستوں کو نابود کرنا چاہتی ہے؟

جواب انبالہ میں تو شاذونادر ہی یہ مضمون زیر بحث رہتا تھا کیونکہ یہ ان لوگوں کے مذاق کے موافق نہیں تہا البتہ غدر سے تقریباً ایک ہفتہ بعد کرنال کے نمبر ۳ کے چند سوار نوکر تھے۔ جب میں نے ان کے ہمراہیوں کی بغاوت کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے " تم لوگوں نے ہندوستان پر فتح پالی ہے اور اس کی ہر ایک چیز کی طرف ہاتھ بڑہانا چاہتے ہو اور اب تم نے ہمارے مذہب پر بہی حملہ کیا ہے" میں اس زمانہ میں کرنال میں کمسریٹ آفسر مقرر تہا اور نمبر ۳ کے یہ سوار وہ تھے جو باغی نہیں ہوئے تھے۔

سوال کیا کبھی سپاہیوں نے انگریزی مشنری کی نسبت بہی کبہی شکایت کی تہی جو ہندوستانیوں کو عیسائی کرتی تہی؟

جواب کبھی نہیں اپنی عمر بھر میں کبہی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان میں ایک شخص کا خیال بہی اس طرف نہ جاتا تھا۔ ان میں اس کا احساس ہی نہیں تہا۔

سوال انبالہ میں جب سپاہیوں کو کارتوس استعمال کرنے کے لئے کہا گیا تھا کیا واقعی ان کارتوسوں میں چربی تھی۔
جواب میگزین سے بنکر آئے تو بالکل نہیں تھی۔ اگر چربی ہوتی تو انہیں ہاتھ نہ لگانے دیا جاتا۔ انہوں نے خود کارتوسوں میں گھی مل دیا تھا جو جوش دیا ہوا مکھن ہوتا ہے اور ہر جگہ سے دستیاب ہو سکتا ہے۔
سوال کیا ہندو اور مسلمانوں کے جذبات میں نمایاں فرق تھا۔
جواب جی ہاں۔ مسئلہ کارتوس پر مسلمان خندہ زنی کرتے تھے اور ہندوؤں کو شکایت رہتی تھی کہ ہمارا دہرم بگاڑا جا رہا ہے۔ مگر الحاق اودہ کی بابت جنکو رنج تھا میں نہیں جانتا وہ ہندو تھے یا مسلمان۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں

عدالت نے اظہار لئے

سوال کیا تم نے اپنے محکوم سپاہیوں میں غدر سے پہلے کوئی آثار پائے تھے یا نہیں جو کچھ گزرنے والا تھا اسکی خبر پہلے ملی تھی!
جواب جی ہاں۔ انہوں نے مجھ سے صاف کہدیا تھا کہ ایک غدر ضرور ہوگا جس کی ابتدا بنگلوں میں آگ لگجانی تھی۔ پہلی آتشزدگی اس روز وقوع میں آئی جبکہ ہمنے انفیلڈ کارتوس استعمال کئے تھے اور تقریباً دس مئی تک متواتر آتشزدگی کے حادثات وقوع میں آتے رہے۔ ہمنے ۱۶ اپریل سے انفیلڈ کارتوس استعمال کرنے شروع کئے تھے۔ اور اگرچہ گورنمنٹ نے بلوائیوں کا پتہ لگانے کے لئے گرانقدر انعام مقرر کیا تھا تاہم کوئی شخص تلاش کے لئے آگے نہیں بڑھا اور یہ بجائے خود ان کی ناراضگی اور فساد برپا کرنے کی بین علامت ہے۔ میں نے علانیہ فوجی صدر مقام انبالہ کو یہ اطلاع دیدی تھی اور کپتان سیپٹیمس بیکر اسسٹنٹ ایڈجوٹنٹ

جنرل آف دی آرمی کو بھی اطلاع کر دی تھی۔

گواہ جاتا ہے۔

مسز فلیمنگ زوجہ سارجنٹ فلیمنگ عدالت میں طلب کی گئیں اور شہادت دینے لگیں۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال گذشتہ اپریل کے خاتمہ پر کیا تم ملزم کی بیگم زینت محل کے مکان میں تھیں اور کیا تم نے ملزم کے بیٹے جواں بخت کو وہاں دیکھا تھا۔

جواب جی ہاں۔

سوال اس موقعہ پر کیا گزرا بیان کرو۔

جواب میں اسکی سالی کے ہمراہ بیٹھی ہوئی تھی اور جواں بخت اپنی بیوی کے ساتھ کھڑا تھا اسوقت میری اپنی لڑکی مسز اسکلی بھی موجود تھی۔ جب میں جواں بخت کی سالی سے گفتگو کر رہی تھی تو مسز اسکلی نے مجھ سے کہا " اماجان تم سنتی ہو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ وہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تھوڑے روز اور ہیں پھر جواں بخت تمام انگریزوں کو اپنے پیروں سے روندیگا۔ اور اسکے بعد ہندوؤں کو قتل کریگا۔ میں یہ سنکر جواں بخت کی طرف پلٹی اور اس سے دریافت کیا کہ " یہ تم نے کیا کہا؟" اس نے جواب دیا " صرف مذاق کر رہا ہوں " میں نے کہا جیسا تم کہتے ہو اگر یہی ہونا ہے تو پہلے تمہارا ہی سر اتارا جائے گا۔ پھر وہ کہنے لگا کہ ایرانی دہلی آرہے ہیں۔ اگر وہ قتل کرینگے تو میں تمہیں اور تمہاری لڑکی کو بچالوں گا۔ پھر رہا کر دونگا۔ میں جانتی ہوں وسط اپریل ۱۸۵۷ء میں یہ واقعہ ہوا تھا۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ جاتی ہے۔

نقول اخبارات چنی لال اخبار نویس از ۱۱ تا ۲۰ مئی جو اس کے مکان سے برآمد ہوئیں اور ضبط کی گئیں عدالت میں پڑھی گئیں یہاں ان کا ترجمہ پڑھکر سنایا گیا اور ذیل میں درج کیا گیا۔

بیان واقعات دہلی از ۱۱ تا ۲۰ مئی رقم زدہ بشکل ڈائری از چنی لال اخبار نویس

۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کی شب کو مسٹر فریزر کے پاس میرٹھ سے ایک خط آیا جس میں پیدل اور سواروں کی بغاوت کی اطلاع دی گئی تھی لیکن وہ اسوقت کچھ بندوبست نہ کر سکے اور صبحکو خبر آئی کہ نمبر ۳ سواروں کا رسالہ اور دو پیادہ رجمنٹوں نے کارتوس کی وجہ سے فساد برپا کیا ہے اور دہلی آرہی ہیں۔ مسٹر فریزر نے فی الفور اپنے اردلی کے سوار کو جو وہاں حاضر رہتا تھا نواب جھجر کے ایجنٹ کو بلانے کے لئے دوڑایا۔ سر تھیوفلس میٹکاف بھی اسی وقت شہر میں آئے اور چیف پولیس افسر شہر کے دروازوں پر پولیس گارڈ متعین کرنے اور انہیں بند کر دینے کا حکم دیا جس کی فی الفور چیف پولیس افسر نے تعمیل کی۔ مسٹر فریزر بھی فی الفور اپنی بگھی میں سوار ہو کر شہر میں آئے اور جھجر کے سواروں کو اور اپنے خاص دستہ کو ہمراہ لائے۔ اسوقت یہ تحقیق ہو چکا تھا کہ کچھ سوار پل پر پہونچ گئے ہیں اور محافظ پل کو جو محصول وصول کرتا تھا قتل کر کے اس کا مکان جلا ڈالا ہے۔ پھر ایک سپاہی قلعہ دار سے بہت گستاخی سے پیش آیا اور ان پر فیر کیا لیکن نشانہ خطا کر گیا۔ یہ سپاہی قلعہ کی کھڑکیوں کے نیچے جمع ہو گئے اور بادشاہ سے عرض کی کہ ہم دین کے لئے لڑتے ہیں اس لئے ہمارے واسطے دروازے کھلوا دئے جائیں۔ بادشاہ نے فی الفور قلعہ دار صاحب کو خبر بھیجی کہ چند باغی میرٹھ سے آئے ہیں اور ہنگامہ برپا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یہ سنتے ہی کپتان ڈگلس فوراً بادشاہ کے پاس آئے اور سواروں کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ تم کیوں پریشان کر رہے ہو پھر انہیں چلے جانے کے لئے کہا انہوں نے

جواب دیا کہ وہ کپتان ہی سے سمجھیں گے۔ مسٹر فریزر پھرتے ہوئے کشمیری دروازہ پہونچے اور گارد سے گفتگو کرتے رہے۔ دوران گفتگو میں انہوں نے سپاہیوں سے کہا کہ تم ایسٹ انڈیا کمپنی کے تربیت یافتہ ہو اس لئے میں تم سے مدد چاہتا ہوں اور تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ چند باغی فوجیں میرٹھ سے آئی ہیں اور آمادہ فساد ہیں۔ لہذا میں تم سے نہایت اعلیٰ انتظام کا متمنی ہوں مگر ان لوگوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ تمہارا کوئی بیرونی دشمن ہوتا تو اس سے بے شک ہم جنگ وجدال کر سکتے تھے مسٹر فریزر وہاں سے چند اصحاب کے ہمراہ کلکتی دروازہ چلے گئے اور مناسب بندوبست کرنے میں مصروف ہو گئے۔ مسٹر فریزر کی اردلی کے جمعدار جوالا سنگھ نے ان سے شہر چھوڑ دینے کے لئے کہا اور کہا کہ مسلمان بغاوت پر آمادہ ہیں۔ مسٹر فریزر نے جواب دیا کہ میں ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا چاہے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ تمام شہر کی دوکانیں بند ہو چکی تھیں۔ اور یہ خبر ہر طرف بجلی کی طرح کوند گئی تھی۔ ریویرینڈ مسٹر جیننگس ودیگر اصحاب قلعدار صاحب کے مکان کے دریچے میں کھڑے ہوئے میرٹھ سے آنے والے سواروں کو دوربین سے دیکھ رہے تھے۔ کپتان ڈگلس بھی اپنی بگھی میں سوار ہوئے اور کلکتی دروازہ مسٹر فریزر کے پاس پہونچے اور انہیں ایک خط پڑھنے کے لئے دیا۔ پھر مسٹر فریزر نے اپنی اردلی کے سواروں کو ہشیار رہنے کا حکم دیا۔ مسلمانان قصبئی بادار۔ راجگھاٹ پہونچے اور باغیوں سے کچھ عہد وپیمان کر کے ان کے اندر آجانے کے لئے دروازہ کھولدیا۔ باغیوں نے شہر میں گھستے ہی مکانات میں آگ لگائی اور انگریزوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ دریا گنج کے تمام مکانات کو آگ لگا دی اور انگریزوں کو قتل کر دیا۔ اور اس کے بعد ڈاکٹر چمن لال کو جو ہسپتال کے سامنے کھڑے تھے ہلاک کر ڈالا۔ پھر مسلمانان شہر نے سواروں کو خبر دی کہ مسٹر فریزر کلکتی دروازہ

ہیں وہ فوراً وہاں پہونچے اور پستولوں سے فیر کرنے لگے دو انگریز جو وہاں موجود
تھے گھائل ہو کر گر پڑے مسٹر فریزر کی اردلی کے سواروں نے بوجہ مسلمان ہونے کے
باغیوں کی ذرا مزاحمت نہیں کی مگر مسٹر فریزر نے زبردستی ایک گارڈ کے سپاہی
کی بندوق چھینی اور ایک باغی کو ہلاک کر دیا پھر مسٹر فریزر اور کپتان ڈگلس گھی میں سوار
ہو کر قلعہ کی طرف روانہ ہوئے اول الذکر تو اپنے کمرہ پر چڑھ گئے مگر موخر الذکر چڑھنا چاہتے
ہی تھے کہ باغی سواروں اور بادشاہ کے مسلح مصاحبوں نے دوسری سیڑھی پر انہیں
ہلاک کر دیا۔ پھر ان کے قاتل اوپر چڑھ گئے جہاں کپتان ڈگلس ریورینڈ مسٹر جیننگس
ان کی دختر اور ایک صاحب پر ہاتھ صاف کیا۔ انہیں قتل کرنے کے بعد تمام مسلمان
شہر و قلعہ کمروں میں گھس گئے اور سارا مال و اسباب لوٹ کھسوٹ کر لے گئے
سر تھیوفلس میٹ کاف برہنہ شمشیر ہاتھ میں لئے ہوئے گھوڑے پر سوار چاندنی چوک
بازار کی طرف جا رہے تھے جن کے پیچھے کئی باغی سوار لگ گئے اور مسٹر موصوف اجمیری
دروازہ سے باہر نکل گئے۔ جہاں موچی رہا کرتے تھے اور جو انہیں بھاگتا دیکھکر خود
بھی لاٹھیاں لے لیکر گھروں سے نکل آئے۔ دہلی کی تینوں پیدل رجمنٹیں باغیوں
سے مل گئیں اور اپنے افسروں کو کثیر تعداد میں قتل کر کے شہر میں گھس گئیں۔ پھر باغیوں
نے دریا گنج اور میجر اسکنر کے مکان وغیرہ میں جہاں انگریزوں کو پایا فوراً ته تیغ کر دیا
اس کے بعد شہر کے مسلمانوں اور کچھ ہندوؤں سے ملکر انہوں نے بڑے پولیس اسٹیشن
اور بارہ چھوٹے اسٹیشنوں کو تاراج کر دیا۔ سڑکوں کی تمام لالٹینوں کو توڑ ڈالا چیف پولیس
آفسر روپوش ہو گئے مگر اسسٹنٹ چیف پولیس آفسر زخمی ہوئے اور فرار ہو گئے۔
باغیوں نے جسوقت بنک پر حملہ کیا تو دو صاحب اور تین لیڈیاں مع دو بچوں کے
چھت پر چڑھ گئے۔ ایک مفسد درخت پر چڑھا تو ایک صاحب نے اسے گولی ماردی
یہ دیکھکر باغی آگ بگولہ ہو گئے۔ اور طیش میں آکر بنک گھر میں آگ لگا دی اور مسلمانوں نے

ان صاحبوں اور لیڈیوں کو لاٹھیوں سے کچل کچل کر مار ڈالا اور پھر تمام شہر میں فتحمندانہ نعرے لگاتے پھرتے رہے۔ راجہ بلب گڈھ ایک ریلوے افسر سے ملاقات کرنے گئے اور دس بجے واپس آگئے۔ تینوں رجمنٹوں نے خزانہ لوٹ لیا اور آپس میں تقسیم کر لیا۔ نیز جوڈیشل کورٹ اور کالج کو لوٹ لیا اور ان تمام عمارات میں آگ لگا دی۔ سواروں کا رسالہ چھاؤنی پہونچا اور وہاں کی عمارتوں میں بھی آگ لگا دی۔ اتنا کرنے کے بعد میرٹھ سے آئی ہوئی سواروں کی رجمنٹ اور پیادہ رجمنٹ دہلی کی تینوں رجمنٹوں کے ساتھ بادشاہ کے پاس پہونچیں اور ان کی سرپرستی و منتظمی کی ملتجی ہوئیں اور بادشاہ سے ان کی حکومت تمام قلمرو ہند میں قائم کرنے کا وعدہ کیا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ان کی دلی آرزو یہی ہے اور ان پر لطف و کرم فرمایا۔ پھر سلیم گڈھ میں مقیم رہنے کا حکم فرمایا اور ظاہر کیا کہ تمہاری بدولت تمام بازار اور دوکانیں بند ہوگئی ہیں۔ پس فوراً لوٹ مار بند ہو جانی چاہیے۔ پیادہ اور سوار سپاہیوں نے جب یہ سنا کہ بعض انگریز اپنی عورتوں کو لیکر میگزین میں چلے گئے ہیں تو دریا گنج سے دو توپیں لے آئے اور ان میں پتھر بھر کر میگزین کے دروازوں پر فیر کئے انگریز بھی اندر سے گولیاں چلاتے اور ترکی بہ ترکی جواب دیتے رہے۔ یکایک میگزین جل اٹھا اور شہر کے بہت آدمی ہلاک ہوگئے۔ قرب وجوار کے صدہا مکانات ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہوگئے۔ میگزین کے اندر سے انگریز مرد و عورت نکل کر دریا کے رخ بھاگے جنہیں سواروں نے دوڑ کر قتل کر دیا۔ ان سب میں سے صرف تین سارجنٹ اور دو میمیں زندہ گرفتار کرکے بادشاہ کے حضور میں لائی گئی تھیں ان میں سے ایک سارجنٹ نے بادشاہ سے اپنے اور اپنے ہمراہیوں کے لیے پناہ چاہی۔ کیونکہ انہیں پورا یقین تھا کہ باغی ضرور قتل کر ڈالیں گے۔ بادشاہ نے انہیں عبادت خانہ میں رکھنے کا حکم دیا۔ غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل راجہ نہر سنگھ اپنی عورت، بھائی، سالے

کو اور مسٹر منرو کو جو تبدیل لباس میں تھے لیکر بلب گڑھ روانہ ہوگئے۔ پیادہ سپاہ نے سالگ رام خزانچی کے مکان پر دھاوا کیا۔ مگر مکان کے دروازے بہت مضبوط تھے جنہیں وہ توڑ نہ سکے یہانتک کہ نصف شب گذر گئی۔ غرض بہزار خرابی انہوں نے اندر جانے کا راستہ بنایا اور مسلمانان شہر کے ہمراہ اندر گھسے تمام مال و اسباب لوٹا اور چلتے بنے۔ کچھ سارجنٹ چھاؤنی سے توپیں لئے جارہے تھے مگر باغی سواروں نے دیکھتے ہی چھڑالیں اور پہرہ جہاں کی وہ تھیں وہیں رکھہ آئے۔ قلعہ میں ۲۱ توپوں سے سلامی دی گئی اور رات بھر تمام شہر میں ہنگامہ برپا رہا۔ لوٹ مار اور آتش زنی جابجا عمل میں آتی رہیں۔

منگل ۱۲ مئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ دیوان خاص میں آئے جہاں امراء و سرداروں نے نذر عرض کیا نمبر ۵۴ رجمنٹ کے صوبہ داروں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ کوئی شخص روزانہ رسد پہنچانے کے لئے مقرر کردیا جائے۔ رام سہائے مل اور دیوانی مل پانچسو روپیہ روزانہ کی رسد مثلاً دال۔ چنا۔ آٹا۔ وغیرہ فراہم کرکے رجمنٹوں میں پہونچانے کے لئے مقرر ہوئے چار انگریز صاحبان محمد ابراہیم ولد علی محمد تاجر کے مکان میں روپوش ہیں۔ اتنا سنتے ہی سوار دوڑ گئے۔ انگریزوں کو ڈہونڈہ نکالا اور چشم زدن میں قتل کردیا جس کے بعد اس تاجر کے مکان کو بھی انگریزوں کے چھپانے کی پاداش میں جلا ڈالا۔ ایک انگریز عورت ہندوستانی لباس میں ایلنبورو تالاب کے پاس سے گزر رہی تھی جسے سواروں نے قتل کر ڈالا۔ پیدل سپاہی زبردستی تمام شہر کے حلوائیوں کی دکانوں پر جاپڑے اور دکانوں میں کچھ بھی نہ چھوڑا۔ بادشاہ یہ خبر سنکر بہت متاثر ہوئے اور منیر الدین خاں سابق پولیس افسر پانیپت کو حاکم شہر مقرر کیا اور ایک پیدل رجمنٹ ہمراہ دیکر چیف پولیس اسٹیشن پر روانہ کیا اور تاکید کی کہ فوراً جاتے ہی قتل و خونریزی

ہند کیجا ئے مرزا نے کہیں آکر بادشاہ سے کہدیا کہ سپاہی اسوقت چاوڑی بازار لوٹ رہے ہیں۔ بادشاہ نے فوراً تمام رجمنٹوں کے صوبہ داروں کو حکم دیا کہ شہر میں سے فوجیں ہٹالی جائیں اور ایک رجمنٹ قلعہ کے پاس اور ایک دہلی دروازہ پر رہے۔ باقی ایک ایک دو دو دستہ ہر دروازہ مثلاً اجمیری دروازہ لاہوری دروازہ فراشخانہ کشمیری دروازہ وغیرہ پر مامور کیا جائے اور ایک کمپنی دریا گنج بازار میں رکھی جائے اور فرمایا کہ ماید ولت کو اپنی رعیت کی غارتگری ہرگز منظور نہیں۔ پیدل اور سواروں نے کوچہ ناگر سیٹھ کو لوٹنے کا قصد کیا۔ مگر باشندوں نے مکانات کے دروازے بند کرلئے اور اندر سے سپاہیوں پر پتھر اور اینٹ برسائے جس سے سپاہ پسپا ہو کر واپس چلی گئی۔ کئی کلارکوں نے عورتوں کے ساتھ راجہ کلیان سنگھ کشن گڑھ والے کے ہاں پناہ لی۔ سوار انکی تلاش میں وہاں پہونچے اور بندوقوں اور پستولوں سے فیر کرتے رہے۔ انگریزوں نے بھی فیر کئے جس سے باغی غضبناک ہوئے اور دو توپیں لاکر انپر فیر کرنا چاہا مگر کلارک زمین دوز کوٹھڑیوں میں چھپ گئے۔ بادشاہ نے مرزا مغل کو شہر کے قتل و غارت کو فرو کرنے کا حکم دیا۔ مرزا مغل ہاتھی پر سوار ہو کر چیف پولیس اسٹیشن پہونچے اور اعلان کیا کہ جو شخص لوٹ مار کرتا ہوا پایا جائیگا اس کی ناک اور کان کاٹے جائیں گے۔ اور اگر دوکاندار اپنی دوکانیں نہ کھولیں گے اور سپاہیوں کو سامان دینے سے انکار کرینگے تو جرمانہ اور قید کے مستوجب ہونگے۔ علیا حضرت ملکہ تاج محل حراست سے آزاد کی گئیں۔ دو انگریز چیف پولیس اسٹیشن کے سامنے جاتے ہوئے قتل کردئے گئے وہ ہندوستانی لباس پہنے ہوئے تھے دو پیدل رجمنٹیں اور کچھ توپیں لیکر بادشاہ شہر میں نکلے مع ہاتھی پر سوار تھے۔ اور ان کے پیچھے مرزا جوان بخت بیٹھے تھے۔ اعلیحضرت نے عام راستوں کی دوکانیں کھلوانے اور ضروریات فوج کو پورا کرنے اور سپاہیوں کو سودا دینے کی دوکانداروں کو

تاکید کی اور پھر قلعہ میں واپس تشریف لے گئے حسن علی نے بوساطت حکیم احسن اللہ خاں ایک سنہری مہر بادشاہ کو نذر کی اور اعلیحضرت نے انہیں لائق سمجھکر اپنی مصاحبت میں رکھ لیا۔ مرزا منیر الدین کو خلعت فاخرہ اور دہلی کی گورنری دی گئی مرزا نے چار روپے بطور نذرانہ پیش کئے۔

بروز بدھ - ۱۳ مئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ عبادتخانہ میں تشریف لائے۔ نواب محبوب علیخاں و دیگر روسائے نذریں پیش کیں - ناظر حسن مرزا کو مرزا امیر الدین کے لانے کا حکم دیا گیا۔ ناظر نے واپس آکر کہا کہ مرزا بیمار ہیں اس وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتے۔ مرزا منیر الدین چیف پولیس آفسر شہر سے کہا گیا کہ فوج کو رسد نہیں روانہ کی گئی ہے لہذا اس کے بندوبست میں دیر نہ کی جائے حسن علیخاں حاضر تھے بادشاہ نے ان سے فرمایا "فوج قلعہ میں جمع ہوتی ہو گئی ہے کیا کرنا چاہیئے؟ خان موصوف نے جواب دیا کہ یہ سپاہی اپنے مالکوں کے قاتل ہیں۔ ان پر چنداں اعتبار نہ کیا جائے۔ شاہ نظام الدین پیرزادہ اور بڈھن صاحب فرزند نواب محمد خاں مرحوم کو مدبرین کی کانفرنس میں شریک کرنیکا حکم دیا گیا۔ مرزا مغل مرزا خیر سلطان۔ مرزا عبداللہ وغیرہ پیادہ رجمنٹوں کے کرنیل مقرر ہوئے اور انہیں فی الفور ہر ایک کو دو توپیں ہمراہ لیکر کشمیری لاہوری اور دہلی دروازوں پر حفاظت کے لئے جانیکا حکم ملا۔ شاہ نظام الدین نے کہا کہ سواروں نے نواب میر حمید علیخان کو اس الزام کی بناپر گرفتار کر لیا ہے کہ ان کے مکان میں انگریز چھپے ہیں - حالانکہ میر صاحب نے انہیں یہانتک یقین دلایا کہ اگر ایک انگریز بھی نکل آئے تو انہیں خود کو قید کر لیا جائے۔ اسپر بادشاہ نے شاہ نظام الدین کو پیدل و سواروں کے ہمراہ جا کر مکان کی تلاشی لینے کے لئے روانہ کیا حسب حکم شاہ نظام الدین اور مرزا ابوبکر وہاں گئے مگر کسی انگریز یا اینگلو انڈین کو نہیں پایا۔ یہ دیکھکر سواروں نے

لوٹا ہوا مال واپس کر دیا۔ اور میر صاحب کو رہا کر دیا۔ مرزا ابوبکر سواروں کی رجمنٹ کے کرنیل مقرر کیے گئے۔ خبر پہنچی کہ کشن گڑھ کے راجہ کلیان سنگھ کے مکان میں ۲۹ نفر مرد عورت اور بچے یوروپین چھپے ہیں یہ سنتے ہی سواروں اور پیادوں نے انہیں جاکر قید کیا۔ اور بندوقوں کی باڑھ مار کر ہلاک کر ڈالا۔ کچھ سوار کرنیل اسکنر کے مکان میں گھس گئے اور ان کے لڑکے جوزف اسکنر کو چیف پولیس اسٹیشن کے سامنے لاکر مار ڈالا کسی کی ترغیب سے پیدل اور سوار نارائن داس و رام چرن داس ڈپٹی کلکٹر کے مکان میں یہ بیان کرکے گھس گئے کہ یہاں انگریز چھپے ہیں اور لوٹ مار کرکے چلتے بنے۔ کچھ سپاہیوں نے قاضی پیتوں اور ان کے لڑکے کو شہید کر دیا۔ دو انگریز ہندوستانی لباس پہنے بدررو دروازہ سے باہر جا رہے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی مار ڈالا گیا۔ بادشاہ نے ہر ایک رجمنٹ کو مصارف کے لئے چار سو روپے عطا کئے چیف پولیس آفسر نے شہر میں اعلان کر دیا کہ جن لوگوں کو ملازمت کی خواہش ہو وہ اپنے ہتھیار لیکر فوراً چلے آئیں اور جو شخص کسی انگریز کو اپنے مکان میں چھپائیگا اس سے مجرموں کے مانند برتاؤ کیا جائیگا۔ نواب احمد علیخاں و ولیداد خاں ساکنان مالاگڑھ عندالطلب حاضر ہوکر کورنش بجا لائے اور انہیں روزانہ حاضر دربار ہونے کا حکم فرمایا گیا۔

بادشاہ نے خاص خاص تاجران غلہ کو طلب کیا اور نرخ کم کرکے تمام اجناس بازار میں فروخت کرنے کا حکم دیا۔ میرزا منیر الدین خاں نے دو سو آدمیوں کو دریا کے پر انتظام قائم کرنے کے لئے مامور کیا۔ سقوں نے لال کنوئیں کے کسی دوکاندار کا مکھن چرا لیا تھا انہیں گرفتار کیا گیا۔ قلی خاں اور سرفراز خاں مع دیگر لٹیروں کے جنہوں نے تیلی واڑہ و سبزی منڈی میں ڈاکہ زنی کی تھی گرفتار کر لئے گئے۔

بروز جمعرات ۱۴ مئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ کمرہ خاص سے برآمد ہوکر عبادتخانہ میں تشریف لائے۔ ناظر حسن مرزا

کپتان دلدار علیخاں حسن علیخان اور مرزا منیر الدین - مرزا ضیاءالدین اور مولوی صدرالدین حاضر ہوکر آداب بجالائے مولوی صاحب نے ایک طلائی مہر پیش کش کی بادشاہ نے انہیں عدالت دیوانی وجوڈیشل کورٹ کا منصف مقرر کیا مگر مولوی صاحب نے عرض کی کہ مجھے معافی دیجائے حسب الحکم خزانچی سالگ رام حاضر ہوا اور ایک اشرفی نذر کی۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ خزانہ میں کتنا روپیہ تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے خبر نہیں۔ پھر بادشاہ نے فرمایا کہ کسی اپنے نوکر کے ذریعہ ہمیں اطلاع دینا۔ اس کے جواب میں اس نے کہا "بہت بہتر ہے" حسن علیخاں نے رحمت علیخاں کو باریاب کرایا۔ اور انہوں نے ایک اشرفی نذر کی۔ بادشاہ نے دریافت کیا "یہ کون ہیں" جواب دیا گیا کہ نواب فیض محمد خاں کے صاحبزادے اور حسن علیخاں کے بھتیجے ہیں محمد علیخاں فرزند سالار جنگ نے بھی ایک اشرفی نذر کی۔ بادشاہ نے ان کے بارے میں دریافت کیا کہ "یہ کون ہیں"؟ جواب دیا کہ بہادر جنگ رئیس دادری کے بھتیجے۔

رئیس سونت کا ایجنٹ حاضر ہوا اور عرض کی کہ رئیس کی طبیعت ناساز ہی اس لئے وہ حاضر دربار نہ ہوسکے پھر ایجنٹ نے جے پور جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو بادشاہ کے حکم سے فی الفور ایک مراسلہ راجہ رام سنگھ والی جے پور کے نام لکھا گیا کہ بہت جلد اپنی فوج لیکر دربار میں حاضر ہو اور ایجنٹ کو لیجانے کے لئے دیدیا گیا اس نے وعدہ کیا کہ وہ بہت جلد جے پور پہنچ جائیگا۔ اس کے بعد نواب عبدالرحمن خاں والی جھجر۔ بہادر جنگ خاں والی دادری۔ اکبر علیخاں والی پاٹودی۔ راجہ نہر سنگھ رئیس اعظم بلب گڈھ حسن علیخان رئیس دوجانہ نواب احمد علیخان والی فرخ نگر کے نام فی الفور حاضر دربار ہونے کے جدا جدا احکام روانہ کئے گئے۔ مرزا امین الدین خاں و مرزا ضیاءالدین خاں کو ضلع جھرکہ وگوڑگانوہ کی نظامت عطا کی گئی۔ چندراول کے گوجر سبزی منڈی ریتلی واڑہ۔ راجپورہ، مندیرسا وغیرہ کی دوکانوں میں رات کے

وقت ڈاکہ زنی کرتے ہیں۔ مرزا مغل کو ان گوجروں کی کارروائیوں کے انسداد کا حکم ملا۔ مرزا ابو بکر اپنی رجمنٹ لیکر گاؤں مذکورہ میں پہونچے اور اسے لوٹ کر جلا دیا۔ بہادر سنگھ داروغہ اراضی سرکاری متعلق ریاست لکھنؤ نے ایک طلائی مہر پیش کی۔ ایک انگریز سپاہی انبالہ سے جاسوسی کرنے دہلی میں آیا تھا اسے گرفتار کرکے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ اعلیحضرت نے حکم دیا کہ قید خانہ میں رکھا جائے۔ چند پیادہ سپاہی اور صوبہ دار جوتہ پہنے ہوئے دربار شاہی کے فرش پر چلے آئے بادشاہ نے انہیں نگاہ غضب سے دیکھا اور بہت ناراض ہوئے۔ چنانچہ منیر الدین خاں پولیس آفسر کے نام حکم جاری کرایا کہ نمبر ۳۰ دیسی پیادہ رجمنٹ کو یہاں سے نکال کر چھاؤنی کی طرف ہٹا دو۔ اور سبزی منڈی و پہاڑی ورنگ کو انکی دست برد سے محفوظ رکھو۔ میرٹھ سے چار آدمیوں نے آکر کہا کہ انگریزی فوجیں راہ میں ہیں وہ عنقریب یہاں پہنچکر تمہیں پوری پوری سزا دینگی۔ سپاہ اس خبر سے بہت ناخوش ہوئی اور ان چاروں کو گرفتار کر لیا۔ پولیس آفسر نگبدہ سیکشن کو مسٹر فریزر اور کپتان ڈگلس کی لاشیں دفن کردینے اور بقیہ مردوں عورتوں اور بچوں کی لاشیں دریا میں بہا دینے کا حکم ملا اور انہوں نے اسکی فی الفور تعمیل کی۔ گوجروں نے مسٹر فریزر کے مکان کا تمام فرنیچر لوٹ لیا اور کمشنری اور لفٹنٹ گورنر کے ایجنسی کے تمام کاغذات کو دھجیاں دھجیاں کر ڈالا۔

بروز جمعہ ۱۵ مئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ کمرہ خاص میں تشریف رکھتے تھے۔ مولوی عبد القادر نے ایک مجوزہ فہرست پیش کی جو انہوں نے بابتہ تنخواہ افواج مرتب کی تھی۔ اعلیحضرت نے مولوی صاحب کو ایک دوشالہ عطا کیا اور نواب محبوب علیخاں کا مددگار مقرر کردیا اس کے بعد مولوی صاحب ہاتھی پر سوار ہوکر مکان واپس گئے۔ رئیس

شیوسنگھ والی سمنوت نے اپنے ایجنٹ کی معرفت کچھ اودیات بادشاہ کی نذر کیں بادشاہ نے فی الفور ایجنٹ کو ایک حکم تحریری دیا کہ راجہ بہت جلد دربار میں حاضر ہوں۔ غلام نبی خان داروغہ کولامحل میراضیار علی سوار کے ہمراہ جو مسٹر فریزر کی اردلی میں تھا حاضر دربار ہوا اور آداب بجالا کر عرض کی کہ پچاس سوار جو نواب جھجر نے روانہ کئے تھے پہنچ گئے ہیں مگر نواب صاحب خود بوجہ بدامنی ریاست کے حاضر نہیں ہو سکتے مولوی احمد علی راجہ نہر سنگھ والی بلب گڑھ کے سفیر بنکر آئے اور ایک روپیہ نذر کیا اور راجہ کا خط پیش کیا جس میں راجہ نے لکھا تھا کہ گوجروں نے لوٹ مار مچا رکھی ہے۔ لہذا بوجہ بدامنی ملک ابھی حاضر نہیں ہو سکتا۔ ریاست میں کامل بندوبست ہو جائے تب حاضر دربار ہونگا راجہ کو فوراً حاضر دربار ہونیکے احکام روانہ کئے گئے۔ خبر پہونچی کہ روہتک کا مجسٹریٹ فرار ہو گیا ہے اور خزانہ وہیں ہے جسے لوگ لوٹنے والے ہیں۔ یہ بھی خبر ملی کہ گوڑگانوہ کا خزانہ لوٹ لیا گیا۔ یہ خبر سنکر بادشاہ نے ایک پیادہ رجمنٹ اور چار سواروں کو روہتک کا خزانہ لانے کا حکم دیا اور عبدالکریم کے نام حکم جاری کیا کہ چار سو پیدل سپاہی اور ایک رجمنٹ سوار بھرتی کئے جائیں اور پیدل سپاہیوں کو پانچ روپیہ اور سواروں کو بیس روپے تنخواہ ملے گی۔۲۰۰ آدمی بات کہتے میں بھرتی کر لئے گئے۔ عبدالقادر پرنٹر نے بادشاہ کے معائنہ کے لئے چند کاغذات پیش کئے اور کہا کہ وہ انکا بندوبست کر لیگا۔ سواروں کے افسران کے نام بادشاہ نے ایک حکم جاری فرمایا کہ مرزا ابوبکر کرنیلی سے برطرف کر دیئے گئے اور ان لوگوں کو انکا حکم نہ ماننا چاہئے۔ قاضی فیض اللہ نے بادشاہ کے حضور میں پانچ روپیہ نذرانہ پیش کیا اور چیف پولیس آفسر شہر مقرر کئے جانے کی درخواست کی اور انکی درخواست منظور کی گئی۔

ایک سنار نے اپنے ایک ہم پیشہ شخص کو جس سے دیرینہ دشمنی تھی قتل کر دیا

اور گرفتار کر لیا گیا۔ جے سنگھ پورہ کے میواتیوں نے ریلوے افسر کے بنگلہ پر ڈاکہ ڈالا اور ۴۰۰۰ روپیہ نقد و دیگر اشیاء لیکر فرار ہو گئے۔ سوار اور پیدل جے سنگھ پورہ کو تاراج کرنے کی غرض سے جاتے ہوئے کو لالہ بیہاری لعل سنگھ سفیر نے پیش نے ایک درخواست اس مضمون کی گزرانی کہ بادشاہ باشندگان جے سنگھ پورہ کو امان دیں۔ اس درخواست کی بنا پر ایک حکم جاری کیا گیا کہ کوئی پیادہ یا سوار بادشاہ کی اجازت کے بغیر جے سنگھ پورہ نہ جانے پائے۔ خبر پہونچی کہ پیدل اور سوار سپاہی سڑکوں پر ننگی تلواریں لئے گشت کرتے پھرتے ہیں اور خوف کے مارے کوئی دوکان نہیں کھولی گئی ہے۔ حکم ہوا کہ شہر کے پھاٹکوں سے اور کہیں بھی کوئی شخص برہنہ تلوار لیکر نہ نکلے گھڑ سواروں کے کمانڈنگ کو مہتاب باغ میں رہنے کا حکم ہوا۔ اطلاع دی گئی کہ ۴۰ کشتیاں گندم و دیگر اجناس سے لدی ہوئیں صبح بنجی داس اگروال کی آئی ہیں۔ اسپرولداری مل کے نام حکم جاری کیا گیا کہ تم غلہ مذکورہ کو اتروا کر ہاتھ یہاں لے آؤ۔ دو پیدل سپاہیوں نے خفیہ طور پر راجی داس اگروال کے یہاں دو سو روپیہ امانت رکھدئے تھے کہ نکالنے چل کر لیں گے۔ کسی طرح ان دونوں سپاہیوں میں نقیض پیدا ہو گئی۔ اور راز سب پر عیاں ہو گیا تو اسیوقت ایک دستہ سپاہ روپیہ لینے کے لئے روانہ کیا گیا اور ساہوکار نے فوراً روپیہ ادا کر دیا۔ شہر کے تاجروں کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا۔ سواروں اور پیدلوں نے باہم سازش کی اور بادشاہ کے پاس دیوان خاص میں آکر کہا کہ انہیں الاؤنس اور کپڑے ٹھیک طور پر نہیں ملتے اس کا بندوبست کر دیا جائے اور شکایت کی کہ حکیم احسن اللہ خاں اور محبوب علیخاں انگریزوں سے مل گئے ہیں۔ پھر حویلی لال کنوئیں میں گئے اور پیرزادہ شاہ نظام الدین کو اس الزام میں گرفتار کر لیا کہ ان کے مکان میں دو انگریز لیڈیاں روپوش ہیں۔ شاہ نظام الدین نے دریافت کیا کہ تمہیں کس نے خبر دی ہے تو سپاہیوں نے کسی شخص کو لا کر کھڑا کیا

جو راجپور کا رہنے والا تھا اور جس نے کہا کہ میں نے صرف اڑتی ہوئی خبر سنی ہے۔ شاہ نظام الدین نے سواروں سے کہا کہ اگر کوئی انگریز ویڈی برآمد ہو جائے تو تمہیں میرا گھر بار لوٹ لینے کی اجازت ہے اور اگر تم اس تہمت کے در پردہ صرف لوٹ کی غرض سے آئے ہو تو اس کا تمہیں اختیار ہے میں تمہارے فعل کا مزاحم نہیں ہوں۔ یہ سنکر سوار خاموش ہوئے۔ محبوب علیخاں نے قرآن کی قسم کھائی کہ میں انگریزوں سے نہیں ملا۔ سپاہیوں نے آغا محمد خاں کا مکان لوٹ لیا۔

بروز شنبہ ۱۶ مئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ دیوان خاص میں تشریف لائے اور دربار منعقد کیا۔ حکیم احسن اللہ خاں آغا سلطان تقسیم کنندہ تنخواہ۔ کپتان دلدار علیخاں۔ رحمت علیخاں و دیگر روسا حاضر ہوکر آداب بجا لائے۔ پیادہ اور سوار سپاہی اپنے افسروں کو ساتھ لیکر دربار میں آئے اور ایک خط پیش کیا جسپر حکیم احسن اللہ خاں اور نواب محبوب علیخاں کی مہریں ثبت تھیں۔ یہ شکایت کی کہ ہمنے یہ خط دہلی دروازہ پر پکڑا ہے جسے حکیم صاحب اور نواب صاحب نے انگریزوں کو روانہ کیا تھا۔ اس میں لکھا ہے کہ انگریز لوگ فوراً چلے آئیں۔ ہم شہر میں داخل کرادینگے اور زینت محل بھی انگریزوں سے ملی ہوئی ہیں اس طرح پر کہ جواں بخت تخت نشین کرا دیا جائے گا۔ اس خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ تمام فوج و سپاہ کو تمہارے قبضہ میں کردیا جائیگا۔ خط مذکورہ احسن اللہ خاں اور محبوب علیخاں کو بھی دکھایا گیا جسے دیکھکر انہوں نے کہا کہ یہ جعلی ہے۔ پھر اپنی انگوٹھیاں اتار کر سپاہیوں کے آگے پھینکدیں اور کہا کہ یہ کاغذ انکا نہیں ہے اور اس کی ثبت شدہ مہریں نقلی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے قسمیں بھی کھائیں کہ یہ کاغذ انکا نہیں ہے مگر سپاہیوں کو نہیں تیقن نہیں آیا۔ کسی نے سپاہیوں کو خبر دی کہ نہر کی چادر کے نیچے بہت انگریز روپوش ہیں۔ سنتے ہی مرزا ابوبکر سپاہیوں کو ہمراہ لیکر چادر کے

پہونچے پستول کے کئی فیر کیے مگر وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ پھر پیدل اور سواروں نے تلواریں کھینچ لیں اور حکیم احسن اللہ خاں کو گھیر لیا۔ انہیں پورا یقین تھا کہ وہ ضرور انگریزوں سے ملا ہوا ہے۔ اور آپس میں کہنے لگے یہی وجہ تھی کہ جو اس نے انگریز قیدیوں کو قتل ہونے سے بچانا چاہا تھا تاکہ جب انگریز آجائیں تو قیدیوں کو ان کے حوالہ کر دیا جائے اور سپاہیوں کو قتل کرا دے۔ ان کا شک یہانتک بڑھا کہ وہ قید خانہ میں سے تمام انگریزوں کو جو عورتوں بچوں سمیت ۵۲ تھے باہر نکال لائے۔ اور حوض کے پاس قتل کرنے کے ارادے سے بٹھا دیا۔ شہزادہ مرزا منجھلے نے انہیں اس فعل قبیح سے باز رکھنا چاہا اور کہا کہ شرع اسلامی میں عورتوں اور بچوں کا قتل حرام ہے۔ اسپر سپاہیوں نے مرزا کو بھی قتل کرنا چاہا مگر مرزا خوف زدہ ہوکر بھاگ گیا پھر انہوں نے قیدیوں کو نیچے بٹھا کر پستول کا ایک فیر کیا مگر گولی بادشاہ کے ایک ملازم کو جا لگی جو پیچھے کھڑا تھا اس کے بعد بادشاہ کے مسلح مصاحبوں نے آکر انگریز مردوں بچوں اور عورتوں کو تلواروں سے قتل کر دیا جب یہ ہو رہا تھا اسیوقت دو سو مسلمان حوض پر کھڑے ہوئے مقتولوں کو لعنت کر رہے تھے۔ اثنائے قتل میں بادشاہ کے ایک مصاحب کی تلوار ٹوٹ گئی قتل کے بعد لاشوں کو دو گاڑیوں میں بھر کر دریا پرلے گئے اور بہا دیا اس واقعہ سے شہر کے ہندوؤں میں بددلی پھیل گئی اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ ان پوربیوں کو جنہوں نے ایسا پاپ کیا ہے کبھی انگریزوں پر فتح نصیب نہ ہوگی پیادوں کے گارد تبدیل کیے گئے۔ کسی نے سواروں کو خبر دی کہ خزانچی متھرا داس کے مکان میں انگریز چھپے ہوئے ہیں جو چودہری کے کوچہ میں رہتا ہے۔ انہوں نے فی الفور جا کر تلاشی لی۔ مگر کسی انگریز کو نہ پاکر واپس چلے آئے اس موقعہ پر انہوں نے کسی کو کچھ تکلیف نہ دی ایک حکم بیداد خاں کے نام تحریر کیا گیا کہ جمنا کے مشرقی ساحل پر گوجروں نے مفسدہ پردازی پھیلا رکھی ہے۔ اس کا فوراً تدارک کیا جائے۔ لاہوری دروازہ کے

دوکانداروں نے شکایت کی کہ کاشی ناتھ ان کے حلقہ کا پولیس آفسر بطور رشوت ۱۰۰۰ روپیہ طلب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وہ نہ دینگے تو باندہ کر چیف پولیس اسٹیشن پر پہنچائے جائیں گے۔ حکیم احسن اللہ خاں نے فوراً قاضی فیض اللہ کو پولیس آفسر مندرجہ بالا کی گرفتاری کا حکم روانہ کیا۔

بروز اتوار۔ ۱۷ مئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ خاص کمروں میں تھے کہ پیدل و سوار اپنے افسروں کو ہمراہ لیکر آئے اور عرض کی کہ انہوں نے سلیم گڈھ کو مستحکم کرلیا ہے اعلیحضرت تشریف لیجاکر ملاحظہ فرمائیں۔ بادشاہ ہوادار پرسوار ہوکر سلیم گڈھ تشریف لے گئے۔ وہاں مشاہدہ کیا کہ توپوں کو کس طریقہ سے نصب کیا گیا ہے اور پھر سپاہیوں کو اپنے متفق الرائے ہونے کا یقین دلاکر اور انہیں زینت محل و احسن اللہ خاں اور محبوب علیخاں پر بدگمانی نکرنے اور اعتماد رکھنے کی نصیحت کرکے واپس آگئے۔ سپاہیوں کا دل بڑہانے کے لئے بادشاہ نے یہ بھی کہا کہ اگر وہ کسی انگریز کو گرفتار کرکے لائیں گے تو خود میں اپنے ہاتھ سے قتل کرونگا یہ سنکر فوجیں مطمئن ہوگئیں اور حکیم احسن اللہ خاں کی بیگناہی کا سبکو پورا پورا یقین آگیا۔ پل پر ایک شخص گرفتار کیا گیا جس کے پاس سے میرٹھ کے کسی انگریز کا خط برآمد ہوا۔ پیدل سپاہ نے اسے توپ کے منہ سے باندہ دیا اور بہت دیر تک یونہی لٹکائے رکھا۔ باغیوں نے دیوان خاص کو مکان بنا رکھا تھا انہیں وہاں سے نکال کر اسے صاف کیا گیا۔ اور قالینوں دفانوسوں وغیرہ سے آراستہ کیا گیا۔ مرزا امین الدین خان و مرزا ضیاء الدین خاں حسب الحکم حاضر دربار ہوئے۔ اور کورنش عرض کی۔ انہیں روزمرہ حاضر ہونے کا حکم ہوا تو بیماری کا بہانہ کیا۔ پھر بادشاہ نے فوج بڑہانے کے لئے کہا جسکو انہوں نے منظور کرلیا اور وعدہ کیا کہ وہ ایسا کرینگے بادشاہ نے انہیں فرمایا کہ تمکو ملک کا زرخیز حصہ عطا کیا جائیگا

اگر ماید ولت کے احکام کی پوری پوری تعمیل کرینگے اس کے بعد ارادت خاں و میر خاں برادران نواب مصطفیٰ خاں والی جہانگیر آباد۔ اخبار خاں و دیگر نامی اصحاب حاضر دربار ہوئے اور ہر ایک نے دو دو روپیہ نذر گذرانے۔ پیدل رجمنٹ کے لئے کرنیلوں کا تقرر زیر بحث رہا۔ گڑھی ہرسرو سے ایک سوار آیا اور خبر دی کہ تین لاکھ روپیہ ضلع گوڑگانوہ کی آمدنی کا پیدل کی ایک کمپنی اور سواروں کی حفاظت میں دہلی آرہا ہے۔ مگر اسی علاقہ میں ۳۰۰ میواتیوں اور گوجروں نے خزانے پر حملہ کیا ہے اور لوٹنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ سپاہیوں اور لٹیروں میں لڑائی ہو رہی ہے۔ یہ سنکر بادشاہ نے مولوی محمد بکر کو دو کمپنی پیدل اور ایک رسالہ سوار ہمراہ لیکر گوجروں سے مقابلہ کرنے اور خزانہ بحفاظت لے آنیکا حکم دیا۔ مرزا مغل کے ایک خاکروب کو جاسوس ہونے کے الزام میں سپاہیوں نے پکڑ لیا اور بہت بری طرح زد و کوب کیا۔ بہر کیف مرزا مغل کے حکم پر اسے رہا کر دیا گیا۔ ایک رپورٹ کی گئی کہ تے سنگھ پور کے میواتی جنہوں نے ریلوے سپرنٹنڈنٹ کا مکان لوٹا تھا زخمی ہو گئے ہیں۔ اور انگریزوں کے ملازم ہیں۔ موضع ندہولی کے زمینداروں نے حاضر ہو کر ایک ایک روپیہ نذر کیا۔ اور اپنی وفاداری اور فرمانبرداری کا پورا یقین دلایا۔ بادشاہ نے زمینداروں سے کہا کہ اپنے موضع میں عمدہ انتظام رکھا جائے۔ اگر یہ نہ ہوگا تو اس کے ذمہ دار وہی لوگ ٹھہرائے جائیں گے۔

بادشاہ کے دو قاصد جو خبر لانے کے لئے روانہ کئے گئے تھے واپس آئے اور خبر لائے کہ تقریباً ۱۰۰۰ سپاہی مع چند انگریز مردوں عورتوں اور بچوں کے صدر بازار میں جمع ہوئے ہیں۔ اور سورج کنڈ میں قلعہ بندی کی ہے۔ جہاں ہاتھیوں سے کھنچوا کر توپیں نصب کی ہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ میرٹھ سے سلیم پور تک سڑک پر گوجر لوٹ مار کرتے ہیں اور میرے ساتھ بھی بدسلوکی سے پیش آئے۔ بادشاہ

نے جمنا کے پل پر پیدل کی دو کمپنیوں کو متعین کیا۔ حکیم عبدالحق نے حاضر ہو کر پانچ روپیہ نذر کئے۔ رڑکی سے خندق کھودنے والوں کی پانچ کمپنیاں میرٹھ گئیں۔ انگریزوں نے ان سے اپنا کام لینا چاہا مگر وہ رضا مند نہ ہوئے اور انگریزوں نے انپر حملہ کر کے کئی آدمیوں کو مقتول و مجروح کر دیا۔ جو باقی بچے وہ بھاگ کر دہلی چلے آئے۔ مہاراجہ نریندر سنگھ والی پٹیالہ، راجہ رام سنگھ والی جے پور، راجہ صاحب الور، راجگان جودھ پور کوٹہ بوندی وغیرہ کے نام حاضر دربار ہونے کے کئی فرمان جاری کئے گئے۔ ونیچے دیوان خاص لال کے مکان کے برآمدے سے گر کر مر گیا۔ رپورٹ کی گئی ہے کہ فوجیں انبالہ سے آ رہی ہیں اس کے سوا ہر طرف امن و امان ہے۔

بروز پیر مورخہ ۱۸ مئی ۱۸۵۷ء۔

بادشاہ اپنے کمرہ خاص سے برآمد ہو کر دیوان خاص میں تشریف لائے اور تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے۔ پانچوں رجمنٹوں کے بینڈ باجے آئے اور انگریزی طرز پر باجہ بجایا گیا۔ بادشاہ نے مستحقین کو حسب مراتب ہتھیار و خلعات فاخرہ عطا کئے اور عہدے دئے۔ مرزا مغل کو کمانڈر انچیف افواج۔ مرزا کو چک سلطان مرزا خیر سلطان، مرزا عبداللہ و دیگر فرزندوں کو رجمنٹوں کا کرنیل مقرر کیا۔ اور اپنے پوتے مرزا ابوبکر کو سواروں کی رجمنٹ کا کرنیل مقرر کیا۔ مرزا مغل نے دو اشرفیاں اور دیگر شہزادوں نے ایک ایک اشرفی اور ایک ایک روپیہ عہدے عطا کرنے کے شکریہ میں گذرانے۔ حسن علیخاں حاضر ہوئے اور مجرا عرض کیا۔ انہیں روزانہ دربار میں آنے کی ہدایت کی گئی جسے بالمواجہ انہوں نے منظور کیا پھر بادشاہ نے ان سے فوج بڑھانے کے لیے کہا اور بہت سا علاقہ دینے کا وعدہ کیا مگر انہوں نے کہا کہ وہ ایسا نہ کرینگے بلکہ حضرت حضور کی خدمت کیا کرینگے دو سوار جو خط لیکر الور روانہ کئے گئے تھے واپس آئے اور کہنے لگے کہ نواب بالکوجہ

نہیں جانے دیتے۔ مزدوروں اور خندق کنوں کے افسر حاضر ہوئے اور کہا کہ انکی پانچ کمپنیاں روڑکی سے میرٹھ آ رہی تھیں۔ جہاں تمام انگریز مع اپنی عورتوں کے کمین گاہ میں جسے دمدمہ کہتے ہیں محصور ہیں اور انہوں نے مزدوروں کو دہلی آنے سے باز رکھنے کی کوشش بہتیری کی اور میرٹھ میں رکھکران سے کام لینا چاہا تنخواہوں میں اضافہ کرنے کی طمع دلائی مگر مزدوروں نے انگریزوں کی بات نہ مانی جس پر قریب تین بجے کے ایک باڑہ بندوقوں کی اپنر ماری گئی جس سے ۲۰۰ سے کچھ زائد آدمی ہلاک ہوئے اور باقی ماندہ بھاگ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انکو سلیم گڑھ میں ٹھیرنے کا حکم ملا۔ نواب محبوب علیخاں نے رامجی داس گودام والا، رامجی داس اگروال، سالگ رام خزانچی وغیرہ مثل اس کے دیگر مہاجنوں کی ایک فہرست بنائی۔ اور ملازموں کے ہاتھ سے ان کے پاس روانہ کی اور یہ لکھدیا کہ چونکہ فوج کے روزانہ مصارف ۲۵۰۰۰ روپیہ ہیں۔ پس سب مل کر وہ پانچ لاکھ روپیہ فراہم کر کے مصارف فوج کی کفالت کریں۔ اسپر تمام سوداگر محبوب علیخاں کے پاس گئے اور کہا کہ غدر کے روز ان کا تمام سامان و نقدی لوٹ لیا گیا ہے۔ اب وہ کہاں سے روپیہ لائیں؟ رامجی داس نے کہا کہ اگر محبوب علیخاں دوسرے مہاجنوں سے لے لیں گے تو میں بھی بلا عذر دیدونگا۔ مرزا ابوبکر سواروں کی رجمنٹ لیکر چندراول اور وزیر آباد کے گوجروں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے مگر ان کے جانے کے قبل ہی گوجر فرار ہو چکے تھے۔

بروز منگل۔ مورخہ ۱۹ ارمئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ کمرہ خاص میں سے دیوان خاص میں تشریف لائے۔ دو سوار میرٹھ سے آئے اور اطلاع دی کہ ایک فوج جس میں پیدل و توپخانہ شامل ہے کئی لاکھ روپیہ لیکر بریلی اور مراد آباد سے میرٹھ پہنچی ہے۔ انگریزوں نے ان سے میرٹھ کی

فوجوں کے باغی ہو جانے اور انگریزوں کے قتل کر ڈالنے کی شکایت کی جس پر بریلی کی فوج نے جواب دیا کہ انگریزوں نے بھی تین سو مزدوروں اور خندق کھودنیوالوں کو مار کر اپنا حوصلہ نکال لیا ہے۔ اور کچھ شک نہیں جو وہ ہمسے بھی ایسا ہی برتاؤ کریں یہ جواب سنکر انگریز اپنے مورچوں پہ چلے گئے اور گولہ باری شروع کی جس کا جواب مراد آباد و بریلی کی فوجوں کی طرف سے بھی ترکی بہ ترکی دیا جانے لگا۔ خدا کا فضل ہمارے شامل حال رہا چنانچہ ہمنے ایک فیر ایسا کیا جس سے دشمنوں کی پناہ گاہ بالکل جل گئی بادشاہ اور تمام فوج یہ سنکر بہت خوش ہوئی اور اپنی خوشی کے اظہار میں سلیم گڑھ میں پانچ فیر توپوں کے کئے اس کے بعد یہ خبر آئی کہ گڑھی ہر سرد میں گوڑگانوہ کا مجسٹریٹ بھاگتے بھاگتے سترہ ہزار روپیہ رکھہ گیا تھا۔ چنانچہ ایک سو سوار اور دو کمپنیاں پیدل اس روپیہ کو لے آئی ہیں۔ حکم دیا گیا کہ اسے خزانہ میں داخل کرو۔

بیجا بائی کا بھیجا ہوا سوار آیا اور عرض کی کہ ہماری مالکہ نے دریافت کیا ہے کہ کیا انگریزوں اور انکی عورتوں کو قتل کیا گیا ہے یا نہیں۔ انہیں ان خبروں پر یقین نہیں ہے وہ مستند شہادت چاہتی ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہاں جتنے انگریز تھے وہ سب قتل کر دیئے گئے اور اپنے دو سو سوار اور مراسلہ شاہی اس کے ہمراہ دیکر گوالیار روانہ کیا اور زبانی بھی کہدیا کہ بائی صاحب سے کہدینا کہ تمام فوج لیکر یہاں چلی آئیں اور اپنی وفاداری کا ثبوت دیں۔ اس کے بعد بادشاہ نے دیوان خاص میں دربار کیا اور ایک خلعت فاخرہ مع ایک چاندی کی دوات کے اور ایک خطاب "وزیر اعظم ممالک مفتوحہ" .... سلہ کو عطا کیا مرزا نے اس اعزاز کے شکریہ میں دس طلائی مہریں پیش کیں۔ بادشاہ نے ایسا ہی ایک خلعت اپنے فرزند مرزا بختاور شاہ کو نمبر ۴ دیسی پیدل کا کرنیل مقرر کرتے وقت

سلہ نام نہیں ہے غالباً جوان بخت تھا جو اسوقت مفرور کیا گیا تھا اس عہدہ پر متاز کیا گیا ہوگا

عطا کیا۔ مرزا نے دو طلائی مہریں اور پانچ روپے بطور شکریہ نذر کئے۔ پھر اعلیحضرت نے ہر ایک مقرر کردہ کرنیل کو ایک جفت نقارہ دیا۔ ناظر حسن مرزا کو کنور راجیت سنگھ پٹیالہ والہ کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ کنور صاحب نے حاضر ہو کر ایک طلائی مہر نذر کی۔ انہیں بھی ایک خلعت عطا کیا گیا جس کے بعد میں انہوں نے پانچ روپے پھر پیش کئے بادشاہ نے فرمایا وہ کنور صاحب کو بہت عرصہ سے جانتے ہیں جب سے کہ وہ دہلی میں رہا کرتے تھے۔ احمد مرزا اور فرزند حکیم عبدالحق حاضر ہوئے اور پانچ پانچ روپیہ نذر کئے۔ محمد اجبار علیخاں کا روانہ کردہ رسالدار حاضر ہوا اور دو روپے اپنی طرف سے نذر کئے اور ایک عرضی اجبار علیخاں کی پیش کی جس میں لکھا تھا کہ ریاست کا پورا بندوبست کرنے کے بعد فوراً حاضر دربار ہونگا۔ نتھو درزی کے مکان میں دو انگریز مرد اور تین لیڈیاں دو بچے پوشیدہ تھے جنہیں سواروں نے جا کر گرفتار کر لیا اور درزی بیچارے کے مکان میں آگ لگا دی۔ بادشاہ نے ان قیدیوں کو سپاہ کی زیر حراست رکھا۔ اعلیحضرت سلیم گڈھ تشریف لے گئے تھے جہاں تمام فوجوں نے سلامی دی نمبر ۲۰ پیدل نے کہا کہ میرٹھ کے مورچوں کے جلجانے کی خبر انہیں صحیح نہیں معلوم ہوتی ان کا ارادہ خود جا کر مورچوں کو اڑا دینے کا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے اور کہا کہ اپنے جنرل مرزا مغل کے احکام کی ہر حال میں تعمیل کرو۔ اور ان کے بغیر حکم کوئی کام نہ کرو۔ ایک حکم قاضی فیض اللہ چیف پولیس افسر شہر کے نام جاری کیا گیا کہ جمنا کے پل کی دو کشتیاں الگ ہو گئی ہیں لہذا سو مزدوروں کو مرمت کے لئے روانہ کرو۔ خبر پہونچی کہ علمائے دین نے تمام شہر کے مسلمان باشندگان کو جمع کر کے انگریزوں سے جہاد کرنے کی ترغیب دی اور کہا کہ کفار کو قتل کرنے سے اجر عظیم ملتا ہے۔ ہزاروں مسلمان ان کے علم کے نیچے جمع ہو گئے اور جب بادشاہ نے یہ خبر سنی تو ان لوگوں کو خبر بھیجی کہ جن سے تم جہاد کرنا چاہتے ہو وہ سب مار ڈالے گئے۔

اور حکم روانہ کیا کہ علم سرنگوں کر دیا جائے۔ خود مولوی صدر الدین جامع مسجد گئے اور دیر تک عالموں سے بحث کرتے رہے۔ اور جھنڈا بلند کرنے کو بیکار ثابت کیا۔ غلہ و نمک وغیرہ کی کئی گاڑیاں شہر سے باہر پکڑی گئیں اور اندر لائی گئیں۔

بروز بدھ۔ مورخہ ۲۰ رمئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ کمرۂ خاص میں سے برآمد ہوئے۔ دیوان خاص میں دربار منعقد کیا محمد سعید حاضر ہوئے اور انہوں نے سلام علیک کی۔ بادشاہ نے کہا کیا انہی (مولوی) نے انگریزوں سے جہاد کرنے کا علم بلند کیا تھا؟ لیکن جب وہ سب قتل ہو چکے تو پھر ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ وہ ہندوؤں کے برخلاف جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ اسپر بادشاہ نے کہا کہ وہ ہندو اور مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور وہ ہندوؤں کے برخلاف کوئی مذہبی جنگ نہیں کرنی چاہیے۔ پھر کہا کہ عیسائیوں کو اگر کہتے ہو تو وہ تمام قتل کر دیئے گئے اس کے بعد ہندو افسران فوج حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ مسلمان باشندوں نے ان کے برخلاف اسلامی علم بلند کیا ہے لیکن بادشاہ نے انہیں یہ کہکر مطمئن کر دیا کہ ان کا مقصد صرف انگریزوں کا قتل تھا۔ افسروں نے بیان کیا کہ ایک شخص جو میگزین میں ملازم تھا تانبے کی چھوٹی توپ چرا لیگیا تھا اسے پل پر گرفتار کیا گیا ہے بادشاہ نے اسے توپ سے اڑا دینے کی سزا مقرر کی۔ مرزا امین الدین خاں، مرزا ضیاء الدین خاں، حسن علیخاں، اور رحمت علیخاں، حاضر ہوئے اور مجرا عرض کیا۔ بادشاہ نے مہربانی فرما کر ایک ایک دستی چوب عطا کی جس کے شکریہ میں ہر ایک نے پانچ روپیہ نذر کئے۔ مرزا مغل کو حکم موصول ہوا کہ چار توپیں اور چار پیدل رجمنٹیں لیکر بہر شدہ جائیں اور انگریزوں کے مورچوں اور پناہ گاہ کو اڑا دیں۔ مرزا مغل نے جواب میں کہا کہ ہمارے ہمراہ مرزا امین الدین خاں، مرزا ضیاء الدین خاں، حسن علیخاں جنہوں نے بڑی بڑی جاگیرین

جا حاصل کہیں ہیں بھیجے جائیں اور انگریزوں کے قتل کرنے کا مرزا صاحب نے وعدہ کیا اس جواب کو سنکر تمام رئوسا چپ ہو گئے اور کسی نے جا نیکے لیے" ہاں" "نہیں" کی بادشاہ نے یہ حالت دیکھکر مرزا ابوبکر کو فوج لیکر جانے کا حکم دیا۔ اور نواب محبوب علیخاں اور حکیم احسن اللہ خاں کو فوج کے میرٹھ تک مصارف کا انتظام کر دینے کا حکم دیا۔

پیدل سپاہیوں نے میرٹھ سے ایک گاڑی آتی دیکھکر اس پر حملہ کیا اور زیور لوٹ لیا بعض سپاہیوں نے مبارک باغ میں جو چھاؤنی کے عقب میں تھا جستجو کی اور دو انگریزوں کو چھپے ہوئے پاکر قتل کر دیا۔ افسران فوج نے آکر درخواست کی کہ پانچ انگریز عورتیں جو مقید ہیں ہمارے حوالہ کر دی جائیں۔ بادشاہ نے مولوی محبوب علی صاحب کو از روئے شرع مسئلہ بتانے کا حکم دیا۔ مولوی صاحب نے شرعی مسئلہ ان کے سامنے پیش کر دیا۔ کہ اسلام میں عورتوں کا قتل جائز نہیں ہے پھر بادشاہ اپنے کمرۂ خاص کی خفیہ انجمن میں جہاں ملکہ اور مکند لال سکرٹری تھے تشریف لے گئے۔

چار بجگئے۔ عدالت کل گیارہ بجے تک کے لیے برخاست کی جاتی ہے۔

سترھویں روز کی کارروائی

یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۴ر فروری ۱۸۵۸ء

عدالت قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں منعقد ہوئی

پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

ملزم مع اپنے مختار غلام عباس حاضر کیے گئے۔

اقتباسات اخبار صادق الاخبار فارسی زبان میں پڑھے گئے۔ پھران کا ترجمہ پڑھا گیا جو ذیل میں درج ہوا۔

۶ر جولائی ۱۸۵۷ء۔ ایک حکم جسپر مہر شاہی ثبت تھی بنام کمانڈر انچیف جاری

کیا گیا جس میں فوج کے روزانہ الاؤنس کی بابت تحقیقات کی ہے اور حکم دیا ہے کہ تمام فوجی امور کو اپنے ہاتھ میں لے لیا جائے

۷ر جولائی ۱۸۵۷ء۔ ایک مراسلہ راجہ گلاب سنگھ والی کشمیر نے اس اطلاع کے لئے کہ انکا اقتدار حکومت لاہور و لاہور کے قریب وجوار میں مستحکم ہوگیا ہے بھیجی۔ اور ایک دوست محمد خاں کی درخواست ہے کہ حاضر دربار ہونا چاہتا ہوں۔ ہر دو درخواستیں جنرل بہادر کے پتہ پر موصول ہوئی ہیں جن کے جواب میں مراسلات جاری کرنے کا حکم دیدیا گیا ہے۔

۹ر جولائی ۱۸۵۷ء۔ خبر موصول ہوئی ہے کہ بختیار خاں نے ایک فوج تیار کر کے دشمنوں سے لڑنے کے لیے روانہ کی ہے۔ جو جوہر مردانگی دکھارہی ہے قاصد دمبدم فتح کی خبریں لارہے ہیں۔

۱۱ر جولائی ۱۸۵۷ء۔ اقتباس کورٹ گزٹ (سراج الاخبار) یہ سب پر روشن ہوچکا ہے کہ بادشاہ نے دربار منعقد کرنا شروع کردیا ہے آج رؤسا و معززین کو باریاب فرمایا گیا۔ ملعون دشمنوں کی نقل و حرکت اور انتظامات جنگ کا مشورہ۔ اور بہادران شاہی کی کارگزاریاں بادشاہ اور اہل دربار کی واقفیت کے لیے پڑھکر سنائی گئیں غلام نبی خاں کے نام حکم جاری ہوا کہ نواب جھجر کا مکان واقع محلہ دریا گنج مجروحین کے لئے صاف کراکر رکھا جائے۔ مجاہدین کے خرچ کے لئے کچھ روپیہ عنایت کیا گیا۔

۱۲ر جولائی ۱۸۵۷ء۔ سید علی و بکر علی روسا بنارس کی ایک درخواست موصول ہوئی۔ انہوں نے لکھا تھا کہ مردود کفار کی بڑی تعداد انہوں نے قتل کردی ہے۔ اور اب حضور اقدس کی خدمت میں مشرف ہونا چاہتے ہیں۔ فی الفور عنایت نامہ سے سرفراز فرمایا گیا۔

۱۳ر جولائی ۱۸۵۷ء جنرل بہادر نے عرضی روانہ کی کہ بحکم خدا اگر فتح کرلیا گیا

اکیس توپوں سے بادشاہ کو سلامی دی گئی۔ باجے والوں نے انگریزی باجہ بجایا۔ انگریزی سارنگیاں۔ ڈھول، شہنائیاں وغیرہ خوشی کے اظہار میں بجائی گئیں۔ دو جاسوس مع انگریزی خطوط کے گرفتار کئے گئے اور تحقیقات کی غرض سے مرزا مغل کے پاس روانہ کئے گئے۔ افسران جھانسی رجمنٹ کی ایک درخواست قتل کفار کے متعلق موصول ہوئی جسکا جواب ارسال فرما دیا گیا۔

۱۵ر جولائی ۱۸۵۷ء۔ حسین بخت خاں کو ایک شاہی مراسلہ روانہ کیا گیا کہ جھانسی کی فوج سے ملیں جو کل صبح آکر اجمیری دروازہ کے باہر قیام کرے گی۔

۱۶ر جولائی ۱۸۵۷ء افسران جھانسی فوج حاضر ہوئے اور اپنی وفاداری کے اظہار میں تلواریں اور بندوقیں زمین پر ڈالدیں بادشاہ نے شفقت فرمائی۔ اور سردست ۲۰۰۰ روپیہ خرچ کے لئے عنایت کیا۔

۱۷ر جولائی ۱۸۵۷ء ایک اطلاع موصول ہوئی کہ پیدل کی دو رجمنٹیں انبالہ سے حاضر ہوئی ہیں۔ مرزا مغل کو حکم دیا گیا کہ گذشتہ آئی ہوئی رجمنٹوں میں کہیں انکو بھی ٹھہرا دیا جائے

۱۸ر جولائی ۱۸۵۷ء قبرستان میں کئی جاسوسوں کو گرفتار کیا گیا ہے

۲ر اگست ۱۸۵۷ء ایک عرضی گورنر جنرل کی طرف سے موصول ہوئی کہ غنیم پسپا ہو رہا ہے۔ اسپر ایک حکم لکھا گیا کہ عرضی ہذا داخل دفتر کیجائے۔

۴ر اگست ۱۸۵۷ء۔ جنرل سدھاری سنگھ۔ افسران پنجم فوج و دیگر متعلق افسران حاضر ہوئے مجرا عرض کیا اور میدان جنگ سے دفعیہ کفار کی تدابیر پیش کیں بادشاہ ان سے بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے۔

۵ر اگست ۱۸۵۷ء۔ بادشاہ نے دو احکام جاری فرمائے۔ ایک نواب ولیداد خاں کی درخواست کا جواب جس میں لکھا گیا کہ انگریزوں کو سامنے سے ہٹادینے

کے بعد افواج روانہ کیجائیں گی۔ دوسرا راجہ الور کے نام کہ خراج مع عرضی فی الفور روانہ کرو۔

۶ راگست ۱۸۵۷ء بادشاہ افواج کی مردانگی و شجاعت کے کارنامے سن رہے تھے کہ معاً خبر آئی کہ دلیر فوج نے مورچوں پر قبضہ پانے کی عزت حاصل کی فوراً فوج اور بارود وان کی ہمت افزائی کے لئے بھیجنے کا حکم دیا گیا۔

۷ راگست ۱۸۵۷ء خبر موصول ہوئی ہے کہ ہماری سپاہ مورچوں میں جاکر نہایت دلاوری سے غنیم سے برسرِ پیکار ہے۔ شام کے وقت افسوسناک خبر ملی کہ میگزین واقع محلہ چوڑی والہ میں یکبیک آگ لگ گئی جس سے صدہا وہاں کے کام کرنے والے مرد و عورت جلکر کوئلہ ہو گئے۔ اور بارود نے عمارت کو بالکل مسمار کر دیا پیدل سپاہ جو ہمیشہ ایسے موقعہ سے فائدہ اٹھاتی رہتی ہے یہ سنا تو بگڑ گئی۔ اور جناب وقار الملک[1] (طبیب شاہی) پر میگزین میں آگ لگانے کا جھوٹا الزام لگا کر ان کے مکان کا صفایا کر دیا۔ جو چیز جس کے ہاتھ آئی لیکر چلدیا۔ نیز ہمسایوں کے مکانات لوٹ گئے۔ بادشاہ یہ سنکر بہت غضبناک ہوئے اور حکیم صاحب کو بہت تسلی تشفی دی اور اعلان کر دیا کہ حکیم صاحب کا جو کچھ مال جس شخص نے لیا ہو۔ فی الفور لاکر یہاں حاضر کرے۔ پھر اعلحضرت نے یہ دعا پڑھی۔

میرے دشمن ہر طرف سے جمع ہو کر طاقت پکڑ رہے ہیں۔
یا خدا علی مشکل کشا کے طفیل (مدد کر)
تو نے میری مدد کے لئے غیبی فوج روانہ کی ہے....
پس تجھی سے میں فتح و ظفر کی دعائیں مانگتا ہوں....

اقتباسات سراج الاخبار جو اصلی فارسی میں پڑھے گئے پھر انکا ترجمہ ذیل میں درج ہوا۔

[1] حکیم احسن اللہ خاں - ۱۲

روز منگل مورخہ ۲۵ اگست ۱۸۵۷ء صبح صادق سے طلوع آفتاب تک مذہبی مراسم کی ادائیگی میں وقت صرف ہوا۔ وقار الملک (طبیب) کو نبض شاہی دیکھنے کی عزت نصیب ہوئی۔ پھر بادشاہ مسند شاہی پر جلوہ افروز ہوئے اور معتمد شرفا کو دربار شاہی میں باریاب ہونے کی عزت بخشی۔ انھوں نے بہ حد ادب و احترام کا اظہار کیا۔ اعلیحضرت نے دو فرمانوں کا معائنہ کیا جو دفتر خاص میں تیار کئے گئے تھے۔ ایک بہادر علیخاں، حسن علیخاں، درگا پرشاد، بھوپ سنگھ افسران فوج پشاور کے نام تھا جس میں انہیں تاکید کی تھی کہ مع فوج فی الفور دربار شاہی میں حاضر ہوں اور معقول خزانہ بھی ہمراہ لیتے آئیں۔ دوسرا بنام شہزادہ مرزا محمد کوچک جس میں تحریر تھا کہ نصیر آبادی فوج کی تنخواہ تقسیم کر دیجائے بعد ملاحظہ شاہی ان پر مہر خاص ثبت کی گئی۔ پھر حکم شاہی سے انہیں روانہ کر دیا گیا۔ پھر اعلیحضرت نے ان درخواستوں پر توجہ مبذول فرمائی۔ اول تنا ور علیخاں پسر محمد عبد الغفار خاں سکنہ مصطفے آباد عرف رامپور کی درخواست جس میں وفاداری اور خیر خواہی کا اعتراف کیا گیا تھا اور تحریر تھا کہ دربار شاہی میں حاضر ہونے کی خواہش ہے۔ دوم راجہ نہر سنگھ والی بلب گڈھ کی جس میں اطاعت شعاری، خیر خواہی، وفاداری کا اظہار کیا گیا تھا۔ اور میر فتح علیخاں کی معرفت روانہ کی گئی تھی۔ سوم وارث محمد خاں بھوپالی کی درخواست جس میں ۵۶ انگریزوں کو قتل کر دینے کی خبر درج کی ہوئی تھی اور ایک اعلان کی کاپی بھی درخواست کے ساتھ شامل تھی جو باشندگان شہر و ملک کو کفار کے قتل کی تحریص و ترغیب دلانے کے لئے تقسیم کیا گیا تھا۔ نیز ایک فرمان شاہی مانگا تھا۔ چہارم کاشی راؤ ہلکر والی اندور کی درخواست جس میں انہوں نے محبت و وفاداری جتائی تھی۔ اور نیز خواہی بادشاہ کا اعتراف کیا تھا اور اپنے عزم بالجزم سے مطلع کیا تھا جو انہوں نے انگریزوں کے قتل پر کیا تھا۔ اور پانچ انگریزوں کے سر دان کئے تھے۔ پنجم محمد امیر خاں

پسر غلام محمد خان، ابن عبدالصمد خاں رئیس دوجانہ کی ایک درخواست بھی متذکرہ بالا درخواستوں کو پڑھ کر اعلیٰحضرت نے حکم دیا کہ بعد مزید غور ان کا جواب لکھا جائے افسران فوج نے دربار شاہی میں حاضر ہو کر کہا کہ محمد بخت خاں گورنر جنرل بہادر حضور کی فوج ظفر موج کے ہمراہ دشمنان دین سے لڑنے تشریف لے گئے ہیں اور بہت جانفشانی دکھا رہے ہیں۔ لہٰذا ان کے لئے کمک ارسال کرنی ضرور ہے۔ اسی وقت ایک حکم جاری کیا گیا کہ ایک دستہ فوج اور روانہ کر دیا جائے۔

اس کے بعد اعلیٰحضرت کمرہ خاص میں تشریف لے گئے دوپہر کو خاصہ تناول فرمایا جس کے بعد دل بہلاتے رہے۔ پھر آپ نے نماز فریضہ ادا کی اور اس میں اتنے عرصہ مصروف رہے کہ عصر کا وقت آگیا اور عصر کی نماز بھی آپ نے پڑھی۔ دن ختم ہونے کے قریب وقار الملک (طبیب شاہی) کو نبض دکھانے کی عزت عطا فرمائی بعد از اں سیر و تفریح کی غرض سے سلیم گڑھ باغ تشریف لے گئے سلیم گڈھ سے واپس ہو کر اپنے کمرہ خاص میں چلے گئے۔ افسران فوج مقیم تیلی واڑہ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ انہیں مدد نہیں پہونچائی گئی۔ پھر حضور دیوان خاص میں برآمد ہوئے اور دربار کیا مگر فوراً ہی بہت خفا اور ناراض ہو کر واپس تشریف لے گئے۔ غروب آفتاب کے بعد حاضرین دربار کو جانے کی اجازت مل گئی۔

بروز بدھ ۲۶ اگست ۱۸۵۷ء

صبح سے طلوع آفتاب تک اعلیٰحضرت وظائف میں مشغول رہے جس کے بعد وقار الملک (طبیب شاہی) کو نبض دکھائی۔ پھر تخت پر رونق افروز ہوئے معزز عمائدین جانے گرد ہالے کے حلقہ کی طرح اعلیٰحضرت کو گھیر لیا۔ افسران فوج نے آکر عرض کی کہ فوجیں غنیم سے مقابلہ کر رہی ہیں اور داد شجاعت دے رہی ہیں لہٰذا ان کے لئے کمک ارسال کی جائے۔ احکام جاری کئے گئے کہ تمام پیدل و سوار بھی

پڑجائیں۔ بعدہ بادشاہ نے ان تین احکام کا ملاحظہ کیا جو دفتر خاص میں تیار کئے گئے تھے اور مہر شاہی ثبت کرکے فوراً روانہ کرنے کی ہدایت کی۔

حکم اول۔ بنام افسران فوج کہ نصف فوج نجف گڑھ کے مورچہ پر اور نصف تیلی واڑہ کے مورچہ کو روانہ کیجائے۔

حکم دوم۔ بنام مرزا محمد ظہور الدین بہادر کہ محاصرہ کیا جائے اور فوج کو اپنے اختیار کامل میں رکھا جائے۔

حکم سوم۔ بنام ٹھاکر چمن سنگھ برائے طلبی برادران ٹھاکر مذکورہ۔

شہزادہ محمد عظیم بہادر کی ایک درخواست موصول ہوئی جس میں اپنی مشکلات کا اظہار تھا جو غنیم کی فوجوں کے اچانک آپڑنے سے پیش آئی تھیں اور سپاہ و توپخانہ کی کمک مانگی تھی بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک مراسلہ شاہی درخواست کے جواب میں لکھدیا جائے۔ پھر بادشاہ دربار سے اٹھکر اپنے کمرہ خاص میں تشریف لے گئے۔ دوپہر کو خاصہ تناول فرمایا اور پھر آرام کیا۔ نماز ظہر سے فارغ ہوکر ذکر و شغل میں مصروف ہوگئے پھر عصر کی نماز پڑھی۔ غروب آفتاب کے قریب اعلیحضرت مع اپنے تمام اراکین کے باغ سلیم گڑھ برائے تفریح تشریف لے گئے۔ شام کو واپس آئے اور کمرہ خاص میں تشریف لے گئے۔

بروز جمعرات ۲۰ اگست ۱۸۵۷ء

علی الصباح اٹھکر اور فرائض مذہبی کو انجام دیکر اعلیحضرت نے طبیب شاہی وقار الملک کو نبض دکھائی۔ پھر اعلیحضرت سریر آرائے مسند ہوئے جب ان کے مشہور فرزندوں اور عمائد دربار نے مجرے عرض کئے۔ پھر بلدیو سنگھ کنڈلے کش نے نذر گذرانی تو اعلیحضرت نے بے انتہا الطاف و شفقت سے ایک دوشالہ عطا کیا۔ اور اس نے بعد میں نذر بطور شکر پیش کی جو قبول کرلی گئی۔ بادشاہ نے حسب ذیل

چہ فرمانوں کا جو دفتر خاص میں تیار کئے گئے تھے ملاحظہ کیا پھر حکم دیا کہ مہر شاہی لگا کر روانہ کر دئے جائیں۔

اول حکم بنام مرزا محمد خیر سلطان بہادر کہ انہیں چندہ وصول کرنیکا پورا پورا اختیار ہے اور اس معاملہ میں کوئی مانع نہ ہوگا

دوم حکم۔ بنام مرزا مغل بہادر و مرزا خیر سلطان بہادر اور افسران فوج اور ممبران کورٹ کہ رامجی داس اگروال سے روپیہ دو مرتبہ وصول کر لیا گیا ہے۔ اب کسی حالت میں مطالبہ نہ کیا جائے۔

حکم سوم۔ بنام مرزا عبدالحسن عرف مرزا عبداللہ بجواب درخواست امیر خاں ساکن دوجانہ جسے دربار میں حاضر ہونے کی ہدایت کی گئی تھی۔

فرمان چہارم بنام کاشی راؤ ھلکر والی اندور جنکو دربار میں مدعو کیا گیا تھا۔

حکم پنجم۔ راجہ نہر سنگھ رئیس بلبھ گڑھ کے نام کابلی گھوڑا پہونچگیا۔ اور تم فوج کی چھیڑ چھاڑ سے خوف نہ کہاؤ۔

فرمان ششم۔ بنام تناور علیخاں پسر عبداللہ خاں رامپوری معرفت فتح علی خاں لکھا گیا جس میں انہیں حاضر دربار ہونیکا ارشاد ہوا تھا۔

کچھ سواروں نے افواج شاہی کی کارگزاریاں اور خصوصاً فوج نیمچ کے کارنامے سنانے شروع کئے اور علاقہ نجف گڑھ کے کسانوں کا ساتھ دینا بھی بیان کیا طبیعت ناساز ہوجانے کی وجہ سے اعلیحضرت نے طبیب شاہی کو طلب کیا اور محلسرا میں تشریف لے گئے۔ دوپہر کو اعلیحضرت نے خاصہ تناول فرمایا۔ پھر آرام کیا۔ اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھی پھر ذکر و شغل میں مصروف ہوگئے یہانتک کہ عصر کا وقت آگیا پھر نماز پڑھی طبیب شاہی نے جو حاضر تھے دوا اسک بار دتیار کر کے دی۔ دن ختم ہونے کے قریب تمام حاضرین دربار کو جانے کی اجازت ملی۔

جمعہ ۲۰ راگست ۱۸۵۷ء

صبح بعد ادائے فرائض مذہبی اعلیحضرت نے طبیب شاہی کو نبض دکھائی پھر دیوان خاص میں تشریف فرما ہوئے جہاں روسا و عمائدین نے مجرے عرض کئے خواجہ اسمٰعیل خاں ایک باشندہ کالپی آگے آئے اور باریاب ہونے کے بعد موافق معمول نذر پیش کی۔ اعلیحضرت پر ناتوانی و ضعف غالب آگیا۔ آپ اُٹھکر کمرہ خاص میں چلے گئے۔ دوپہر کو خاصہ تناول فرمایا۔ پھر آرام کیا۔ پھر حسب معمول ظہر و عصر کی ناز ادا کی۔ اس کے بعد حکیم صاحب کا تیار کردہ نقوع بارو پیا۔ اس روز دربار برخاست رہا حسب ذیل احکام "بحکم" شاہی مہر ثبت کرکے جاری کئے گئے۔

(۱) بنام محمد شفیع بر گذیر دیگر اشخاص بجواب درخواست کہ اعلیحضرت ان سے ناراض یا خفا نہیں ہیں اور نہ نیمچ کی فوج پر انہیں کسی قسم کا اشتباہ ہے۔

(۲) بنام مرزا رحمت بہادر کہ امام باڑہ کا کرایہ ادا کردیا جائے جو ایک مد موسومہ "نیاز نذر" کے خرچ کے لئے وقف ہے۔

(۳) بنام احمد علیخاں رئیس فرخ نگر جنہیں چند توڑے دار بندوقیں بھیجنے کی ہدایت کی گئی۔

(۴) بنام بہادر جنگ ۱۴۔ اونٹوں کی انکی حدود میں چوری ہوجانے کی اطلاع۔

ایک درخواست عبداللطیف خاں رئیس خانپور کی موصول ہوئی جس میں انھوں نے اپنی ناسازی طبیعت کا عذر کیا تھا۔ اور پھر کبھی دربار میں حاضر ہونے اور کئی ہاتھی ہمراہ لانے کا وعدہ کیا تھا۔

عدالت ایک بجے برخاست ہوگئی اور مزید کارروائی ۲۷ فروری گیارہ بجے تک کے لئے ملتوی رکھی گئی۔ تاکہ گواہ مسٹر ایوریٹ حاضر ہوسکیں۔

اٹھارہویں روز کی کارروائی

یوم سہ شنبہ مورخہ ۲۷ر فروری ۱۸۵۸ء

آج گیارہ بجے قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں عدالت منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

ملزم مع مختار غلام عباس عدالت میں لائے گئے۔

جان ایوریٹ رسالدار سابق بیقاعدہ سواران نمبر ۱۴ رجمنٹ وحال کانسٹبلری فورس طلب کئے گئے اور شہادت دی۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال۔ کیا گیارہ مئی ۱۸۵۷ء کو تم دہلی میں ہی تھے؟

جواب۔ جی ہاں۔

سوال۔ پھر تم نے غدر کے متعلق کیا دیکھا، بیان کرو؟

جواب۔ صبح بوقت ۹ بجے میرٹھ سے آنیوالے باغی شہر میں داخل ہو گئے اور خوف پیدا ہو گیا کہ وہ تمام انگریزوں اور عیسائیوں کو قتل کرینگے۔ نصف گھنٹہ بعد میگزین کی سمت سے بندوقوں کی آوازیں آنے لگیں۔ شام تک بوجہ بیمار ہونیکے میں باہر نہ نکل سکا۔ کیونکہ میں دہلی میں بیماری کی رخصت لیکر آیا تھا۔ لیکن میں جس مکان میں رہتا تھا وہ مکان کرایہ کا تھا اور میرے لئے محفوظ مقام نہیں تھا۔ میں نے خود کو محفوظ نہ پاکر اس مکان کو شام کے وقت چھوڑ دیا۔ اور رات کی تاریکی میں کرنیل اسکنر کے احاطہ میں چلا گیا جہاں شب بسر کی۔ دن نکلتے ہی میں مرزا عظیم بیگ (جو بے قاعدہ سواروں کے ایک پنشن یافتہ افسر تھے) کے مکان پر پہنچا اور ان سے اپنے مکان میں دن بھر کے لئے پناہ دینے اور پھر کسی طرح شہر سے باہر پہنچا دینے کی درخواست کی۔ انہوں نے مجھ

نے اپنے مکان میں رکھا اور کہا کہ وہ ایسا کرنے کی کوشش کرینگے۔ میں ان کے مکان میں ایک دن اور ایک رات رہا۔ دوسرے روز وہ کہنے لگے کہ میری روپوشی کی خبر ہمسایوں کو ہو گئی ہے۔ مسٹر جارج اسکنر بھی انہیں کے مکان میں روپوش تھے۔ مرزا عظیم بیگ ہم جن کے یہاں رہتے تھے۔ بادشاہ کے پاس ہماری حفاظت کے لئے گارد لینے گئے۔ انہوں نے ایک گھنٹہ بعد خبر بھیجی کہ طبیب شاہی احسن اللہ خاں بوجہ عیسائیوں کو پناہ دینے کے ان سے بہت ناخوش ہوئے ہیں (کیونکہ احسن اللہ خاں مرزا صاحب کے قرابت دار تھے) اور ہمیں فوراً ان کے (مرزا کے) مکان سے نکل جانا چاہئے۔ میں تو فی الفور وہاں سے نکل گیا لیکن مسٹر جارج اسکنر وہیں زنانخانہ میں چھپے رہے۔ میں سردار بہادر کے مکان سے قریب دو سو گز گیا ہونگا کہ مجھے باغی سپاہی آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ میں نزدیک کی مسجد میں یہ خیال کر کے چھپ رہا کہ یہاں باغی مجھے نہ دیکھ سکیں گے لیکن جونہی باغی پاس آئے کسی نے مجھے پہچانکر انہیں پکارا اور کہا کہ ایک عیسائی مسجد میں چھپا ہے۔ پھر انہوں نے مجھے گرفتار کیا اور مرزا عظیم بیگ کے مکان پر جا کر جارج اسکنر کو بھی ماخوذ کر لیا۔ ہمیں کوتوالی پہنچایا گیا لیکن قبل ازیں کہ ہم کوتوالی پہنچیں نمبر ۱۱ لائٹ کیولری کے سوار دوڑتے ہوئے آئے اور سپاہیوں سے دریافت کیا تم کون ہو جو قیدیوں کو لئے جا رہے ہو! کیا یہ عیسائی ہیں؟ جس کے جواب میں انہوں نے کہا "ہاں" تو کچھ سواروں نے پستولیں تان لیں اور کہا "کیوں ناحق کوتوالی لئے جا رہے ہو۔ انہیں کیوں نہ قتل کر دیا جائے!" سپاہیوں نے جواب دیا "کوتوالی یہاں سے کچھ دور نہیں ہے وہاں لئے چلتے ہیں۔ وہاں جو جی میں آئے کرنا۔ سپاہیوں نے کوتوالی میں جا کر رپورٹ کی کہ وہ دو انگریزوں کو گرفتار کر کے لائے ہیں۔ مگر کوتوال (چیف پولیس آفسر) نے ان کی طرف مطلق التفات نہیں کیا

ایک سوار مسٹر جارج اسکنر کے پاس آیا اور ان کے بال پکڑ کر کوتوالی سے گھسیٹتا ہوا پچاس قدم تک لے گیا جہاں دیوار کے سہارے بٹھا کر گولی ماردی اور دو سواروں نے بھی گولیاں چلائیں جبکہ وہ بیجان ہو کر پڑے ہیں کوتوالی کے پاس سہما ہوا کھڑا تھا کہ سوار میرے پاس بھی آئیں گے مگر مسٹر اسکنر کو قتل کرنے کے بعد وہ قلعہ کی طرف بھاگ گئے۔ پھر مجھے کوتوالی کے حوالدار نے جا کر ان قیدیوں میں بیٹھنے کا حکم دیا جو وہاں موجود تھے میں مع چالیس مرد، عورت اور بچوں کے وہاں پچیس روز تک قید رہا۔ جس کے بعد ہمیں ایک مولوی محمد اسمٰعیل نامی کی شہادت پر کہ ہم مسلمان ہیں اور اگر مسلمان نہ بھی ہوں تو اب ہو جائیں گے رہا کر دئیے گئے جنہوں نے یہ بھی کہا کہ جو لوگ بخوشی و خاطر مذہب اسلام قبول کرنا چاہیں انہیں قتل کرنا حرام ہے۔ غرضیکہ ہم رہا تو ہو گئے مگر شہر سے باہر نہ نکلنے دیا۔ پھر میں ایک افریقی "موجو" نامی کے ہاں چلا گیا۔

سوال۔ اس شخص سے تمہاری کبھی کی ملاقات یا دوستی تھی۔

جواب۔ میں اسے اچھی طرح پہچانتا تھا وہ کرنیل ہسکنر کی ملازمت میں رہا ہے مگر ۱۸۴۲ء میں اس نے ملازمت چھوڑ دی تھی۔

سوال۔ غدر کے زمانہ میں یہ افریقی کس کی ملازمت میں تھا؟

جواب۔ اسوقت سے بادشاہ کی ملازمت اختیار کرلی تھی۔

سوال کیا کبھی اس نے تمہیں کمپنی کی ملازمت چھوڑ کر بادشاہ کی ملازمت کرنے کے لئے کہا یا ترغیب دی۔

جواب۔ جی ہاں غدر سے تین روز قبل اس نے کہا تھا۔ میں اپنی سواری کے لئے گھوڑا خرید رہا تھا وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ سے تخلیہ میں کچھ گفتگو کرنی چاہتا ہوں۔ جب میں اس کے ساتھ ایک گوشہ میں گیا تو اس نے مجھ سے

کہا کہ "تم کمپنی کی ملازمت چھوڑ کر بادشاہ کی ملازمت کرلو" پھر کہنے لگا "میں دوستانہ طریقے سے تمہیں نصیحت کرتا ہوں" میں نے جب سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ موسم گرما میں تم ہر جگہ روسیوں کو پاؤ گے" میں اس کی تجاویز پر ہنس پڑا اور اس سے پھر کبھی ملنے کے لئے کہا کیونکہ میں اپنے کام میں بیحد مشغول تھا۔ یہ گفتگو ۹ مئی روز یکشنبہ ۱۸۵۷ء کو ہوئی تھی۔ مگر وہ پھر میرے پاس نہیں آیا۔ اور جب میں کوتوالی سے رہا ہوا تو اس کے پاس پہونچا۔ وہ مجھ سے کہنے لگا۔ کیا میں تم سے چلے آنے کو نہیں کہتا تھا؟" اور پھر اس نے مجھ سے ذکر کیا کہ ایک افریقی قنبر نامی غدر سے دو سال قبل قسطنطنیہ روانہ کیا گیا ہے اور یہ شخص دہلی سے مکہ جانے کے بہانے روانہ ہوا تھا لیکن بادشاہ دہلی کا سفیر بنکر روسیوں سے کچھ امداد طلب کرنے گیا ہے اور قنبر نے دو سال بعد دہلی واپس آنے کا وعدہ کیا ہے۔

سوال۔ غدر کے زمانہ میں جب تم موجود کے پاس رہتے تھے کیا تمہیں کچھ خبریں ملتی تھیں؟

جواب۔ خصوصیت سے غدر کی بات تو نہیں البتہ وہ نوکری سے شام کے وقت مکان پر آتا تھا اور دن بھر کے کوائف و حالات مجھے سنا دیتا تھا۔ ایک موقع پر اس نے کہا کہ بادشاہ نے اپنے تمام امراء و فرزندان کو دربار عام میں جمع کیا اور کہا کہ "جب سے قاضی الدین نگر کی لڑائی ہوئی ہے آئے دن تم لوگوں میں نااتفاقیاں پھیلتی جاتی ہیں اور یہ بہت خطرناک امر ہے۔"

اس نے کہا پھر بادشاہ نے یہ کہا کہ "اب سب کو متفق ہو کر انگریزوں کو نکالدینے کی کوشش کرنے کا وقت ہے اور اگر تم ایسا نہ کروگے تو یاد رکھو کہ اگر برٹش فوج دوبارہ دہلی میں داخل ہوگئی تو خاندان تیموریہ کے کسی نفس واحد کو بھی زندہ نہ چھوڑے گی۔" موجود دس یا بارہ افریقیوں کا افسر اور بادشاہ کے خاص ملازمین میں سے تھا جو ہر وقت ان کے پاس کھڑے رہتے تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بیانات ضرور

صحیح ہونگے۔

سوال۔ کیا اس شخص (موجود) نے کبھی روپیہ یا کوئی اور شے کمپنی کی ملازمت ترک کر دینے کی غرض سے دی؟

جواب۔ جی نہیں۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ متذکرہ بالا تحریک بادشاہ یا کسی قلعہ والے کے ایما سے تھی

جواب میں ایسے ایسا نہیں سمجھتا میں نے تو صرف اسکی ذاتی بیوقوفی پر محمول کیا تھا۔

سوال۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ کمپنی کے کسی دوسرے ملازم کو بھی بادشاہ کی ملازمت میں آنے کی ترغیب دی گئی تھی

جواب۔ مجھے علم نہیں۔

سوال۔ کیا کبھی اپنی رجمنٹ کے سپاہیوں کو تم نے چپاتیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا جو غدر سے قبل گاؤں گاؤں میں تقسیم ہوئی تھیں۔

جواب۔ جی نہیں۔ میں اس زمانے میں اپنے گاؤں میں رخصت پر تھا۔ اور جو کچھ میں نے ان کی نسبت سنا وہ یہ تھا کہ چپاتیاں تقسیم ہو رہی ہیں۔ اور کوئی شخص اس کا مفہوم نہیں سمجھ سکتا۔

سوال۔ گیارہ مئی سے کتنے عرصہ پیشتر سے تم دہلی میں تھے۔

جواب تیرہ یا چودہ روز۔

سوال۔ کیا اسوقت تم نے لوگوں کو تذکرہ کرتے سنا تھا کہ دہلی میں کوئی حادثہ ہونے والا ہے؟

جواب۔ جی نہیں میں بیمار تھا اور اہل دہلی سے بہت کم ملتا جلتا تھا۔

سوال۔ تم نے کہا ہے کہ موجود غدر کے بعد کہتا تھا کہ روسی ہر جگہ آجائیں گے کیا تم جانتے ہو کہ باشندوں کا بھی یہی یقین تھا؟

جی ہاں مجھے خیال ہے کہ تہا جب مسلمانوں سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوتا تو ان کی تقریر کا ماحذ یہی ہوتا تھا کہ وہ روسیوں کو موسم گرما تک آیا ہی سمجھتے ہیں

سوال - غدر سے پہلے اہل رجمنٹ اور دیسی افسران میں اور تم میں کمپنی کی ملازمت کی بابت کبھی گفتگو ہوئی تھی۔

جواب ایک مسلمان نمبر ۱۴ بیقاعدہ سواروں کا افسر جس کا نام مرزا محمد تقی ہے کہتا تھا کہ اسکی کتابوں میں لکھا ہے کہ انگریزی عملداری بہت جلد نیست ہو جائیگی وہ شخص پشاور میں تھا اور مجھے ٹھیک معلوم نہیں ہے کہ آیا اس نے ۱۸۵۵ء میں کہا تھا یا ۱۸۵۶ء میں۔

سوال - کیا تم نے کبھی کسی شخص کو انگریزی حکومت کے خاتمہ کی مدت بتاتے اور یہ کہتے سنا ہے "کہ روزمرہ کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی حکومت قریب الاختتام ہے

جواب - جی نہیں۔

سوال - کیا تم اندازہ لگا سکتے تھے کہ انگریزوں سے ہندؤوں کو زیادہ نفرت تھی یا مسلمانوں کو۔

جواب - مسلمانوں کو

سوال - کیا کبھی تم نے سنا تھا کہ شاہ ایران فوج لیکر ایران سے آرہا ہے

جواب - جی نہیں ان مضامین پر میں ان سے کبھی بحث نہیں کرتا تھا کیونکہ انگریزی اخبارات سے مجھے خبریں ملتی رہتی تھیں۔

سوال - کیا تم جانتے ہو کہ روسیوں کی آمد کا چرچہ ہندوستانیوں میں غدر سے پہلے بھی ہوتا تھا۔

جواب - جی نہیں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ مجھے ایسی گفتگو کرنے یا سننے کا کبھی موقعہ نہیں ملا۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

عدالت نے اظہار لئے

جب تم دہلی میں تھے کسی طرح بھی یہ خبر تمہارے کانوں میں پڑی تھی کہ ملزم پہلے سے باغیوں کے شریک ہوئے کیا تم بھی یہی سمجھتے ہو۔

جواب: میں صرف وہی بتا سکتا ہوں جو میں نے سنا ہے۔ پہلے بادشاہ بیدل تھے مگر جب انہوں نے بھی خود کو اس میں گھرا ہوا پایا تو شامل ہو گئے یعنی پندرہ روز کے بعد شامل ہوئے یہ صرف افواہ ہے اور میں اسکی حقانیت کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔

گواہ جاتے ہیں۔

غلام عباس ملزم کے مختار کو انکی گذشتہ شہادت کی یاد دہانی کی جاتی ہے

جج ایڈووکیٹ اظہار لیتے ہیں۔

ان بارہ کاغذوں کو دیکھو اور کہو کہ آیا تم ان کے اصلی ہونیکا یقین رکھتے ہو یا نہیں؟

جواب: وہ جن کے سروں پر پنسل سے تحریر شدہ احکام ہیں فی الواقع اصلی ہیں کیونکہ بادشاہ کے تحریری احکام ان پر موجود ہیں۔ دیگر کاغذات کو بھی اصلی سمجھنے میں مجھے کلام نہیں۔ جن پر پنسل سے دستخط ہیں وہ بھی اصلی ہیں اسوجہ سے کہ وہ بادشاہ کے دستخط ہیں

پھر مترجم ان کاغذات کو پڑھتا ہے اور ان کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

چار بجگئے۔ عدالت یوم بدھ مورخہ ۳ مارچ تک کے لئے برخاست ہو جاتی ہے تاکہ مترجم کو دیسی اخبارات کے اقتباس و دیگر دستاویزوں کے ترجمہ کرنے کی مہلت مل سکے۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

انیسویں روز کی کارروائی

یوم بدھ مورخہ ۳ مارچ ۱۸۵۸ء

آج پھر قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں عدالت منعقد ہوئی

پریسیڈنٹ، ممبران جوری، مترجم ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں

ملزم اور ان کے مختار غلام عباس عدالت میں لائے گئے۔

مندرجہ ذیل اٹھارہ کاغذات اصل مترجم نے پڑھے اور ان کا ترجمہ پڑھا گیا۔

(اخباروں کے اقتباسات علیحدہ ایک مجموعہ میں چھاپے گئے ہیں۔

اس واسطے یہاں درج نہیں کئے۔ (حسن نظامی)

بیسویں روز کی کارروائی

یوم جمعرات مورخہ ۴ مارچ ۱۸۵۸ء

کل کی کارروائی کے سلسلہ میں آج پھر گیارہ بجے عدالت منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی جج، ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

ملزم اپنے مختار غلام عباس کے ہمراہ عدالت میں لائے گئے

ملزم نے اب عدالت میں اپنی تحریری جوابدہی پیش کی جسے مترجم

نے پڑھا۔

عدالت ساڑھے بارہ بجے برخاست ہوگئی اور منگل مورخہ ۹ مارچ کی پیشی

مقرر ہوئی۔ تاکہ ترجمہ کرنے اور ڈپٹی جج ایڈوکیٹ کو اس کا جواب دینے اور شہادتوں

کا خلاصہ کرنے کی مہلت ملے۔

* * * * * * *

اکیسویں روز کی کارروائی

یوم منگل مورخہ ۹ ، مارچ ۱۸۵۸ء

عدالت آج پھر دیوان خاص قلعہ دہلی میں منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

ملزم اسکے مختار غلام عباس کے ہمراہ لائے گئے۔

اب جج ایڈوکیٹ ملزم کی جوابدہی کو پڑھتے ہیں جو ذیل میں درج کیجاتی ہے۔

جواب تحریری از بہادر شاہ سابق بادشاہ دہلی

اصل حقیقت یہ ہے۔ غدر کے روز کی مجھے پہلے سے خبر نہیں تھی۔ آٹھ بجے کے قریب باغی سوار دفعتاً آگئے اور محل کی کھڑکیوں کے نیچے شور وغل مچانے لگے انہوں نے کہا کہ وہ انگریزوں کو قتل کرکے میرٹھ سے آئے ہیں اور اپنے ایسا کرنے کا یہ عذر پیش کیا کہ ان سے گائے اور سور کی چربی سے بنے ہوئے کارتوسوں کو منہ میں رکھکر دانتوں سے کاٹنے کے لئے کہا گیا تھا۔ جو سراسر ہندوؤں اور مسلمانوں کے دھرم کو ستیاناس کرتا تھا۔ میں نے یہ سنکر قلعہ کے دروازے بند کرادیئے اور فی الفور قلعہ دار کو اس امر کی اطلاع پہونچا دی۔ وہ خبر سنتے ہی خود میرے پاس آئے اور جہاں باغی جمع تھے جانا چاہا اور دروازہ کھولدینے کی درخواست کی۔ میں نے انہیں اس ارادہ سے باز رکھا۔ بہر کیف جب دروازہ کھولنے دیا تو وہ اوپر گئے اور برآمدہ میں کھڑے ہوکر سپاہیوں سے کچھ کہا جسے سنتے ہی وہ لوگ چلے گئے تھے۔ اس کے بعد قلعہ دار یہ کہکر کہ وہ ہنگامہ کو روکنے کا بندوبست کرینگے میرے پاس سے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد مسٹر فریزر نے دو توپوں کے لئے اور قلعہ دار نے دو پالکیوں کے لئے خبر بھیجی اور کہا کہ ان کے پاس دو لیڈیاں ٹھہری

ہوئی ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ انہیں محلسرا میں پہونچا دیا جائے. میں نے دو پالکیاں روانہ کیں اور حکم دیدیا کہ تو پیں بھی بھیجی جائیں۔ اس کے بعد میں نے سنا کہ پالکیاں بھی نہ پہنچنے پائی تھیں کہ مسٹر فریزر قلعدار اور وہ لیڈیاں سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔ اسے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ باغی سپاہ دیوان خاص میں گھس آئی۔ عبادت خانہ میں بھی ہر طرف پھیل گئی۔ اور مجھے چاروں طرف سے گھیر کر پہرہ متعین کر دیا۔ میں نے ان کا مطلب دریافت کیا اور چلے جانے کے لئے کہا جس کے جواب میں انہوں نے خاموش کھڑے رہنے کو کہا اور کہا کہ جب انہوں نے اپنی زندگیوں کو خطرہ میں ڈالا ہے تو اب اپنی طاقت کے موافق سب کچھ کر کے چھوڑینگے۔ خوف کیا کرکہیں میں نہ قتل کر دیا جاؤں میں نے منہ سے اف تک نہ کی اور چپ چاپ اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ شام کے وقت یہ نمک حرام کئی انگریز مرد و عورت کو گرفتار کر کے لائے جنہیں انہوں نے میگزین میں پکڑا تھا اور انکے قتل کا قصد کرنے لگے۔ میں نے باز رہنے کی درخواست کی اور اسوقت تو میں ان انگریزوں کی جان بچانے میں کامیاب ہوگیا۔ مگر باغی سپاہیوں نے انہیں اپنی ہی زیر حراست رکھا۔ متواتر دو موقعوں پر انہوں نے انگریزوں کے قتل کا قصد کیا۔ اور میں نے منت و سماجت کر کے باز رکھا اور قیدیوں کی جانیں بچالیں۔ آخری وقت اگرچہ میں مفسد بلوائیوں کو حتی المقدور باز رکھنے کی کوشش کرتا رہا مگر انہوں نے میری طرف مطلق التفات نہیں کیا اور ان بیچاروں کو قتل کرنے باہر لے گئے۔ میں نے اس قتل کے لئے کچھ بھی حکم نہیں دیا۔ مرزا مغل مرزا خیر سلطان مرزا ابوبکر اور میرا ایک خاص مصاحب بنت سپاہ سے مل گئے تھے۔ انہوں نے میرا نام شاید لیا ہو لیکن مجھے علم نہیں کہ انہوں نے کیا کہا۔ نہ میں یہ جانتا ہوں کہ میرے خاص مصاحبین میرے حکم سے

سرتابی کر کے قتل میں شریک ہوئے ہوں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ مرزا مغل سے مرعوب ہو کر کر گزرے ہونگے۔ نیز قتل کے بعد تک مجھے اس کے متعلق کسی نے خبر نہیں دی۔ بعض گواہان نے شہادت میں میرے ملازمین کا مسٹر فریزر اور قلعدار کے قتل میں شریک رہنا بیان کیا ہے۔ میں اس کا بھی وہی جواب دیتا ہوں یعنی میں نے انہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو اپنی آزاد مرضی سے کیا۔ مجھے اس کا بھی علم نہیں اور یہ بات بھی مجھے نہیں بتائی گئی۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو میرا گواہ ہے کہ میں نے مسٹر فریزر یا اور کسی انگریز کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ مکندلال و دیگر گواہان نے کہا ہے کہ میں نے حکم دیا یہ غلط کہا ہے، مرزا مغل و مرزا خیر سلطان نے احکام دیئے ہوں تو تعجب نہیں کیونکہ وہ سپاہ سے مل گئے تھے۔ بعد ازاں فوجیں مرزا مغل مرزا خیر سلطان اور مرزا ابوبکر کو میرے سامنے لائیں۔ اور کہا کہ "ہم انہیں اپنا افسر بنانا چاہتے ہیں" میں نے ان کی درخواست رد کر دی لیکن جب سپاہ ضد کرنے لگی اور مرزا مغل غصہ ہو کر اپنی والدہ کے مکان میں چلا گیا تو میں سپاہیوں کے خوف سے ساکت رہ گیا اور بہ طرفین کی رضامندی سے مرزا مغل کمانڈر انچیف افواج مقرر ہوا۔ میری مہر کے ثبت شدہ اور دستخط کئے ہوئے احکام کی نسبت معاملہ کی اصل حالت یہ ہے کہ جس روز سے سپاہ آئی انگریزی افسروں کو قتل کیا اور مجھے مقید کر لیا میں ان کے اختیار میں رہا جیسا کہ اب ہوں تمام کاغذات جو مناسب سمجھتے میرے پاس لاتے اور مجھے مہر ثبت کرنے پر مجبور کرتے۔ بسا اوقات احکام کے مسودے لاتے اور میرے سکرٹری سے انہیں صاف کرواتے۔ کبھی اصلی کاغذات لاتے اور ان کی نقلیں دفتر میں رکھ دیتے۔ اس لئے کئی خطوط اور مختلف تحریریں رودادکی فائل بنگئی ہیں۔ بارہا انہوں نے خالی لفافوں پر مہر ثبت

کرلی ہے نہیں معلوم ان میں انہوں نے کون سے کاغذات بھیجے اور کہاں بھیجے
عدالت میں ایک درخواست پیش ہوئی ہے جو مکندلال کی طرف سے کسی گمنام شخص
کے نام ہے جس میں ایک روز کے جاری شدہ احکام کی تفصیل دی ہوئی ہے۔
اس فہرست میں صاف مرقوم ہے کہ اتنے احکام اس کی ہدایت سے لکھے گئے ہیں
اور اتنے احکام اسکی ہدایت سے لیکن کہیں میری ہدایت سے لکھے ہوئے ایک
حکم کا بھی حوالہ نہیں ہے۔ پس اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بدون میرے حکم کے
جس نے جتنے احکام چاہے لکھ لئے اور مجھے ان کے خلاصہ تک سے اطلاع نہیں
کیجاتی تھی۔ میں اور میرا سکریٹری جان کے خوف سے کسی معاملہ میں کچھ نہیں
کہتے تھے۔ ٹھیک یہی حالت ان درخواستوں کی بھی ہے جنپر میری دستی تحریر
ہے جب سپاہی یا مرزا مغل یا مرزا خیر سلطان ویا مرزا ابوبکر کو کچھ لکھوانا ہوتا تو وہ
درخواستیں لے آتے اور افسران فوج کو بھی ہمراہ لاتے۔ اور احکام لکھنے کے لئے
مجھے مجبور کرتے تھے وہ میرے سنانے کے لئے اکثر کہا کرتے تھے تاکہ میں ان سے
مرعوب ہو کر ان کی خواہشات کی تعمیل کر دیا کروں کہ وہ جو ان کی خواہشات کی
تعمیل نہ کریگا اپنی حالت کے موافق سزا پائیگا" علاوہ ازیں میرے ملازموں پر
انگریزوں کے پاس خط بھیجنے اور سازش کرنے کی تہمت لگایا کرتے تھے علی الخصوص
حکیم احسن اللہ خاں، محبوب علیخاں اور ملکہ زینت محل پر سازش کا الزام لگایا جاتا
تھا اور کہا جاتا تھا کہ اب اگر ایسا معلوم ہوا تو ہم انکو مار ڈالیں گے۔ اسی طرح ایک روز
حکیم صاحب کا مکان لوٹ لیا اور بارادہ قتل انہیں مقید کر لیا تھا۔ بہزار دشواری
اور میری منتیں کرنے پر اپنے ارادہ سے باز رہے لیکن پھر بھی حکیم صاحب کو قید رکھا
اس کے بعد میرے دیگر ملازموں کو گرفتار کر لیا۔ مثلاً شمشیر الدولہ والدہ ملکہ زینت محل
وغیرہ کو۔ نیز انہوں نے کہا کہ وہ مجھے معزول کرکے میری جگہ مرزا مغل کو بادشاہ

بنائیں گے پھر یہ معاملہ سنجیدگی وانصاف سے قابل غور ہے کہ میرے پاس کسی قسم کی کونسی طاقت تھی یا انکو خوش رکھنے کا کونسا سبب میرے پاس تھا! افسران فوج یہانتک سرچڑھ گئے تھے کہ ملکہ زینت محل کا مطالبہ کرتے تھے کہ میں انکو ان کے حوالہ کردوں تاکہ وہ انہیں قید میں رکھیں اور کہا کہ ملکہ نے انگریزوں سے دوستانہ تعلقات قائم کئے ہیں پھر اگر مجھے پوری طاقت یا اختیار ہوتا تو کیا میں حکیم احسن اللہ خاں اور محبوب علیخاں کو مقید ہونے دیتا یا حکیم صاحب کے مکان کو لٹتا ہوا دیکھتا باغی سپاہ نے ایک کورٹ قایم کیا تھا جہاں تمام معاملات طے ہوتے تھے۔ اورجن معاملات کو وہاں طے کیا جاتا تھا انہیں یہ کونسل اختیار کرتی تھی۔ لیکن میں نے کبھی ان کی کانفرنس میں شرکت نہیں کی انہوں نے اس طرح بدوں میری مرضی یا خلاف حکم صرف میرے ملازموں ہی کو نہیں لوٹا بلکہ کئی محلوں کو لوٹ لیا چوری کرنا قتل کرنا قید کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا اور جو جی چاہتا تھا۔ کرگزرتے تھے۔ جبراً معززین شہر سے اور تجار سے جتنی رقم چاہتے وصول کرتے تھے اور یہ مطالبات اپنے ذاتی اغراض کے لئے کرتے تھے جو کچھ گزرا ہے وہ سب مفسدہ پرداز فوج کا کیا دھرا ہے۔ میں ان کے قابو میں تھا اور کر کیا سکتا تھا وہ اچانک آپڑے اور مجھے قیدی بنا لیا۔ میں لاچار تھا اور دہشت زدہ۔ جو انہوں نے کہا میں نے کیا ورنہ انہوں نے مجھے کبھی کا قتل کرڈالا ہوتا۔ یہ سب کو معلوم ہے مجھے ایسی مایوسی ہوئی تھی کہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا جبکہ میرے ماتحت عہدہ داروں کو بھی جانبری کی امید نہیں تھی۔ اسی لئے میں نے فقیری کا تہیہ کرلیا تھا اور گیروے رنگ کی صوفیانہ پوشاک پہننی شروع کردی تھی پہلے قطب صاحبؒ کی درگاہ وہاں سے اجمیر شریف اور اجمیر شریف سے بالآخر مکہ معظمہ جانے کا عزم تھا لیکن فوج نے مجھے اجازت نہیں دی جس نے میگزین وخزانہ لوٹا یہ سپاہ ہی تھی جس نے

جو چاہا کیا۔ میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا نہ ان لوگوں نے لوٹ کا کچھ مال مجھے لاکر دیا۔ ایک روز یہی لوگ ملکہ زینت محل کا مکان لوٹنے کی نیت سے گئے تھے۔ مگر دروازہ توڑنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اب غور کرنا چاہئے کہ اگر وہ میرے ماتحت ہوتے یا میں ان کی سازش میں شریک ہوتا تو یہ باتیں کیونکر ظہور پذیر ہوتیں؟ اس سب کے ساتھ ہی یہ بھی قابل غور ہے کہ کوئی شخص غریب ترین انسان کی عورت کا مطالبہ بھی یوں نہیں کرتا ہے کہ "لاؤ اسے مجھے دیدو میں قید کر دونگا"، حبشی قنبر کی نسبت یہ ہے کہ اس نے مجھ سے حج کرنے اور مکہ شریف جانے کی رخصت لی تھی میں نے اسے ایران نہیں روانہ کیا نہ میں نے شاہ ایران کو کوئی خط بھیجا یہ قصہ کسی نے غلط مشہور کیا ہے۔ محمد درویش کی درخواست میری دستاویز نہیں ہے کہ اس پر بھروسہ کیا جائے ممکن ہے کسی نے میرے یا میاں حسن عسکری کے دشمن نے وہ درخواست بھیجی ہو تو اس پر اعتماد نہیں۔ نہ کرنا چاہئے۔ باغی فوج کی عادتوں کی نسبت معلوم ہو کہ انھوں نے مجھے کبھی سلام تک نہیں کیا نہ میرا کسی قسم کا ادب ولحاظ کیا۔ وہ دیوان خاص و دیوان عام میں بیدھڑک جوتیاں پہنے چلے آتے تھے میں ان فوجوں پر کیا اعتبار کرتا جنھوں نے اپنے ذاتی آقاؤں کو قتل کر دیا ہو؟ جس طرح انھوں نے انکو قتل کیا مجھے بھی مقید کر لیا مجھ پر جور کئے۔ مجھے حکم میں رکھا اور میرے نام سے فائدہ اٹھایا۔ تاکہ میرے نام کی وجہ سے ان کے افعال مقبول ہوں۔ یہ دیکھکر کہ ان فوجوں نے اپنے ذاتی ذی وجاہت وصاحب فرمان افسروں کو مار ڈالا۔ میں بے فوج بے خزانہ بے سامان جنگ بے توپخانہ کیونکر انہیں روک سکتا تھا یا ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر سکتا تھا۔ لیکن میں نے کبھی کسی طرح کی انہیں مدد نہیں دی۔ جب باغی افواج قلعہ کے پاس آئیں میری جو طاقت میں تھا میں نے دروازے بند کر دیئے۔ میں نے قلعدار کو طلب کیا۔ اور جو کچھ

گز را من وعن بیان کر دیا۔ اور انہیں باغیوں میں جانے سے باز رکھا۔ میں نے بیڈیوں کے لئے دو پالکیاں اور دو توپیں قلعہ کے پھاٹک کی حفاظت کے لئے قلعدار[1] اور ایجنٹ لفٹنٹ گورنر[2] کی درخواستوں پر روانہ کر دی تھیں۔ مزید برآن اسی شب کو تیز سانڈنی سوار کو جو کچھ ہنگامہ یہاں برپا ہوا تھا اس کا اطلاعی خط دیکر ہز آنر لفٹنٹ گورنر آگرہ کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکا کیا۔ میں نے اپنی خود مختار مرضی سے کوئی حکم نہیں دیا۔ میں سپاہ کے اختیار میں تھا۔ اور انہوں نے جبراً و قہراً جیسا چاہا کرایا۔ چند ملازمین جو میں نے رکھے تھے باغی و بلوائی فوجوں سے ڈر کر اور اپنی جان کے خوف سے رکھے تھے۔ جب یہ فوجیں فرار ہونے پر آمادہ ہوئیں تو میں موقع پا کر چپ چاپ قلعہ کے پھاٹک سے نکلا اور مقبرہ ہمایوں میں جا کر ٹھہر گیا۔ اس جگہ سے میں ضمانتاً طلب کیا گیا کہ میری جان محفوظ رہے گی اور میں نے فوراً اپنے آپ کو گورنمنٹ کی حفاظت میں دیدیا۔ باغی فوجیں مجھے اپنے ہمراہ لیجانا چاہتی تھیں مگر میں نہ گیا۔

(جس وقت افسران فوج نے بادشاہ کو ہمراہ لیجانے کا اصرار کیا میرے نانا وہاں موجود تھے) (حسن نظامی)

مذکورہ بالا جواب میرا خود تحریر کیا ہوا ہے اور بلا مبالغہ ہے حق سے اصلا انحراف نہیں کیا ہے۔ خدا میرا عالم و شاہد ہے کہ جو کچھ بالکل صحیح تھا جو کچھ مجھے یاد تھا وہ میں نے لکھا ہے۔ شروع میں میں نے آپ سے حلفیہ کہا تھا کہ میں بغیر بناوٹ اور بغیر ملاوٹ کے وہی لکھونگا جو حق اور راست ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی میں نے کیا ہے۔

دستخط بہادر شاہ بادشاہ

[1] کپتان ڈگلس۔ [2] مسٹر سمن فریزر۔

تتمہ خط۔ مرزا مغل کے نام کے ایک حکم کا حوالہ دیتے ہوئے جس میں سپاہ کے کردار کی شکایت اور میرے آخری ارادہ درگاہ خواجہ صاحب کو اور وہاں سے مکہ معظمہ جانیکا بیان ہے۔ میں اظہار کرتا ہوں کہ مجھے ایسے کسی حکم کا اجرا یاد نہیں۔ حکم زیر بحث برخلاف میرے دفتر کے قوانین کے اردو زبان میں ہے۔ جہاں اس قسم کی ہر ایک تحریک فارسی زبان میں لکھی جاتی تھی۔ میں یہ نہیں جانتا کہ یہ حکم کس نے اور کہاں تیار کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجھے فوج سے بالکل عاجز آیا ہوا دیکھکر اور میرے تارک الدنیا ہو کر فقیری سے لینے پھر مکہ معظمہ جانے کو خیال کر کے مرزا مغل نے یہ حکم اپنے دفتر میں لکھوایا ہو گا۔ اور میری مہر اسپر ثبت کر دی ہو گی۔ بہر حال فوج سے میری ناراضگی اور میری پوری بے بسی کی جس کا میں پہلے ذکر کر آیا ہوں حکم زیر بحث سے بھی تصدیق ہو سکتی ہے دیگر دستاویزوں کی بابت جو اس کے ماسوا ہیں جیسے راجہ گلاب سنگھ کے مراسلات کی نقل یا بخت خاں کی درخواست پر میرے احکام اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے و مہر ثبت کئے ہوئے و دیگر کاغذات جو کارروائی میں شامل ہیں میں یقین دلاتا ہوں کہ مجھے انکی یاد نہیں ہے بلکہ میں ابھی جیسا بیان کر چکا ہوں کہ افسران فوج نے بلا اطلاع جیسا چاہا لکھا اور اسپر میری مہر ثبت کر دی اور مجھے یقین ہے کہ یہ بھی ضرور اسی قسم کے ہیں۔ اور بخت خاں کی درخواست پر ضرور مجھے حکم لکھنے کے لئے مجبور کیا گیا ہو گا جس طرح دوسری درخواستوں پر لکھوایا کرتے تھے۔

دستخط ....

جج ایڈوکیٹ نے عدالت کو مخاطب کر کے تقریر کی

حضرات! ایڈریس ہذا میں میرا یہ مقصد ہو گا کہ مختلف حقائق کو جو دوران کارروائی میں بہم پہنچے ہیں جمع کر دوں اور جہانتک ہو سکے انہیں اصلی شکل میں

جیسے کہ وہ گذرے ہیں آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ ہماری تفتیش کئی ماہ کی تحقیقات پر محیط ہے جبکہ اس شہر میں مفسدہ پردازی کثرت سے تھی اور میں یقین کرتا ہوں کہ ہم مختلف واقعات کے جو میری بیان کردہ مدت میں گذرے ہیں نہایت باریکی سے پتہ لگانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ہماری جانفشانیاں فی الحقیقت اس حد تک نہیں ہوئیں جتنا کہ چاہیے جسے میری رائے میں ہمارے فرائض کا غیر اہم حصہ کہنا چاہیے۔ حقائق وقوعہ کے سلسلے میں وہ قرار داد جرم ہیں جن پر ملزم باخوذ کئے گئے ہیں۔ اور گو انکا مرتبہ وحکومت سابقہ بیشک فیصلہ کو جس کی ساعت کے لئے آج آپ لوگ طلب کئے گئے ہیں مہتم بالشان بنا دیگا تاہم خواہ وہ رہائی ہو یا اثبات جرم، میری رائے میں ان اہم نکات کے بالمقابل جن پر چنداں غور کیا گیا ہے۔ اور جو عرصہ دراز تک سبق دیتے رہیں گے۔ میزان میں تولنے سے ہلکا اترے گا۔ میں حقیقتاً ان اسباب کو جو خواہ قریب ہوں یا بعید، جنہوں نے وہ بغاوت پیدا کی جو تواریخ میں یا تو اپنے تعدی کے لحاظ سے جس کا مستقبل نہاں ہوگیا، و یا اچانک ظاہر ہونے سے جس سے ابھی تک عناصر اربع مذہب کی رو سے ناموافق سمجھے گئے ہیں بے نظیر ہے۔ بیشک کسی مذہب کے برخلاف باہم مل کر جہاد عام کرنا اس ملک کے ہندو اور مسلمان باشندگان کے لئے نادر الوجود ہے مجھے خوف ہے کہ معاملہ ناکافی طور پر واضح ہوا اور شاید مذہبی اثر کو جو بالآخر پولیٹیکل تحریک ثابت ہوا۔ میں اس طرف منسوب کرنے میں غلطی کر رہا ہوں۔ طاقت وحکومت کے اخراج کی ایک جد وجہد، ایسے ملک میں جہاں کے لوگ مذہب میں، خون میں رنگ میں؟ عادات میں، جذبات میں، اور ہر چیز میں مختلف ہوں واقعی عجیب ہے۔ گو اس بحث پر آخری رائیں کچھ بھی ہوں مسائل سے جہانتک میں واقف ہوں ہنوز واضح وتسکین دہ نہیں ہوئے ہیں کہ کن وجوہات کی بنا پر یہ ہولناک بغاوت

اور مسلسل قتل عام وجود میں آئے اور اس کے اصلی محرکین اعظم کون تھے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ ممبران عدالت میرے ساتھ متفق الرائے ہوں گے کہ ہماری تفتیش ایسے سوالات کا صاف اور مکمل جواب نہیں دیتی ہے۔ اور کیوں نہیں دیتی؟ میں سمجھتا ہوں کہ اسکی صرف یہی وجہ ہے کہ مختلف مقامات و منبعات سے لوکل تحقیقات کے ذریعہ شہادت بہم پہونچانے میں ہم قاصر رہے ہے۔ جو اب کئی جگہ میسر آسکتی ہے تاہم اس نقطۂ نظر سے ہمیں امید کرنی چاہیئے کہ ہماری جدو جہد بے نتیجہ یا غیر مفید نہیں رہے گی۔ اور اگر ہم خود کو پوری کامیابی کے لئے مبارکباد نہیں دے سکتے تو بھی ہمیں اس کے قریب تک پہونچ جانیکا یقین رکھنا چاہیئے میں خیال کرتا ہوں کہ بعض لوگ بغیر اس نتیجہ پر پہنچے کہ سازش اس عدالت دہلی کی پرورش یافتہ ہے۔ ان طویل کارروائیوں کو پڑھتے رہیں گے۔ ظاہری طاقتوں کی نمائش گاہ میں یہ بھی ظاہر ہو جائیگا کہ ان فرضی بادشاہی کے مالک کو اسلامی تعصب نے سرغنہ اور اپنے مذہب کا پرشوکت ستارہ سمجھا تھا ان سے اب تک لاکھوں کی امیدیں وابستہ تھیں۔ وہ جنھوں نے انکو منبع عزت سمجھ رکھا تھا۔ علاوہ ازیں یہ صرف مسلمانوں کے جامع نہیں سمجھے گئے ہیں بلکہ ہزارہا دوسروں کے سرتاج بھی رہے ہیں جنہیں مذہبی تعصب کی وجہ سے ایک ہی مرکز پر لانا قریب قریب ناممکن تھا۔ ایسے معاملہ پر پوری طرح روشنی ڈالنا ایک روز یا ایک مہینہ کا کام نہیں ہے۔ وقت، راز ہائے سربستہ کا مظہر اعظم بیشک ایک نہ ایک روز ان چشموں کو عیاں کر دیگا جن میں سے ایسا بدکرداری خرابات کا دریا بہا ہے۔ لیکن اس وقت ہمیں صرف ان معاملات پر اکتفا کرنی چاہیئے جو ہماری موجودہ تحقیقات رونما کرتی ہے۔ مفسدین کے بہت سے راز ہم کو معلوم ہو گئے ہیں۔ لیکن مجھے عجلت نہ کرنی چاہیئے۔ یہی ہماری تحقیقات کا ایک

حصہ ہے جس پر میں نظر ڈالنی چاہتا ہوں لیکن واقعات کا مجمل بیان شاید ایڈریس ہذا کی ابتدا میں موزوں ہوگا

لہذا مجھے بیان کرنا چاہیئے کہ نمبر ۳ کیولرائی کے سواروں و نان کمیشنڈ افسران جنہیں گذشتہ مئی میں کارتوسوں سے انکار کرنے کی پاداش میں میرٹھ میں جنرل کورٹ مارشل کی رو سے سزا دی گئی تھی۔ ان کی مجموعی تعداد ۸۵ تھی۔ ۹ رمئی کی صبح انہیں سزا سنا دی گئی اور پریڈ کے میدان میں ہتھکڑیاں پہنائی گئیں اور ۱۰ رمئی کو بوقت شام میرٹھ کی تینوں رجمنٹوں نے بغاوت کی جو اس روز شام کے ساڑھے چھ بجے سے شروع ہوئی۔ اس دوران میں میرٹھ کی بغاوت کرنے والی فوجوں اور یہاں کی فوجوں کے درمیان جوان سے آخر میں مل گئیں، تبادلۂ خیالات کے لئے ۳۶ گھنٹے تک کی مہلت ملی تھی۔ یہاں سے وہاں تک سفر کرنے میں ایک کوچ گاڑی کے لئے ۶ گھنٹے کا وقفہ درکار ہے اور باغیوں نے طرفین میں گفت وشنید کر کے فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ میں کپتان ٹلر کی شہادت کو پیش کرتا ہوں کپتان موصوف کی شہادت سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ میرٹھ سے اتوار کی شام کو سپاہیوں کی گاڑی آئی اور اس میں باغی ہی تھے جو پیدل رجمنٹ نمبر ۳ میں گئے تھے۔ بیشک سپاہیوں کو ان کے بلوائی احباب مناسب مہمان نوازی کے لئے خبر دینے آئے تھے۔ اور گو ہمارے پاس یقینی شہادت نہ بھی ہوتا ہم اس پر خیال کیا جائے کہ صرف اتوار کی شام ہی ان سازشوں کی کونسل کرنے کا پہلا موقعہ نہیں تھا۔ بیشک ہمارے پاس درج ہے کہ میرٹھ میں باغیوں کو کورٹ کی سزا دینے کے قبل بھی یہ جوش پھیلا ہوا تھا کہ اگر مجرب کارتوسوں کا استعمال برابر جاری رکھا گیا تو دہلی اور میرٹھ کی فوجیں مل کر علم بغاوت بلند کریں گی اور یہ انتظام اتنا

سلہ یعنی میرٹھ سے دہلی تک لگنے جاتے ہیں۔ مترجم

پختہ اور قابل یقین ہو چکا تھا کہ اتوار کی شام کو قلعہ کے پھاٹک والے سپاہی بھی اپنے خیالات کو پوشیدہ نہ رکھ سکے اور بیدھڑک ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کل کیا ہونیوالا ہے۔ کل واقعہ کے معقول اور بے بنیاد الزامات کا توازن کرتے وقت یاد رہے کہ میرٹھ کی تینوں رجمنٹ کے میگزینوں میں کوئی ایک مجرب کارتوس بھی نہیں تھا اور جہاں تک مجھے خبر ملی ہے نہ دلی میں تھا۔ خیال رکھئے کہ ہندوستانی سپاہی بذات خود سب ذیل معاملات میں شاید سب سے زیادہ واقف تھے چاندماری کرنے کے لئے میگزینوں میں کارتوس قدیم سے بنتے چلے آتے ہیں۔ اور بنانیوالے خود ان کے ابنائے جنس ہم مذہب اور ہم عقیدہ لوگ تھے۔

پس بالکل ناممکن تھا کہ میگزین کی کوئی بات ان سے پوشیدہ رہتی۔ اور رجمنٹوں کے خلاصی جو کارتوس بنایا کرتے تھے۔ اگر فی الواقع ایسا ہوتا تو فوراً سب پر ظاہر کر دیتے۔ دراصل قابل اعتراض کارتوس (اس سے میرا مقصد وہ کارتوس ہیں جن سے ہندو یا مسلمانوں کے مذہب کو صدمہ پہونچے۔) خود انکی رجمنٹوں کے میگزینوں میں بنائے جاتے تھے۔ اگر کوئی مشتبہ بات ہوتی تو خود ہندوستانی کاریگر بنانے سے انکار کرتے۔ مگر سب سے بڑھکر تو بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی کوئی ذات نہیں ہے مسلمان سور کے گوشت کو بھی چھولیں تو ان کے مذہب کو کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا ہے چنانچہ وسط ہند کے مسلمان اس کی مثال موجود ہیں ہم میں کون ہے جو روزمرہ ان مسلمانوں کو ٹیبل سرونٹ (میز کا ملازم یا کھانا کھلانیوالے) کی حیثیت سے کھانے اور طشتریاں لیجاتے نہ دیکھتا ہو جس میں صریحاً وہی چیز ہوتی ہے جس کا کارتوسوں میں حوالہ دیا جاتا ہے۔ بالفرض ہم تسلیم کئے لیتے ہیں کہ کارتوسوں میں سور اور گائے کی چربی تھی۔ تاہم مسلمان سپاہیوں کو ان کے استعمال سے کونسی شرعی حجت مانع ہو سکتی تھی۔ انکے عزیز و برادر جو افسروں کی

خانگی ملازمت کرتے ہیں ان کھانوں کو جو ہماری میز پر آتے ہیں لانے یا پکانے میں مطلق احتراز نہیں کرتے۔ اس حالت میں مسلمان سپاہیوں کا اعتراض عین لغو ہے۔ گر ان میں کا کوئی ذرا سی عقل و شعور والا شخص ذاتی اطمینان یا واقفیت حاصل کرنے کے لئے تجسس کرے تو صحیح و غلط معلوم کر لیگا کہ کیونکر ان کے مذہبی امور کا تحفظ کیا گیا۔ کچھ تھوڑے معزز نکستہ رس بیشک ان سے علیحدہ ہو گئے اور اپنے بھائیوں کی عادت کو برا سمجھا۔ لیکن ایسے آدمیوں کو ایسی بات کے لئے جو محتاج شہرت ہو تشریح و ثبوت کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ اس نتیجہ پر پہونچ جاتے ہیں جہاں غلطی کی گنجایش نہیں۔ میرٹھ یا دہلی میں ایسے کارتوسوں پر مسلمان یا ہندوؤں کو خوشی سے پاس رکھنے اور بھرتی سے استعمال کرنے میں اسوقت بالکل اعتراض نہیں ہے جبکہ ان کا مدعا اپنے انگریز افسروں کو ہلاک کرنا ہو جیساکہ پورے طور سے ثابت ہو چکا ہے یا جبکہ ملزم سے جو آپ کے کٹہرہ میں ہیں۔ ملکہ نہیں اس طاقت سے برسر پیکار رہنا جس کی فرمانبرداری و خیرخواہی ان کے شایان تھی۔ ان کارروائیوں کے درمیان میں بے شمار درخواستیں آپ لوگوں کی نظروں سے گذری ہیں مگر عدالت کو حیرت ہے کہ کسی ایک میں بھی وہ بات نہیں بیان کی گئی ہے جسے سپاہیوں نے ہمیں اپنی ناراضگی کا یقین دلایا ہو۔ ایک سو ہی سے زائد درخواستیں ہر ممکن مضمون پر لکھی ہوئی عدالت کے پیش نظر ہیں ایک لپکانے کے برتن سے لیکر خچر کی بازیافتگی یا گھوڑے کے پیر میں زخم اتک ہیں اور ہر ایک دستخط شاہی کے لایق خیال کی گئی ہے۔ لیکن اس آزادانہ خط و کتابت میں جہاں انہوں نے اپنے خیالات کا عامیانہ اظہار اپنے مقرر کردہ بادشاہ کے سامنے صاف صاف کیا ہے اور جہاں اپنے سابق آقا انگریزوں کے متعلق کوئی زبان کا پاس یا جذبات کا خیال ان کے اظہار خیالات کو باز نہ رکھ سکا۔ گستاخی

آموز ہے، جبکہ ہمیں ملعون دوزخی اور کفار، کہکر یاد کیا گیا ہے۔ وہاں ہم اس گناہ کا پتہ نہیں پاتے اور کوئی چربی کا داغ اس غیر وفادارانہ برتاو پر لگا ہوا نہیں نظر آتا۔ بے شک ہمنے انہیں ان کے ذاتی قصور پر پہونچا دیا ہے جسے ان کی بغاوت و مفسدہ پردازی کا ہم اصلی سبب گردانتے ہیں۔ ایسے ارتکاب جرائم جنپر انسانیت کانپ اٹھتی ہے! باہم ملکر برطانوی افسروں کی تحقیقات و تجسس سے انہوں نے اپنے آپ کو مبرا سمجھ لیا تھا اور وفاداری و فرمانبرداری کی غیر مغلوب مزاحمت مچرب کارتوس قرار دیدئے تھے، صریحاً غلط ہے۔ اس ناراضگی کی کوئی ایک آواز نہیں سنی گئی۔ اگر واقعی ہوتی تو ضرور ہر ایک دماغ میں چکر کہانے لگتی ضرور انکی خونخواری پر اثر ڈالتی اور عذر خواہی ہوتی ان کے جرائم کی۔ جنہوں نے انہیں رحم سے دور پہینکدیا۔ اسکو ان کی تقریروں سے مقابلہ کیجے جو انگریزی کانوں کو سنائی جاتی ہیں! مچرب کارتوس جن کا استعمال سپاہی کی زندگی کو زنجیر مسلسل بنا دیتا ہے انہیں ہمیشہ سامنے کر دیا گیا ہے۔ حقیقتاً اگر ہم اس معاملہ پر نظر غائر ڈالیں، اگر ہم یاد دہانی کریں تو ہمکو معلوم ہو جائیگا کہ ان تینوں رجمنٹوں نے جنہوں نے پہلے بغاوت کی مردوں ہی کو نہیں بلکہ بیگناہ عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کیا۔ وہ کوئی ایک کارتوس نہیں تہا اور ہر ایک سپاہی اس سے کما حقہٗ آگاہ تہا جب ہم خیال دوڑائیں کہ مچرب کارتوس تھے اور ان مفسدہ پردازوں کے ہاتھوں نہیں استعمال بھی کرایا گیا تہا۔ تو کسی مسلمان کو کسی حالت میں بھی آئین مذہبی کی رو سے کچھ ضرر نہیں پہونچسکتا تھا۔ پھر ساتھ ہی اس کے خیال کیجیے۔ کہ تمام اہل ہند کیا ہندو کیا مسلمان، کیا انگریز، ہر ایک بخوبی جانتا ہے کہ ہندوستانی سپاہی اگر موقوفی چاہے تو امن کے وقت بغیر تحقیقات یا کسی قسم کی دشواری کے اسے ملجاتی ہے۔ کافی وجوہ ہیں جن سے تمیز ہو سکتا ہے کہ کیا ان لوگوں نے بغاوت کسی

حقیقی ناراضگی کی بنا پر کی یا فرضی، خیال باطل، تعصب، شرارت، یا کوتاہ اندیشی کے خواب ہوں یا جو کچھ بھی ہو۔ تاہم جس سے انقلابیوں کو سابقہ پڑتا ہے وہ مجرب کارتوس ہیں۔ ان کے ترکش میں یہی ایک زہر آلود تیر ہے۔ کتنا سہل علاج تھا جس کے لئے نہ زیادہ علمیت کی ضرورت تھی نہ کسی فلاسفر کو بتانا پڑتا تھا کہ وہ جس طرح ہو سکے موقوفی کی درخواست دیکر چلے جائیں۔

حضرات! اس اندوہناک مسئلہ میں آپ کس نتیجہ پر پہونچے۔ میں نہیں بتا سکتا۔ لیکن ہر طرح غور کرنے سے میرے خیال نے یہی پیش کیا ہے اور میں یہ کہنے پر مجبور رہوں کہ، مجرب کارتوسوں سے بڑھکر کوئی گہری اور طاقتور بات اس میں پنہاں ہے۔

وہ مشنری جس نے متحرک ہو کر ایک ہی وقت قتل و بغاوت کو ہندوستان کے ایک گوشہ سے دوسرے تک مشتعل کر دیا، اگر دور اندیشی سے نہیں تو کامیاب ترین مکاری و غداری سے ضرور تیار کی گئی تھی۔ اس مسئلہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں یاد پڑتا ہے کہ جہاں جہاں ہندوستانی فوجیں اپنے انگریز افسروں سے برگشتہ ہوئیں وہاں کہیں بھی مجرب کارتوسوں کا بہانہ قرار واقعی نہیں تھا بلکہ کثیر تعداد نے صریحًا یہ سمجھکر کہ اب عذر کرنے کا خوشگوار موقع ہے، بغاوت کی، چونکہ وہ سینکڑوں کی تعداد میں تھے اور حکام قلیل۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایسے ہولناک نتائج جیسے کہ یہ ہیں دفعتًا واقع ہوں۔ اور کیا دیسی فوج مسئلہ کارتوس کی آمد سے قبل خوش رہتی تھی؟ کیا کوئی تصور کر سکتا ہے وہ گہری اور وسعت خیز عداوت، جس کے ہمیں سابق میں بھی کئی ثبوت مل چکے ہیں، فوراً اور اچانک جذبات سے مشتعل ہو جانے کا نتیجہ تھی؟ کیا واقعات کی ذاتی صورت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عناد صرف ایک اشتعال سے ظہور پذیر ہوا؟ یا ہندوؤں

کی فطری عادات سے یا خیال کرنے سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بدون تحقیق کئے اور بے سوچے سمجھے۔ ان بیش قرار فوائد کو جو گورنمنٹ سے پہونچ رہے ہوں لاپرواہی سے ایک طرف پھینک کر، یوں انسانی خون میں ہاتھ رنگنے لگیں گے؟ یا اس سے سوا کیا یہ خیال کیا جا سکتا تھا کہ میرٹھ کی تینوں رجمنٹیں دہلی کی رجمنٹوں سے مل کر ہندوستان سے گورنمنٹ برطانیہ کا تختہ الٹ دینے کی ایسی اہم اور ہولناک تدبیر کرینگی ۔

حضرات! اگر ہمارے پاس بغاوت کی کوئی شہادت نہیں ہے، سازش سابقہ کی کوئی سند نہیں ہے، نہ سہی، میں جانتا ہوں کہ ہر ایک تسلیم کرے گا کہ غدر کی حالت نے خود ہمیں بتا دیا ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور تھا۔ خلقی اور خُلقی دنیا میں ضرور کچھ نہ کچھ اسباب و وسائل ہوتے ہیں۔ لہذا کیا سال گذشتہ کی ہولناک خونریزی کو جو ابدالآباد تک یادگار رہے گی۔ ہم کارتوس کی زہرآلودگی سے زیادہ تحقیق نہیں کر سکتے مسئلہ کارتوس جس کی آڑ سے دس مئی تک میرٹھ یا دیگر مقامات میں غلط الزام لگایا جا تا رہا ہے۔ اب رفتہ رفتہ آسانی سے روشنی میں آرہا ہے۔ کیونکہ بغاوت خود مضبوط و پختہ ثبوت جمع کر رہی ہے اور باغیوں کی پچھلی مدافعانہ کوشش نے جواب دیدیا، ان کا مطلب فوت ہو گیا، اور حقانیت اسکی جانشین ہوئی ہے

اگر ہم ان باغیوں کی حرکات و سکنات پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھ لیں گے کہ بالکل ابتدا سے مکاری اور خفیہ سازش ان پر منقش ہے۔ بطور مثال جب انکے ۸۵ ہمدموں کو ۹ رمئی کی صبح ہتھکڑی ڈال کر ان کی موجودگی میں جیلخانہ بھیجا گیا۔ اسوقت کسی کے چہرے پر رہی یا غصہ کے آثار نہیں پائے جاتے تھے۔

ان لوگوں سے جن کے دلوں میں بیشک بغاوت بہت پہلے سے بھری

ہوئی تھی برہمی کی کوئی آواز یا کوئی فعل صادر نہیں ہوا۔ بلکہ ملزمین سے کسی نے ہمدردی کا بھی اظہار نہیں کیا۔ دراصل شکل و شباہت سے میرٹھ کی پیدل رجمنٹیں قابل اعتماد یقین اور نمبر ۳ کیولرلائے بھی ایسے ہی وفادار نظر آتی تھی یہانتک کہ انکی تدابیر پختہ ہو گئیں اور علانیہ بغاوت کرنیکا وقت آپہونچا۔ نمبر ۳ کیولرلائے کو بارہ گھنٹہ کی قید کے بعد پاس کے میگزین پر جانیکا نادر موقع ملا تھا لیکن اسوقت دہلی کی سپاہ کو بھی پیش قدمی کرنیکے لئے طیار کرنے کا موقع نہیں تہا۔ کیونکہ میرٹھ میں توقع سے پہلے معاملات نے ترقی کرلی تھی۔ لہذا دہلی سے دوبارہ گفتگو کرنی اور گیارہ تاریخ یوم پیر کو ہونیوالے ڈراما کی اطلاع دینی ضروری تھی۔ کپتان ٹسلر کی شہادت ظاہر کرتی ہے کہ ایسا ہوا تھا کیونکہ سپاہیوں کی بھری گاڑی اتوار کی شام کو میرٹھ سے آنے اور سیدہی نمبر ۳۸ دیسی پیدل کی لائنوں میں جانے کی کوئی دوسری وجہ سمجھنا سخت دشوار ہے۔

پھر ہم اسیوقت جو غدر کے لئے تجویز کیا گیا تہا میرٹھ میں ہی مکاری و غداری کا نظارہ دیکھ سکتے ہیں۔ میرٹھ کی چھاؤنی نے سازشیوں کو قابل قدر امداد دی۔ کیونکہ دیسیوں کی لائنیں چھاؤنی کے اس حصہ سے جہاں انگریزی فوجیں رہتی ہیں اتنے فاصلہ پر ہیں کہ اگر وہاں ہنگامہ و غل بھی برپا ہو یا کھلم کھلا بغاوت ہو جائے تو بھی سنائی نہیں دے سکتی، یا ایک سے دوسرے کو نہیں معلوم ہو سکتی تاوقتیکہ خاص طور پر اطلاع نہ کی گئی ہو۔ شاید افسروں نے سرکاری رپورٹ کا خیال کرکے اپنے سپاہیوں کی مفسدہ پردازی کو دبا دیا ہو۔ انگریزوں کو کارتوس لینے اور دو میل کا فاصلہ طے کرکے وہاں تک پہونچنے میں کچھ دیر تو ضرور لگے گی۔ بہرحال ڈیڑھ گھنٹے کے عرصہ میں ایسا اہم کام کر گزرنا واقعی حیرت ناک ہے۔ لیکن چونکہ ۶ ½ بجے سے انکی کارروائی شروع ہوئی۔ لہذا بوجہ تاریکی ہو جانے کے انہیں

چنداں دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ یہ تھا جو بشیک کیا گیا اور ہوا۔ انگریزوں کے دیسی لائنوں میں پہونچنے پر تاریکی ہوگئی تھی کوئی سپاہی موجود نہ تھا۔ اور کوئی بات نہیں بتا سکتا تھا کہ وہ کہاں چلے گئے۔ سہیم تفتیش سے معلوم ہوا کہ غداری کی تجویز کرکے باغیوں نے دہلی کی سیدھی سڑک اختیار نہیں کی۔ دس دس پانچ پانچ کی ٹولیاں بنا کر مختلف راستوں سے گئے اور ایک مقرر کردہ مقام پر باہم مل گئے۔ میرٹھ سے فوجی ترتیب میں روانہ نہ ہونا بیشک ان کی دوراندیشی پر مبنی ہے۔ مگر آگے بھی اسی ترکیب سے جانا بیشک انکی کم فہمی تھی جہاں کوئی انگریز انکا مانع نہیں تھا۔ پھر ہم انہیں پوری فوج بنکر پل پر سے گذرتے اور قواعد داں سواروں کا ایک دستہ بطور مقدمۃ الجیش روانہ کرتے پاتے ہیں۔

اب ہم ملزم کو جو تمہارے کٹھرہ میں ہیں ان سے ساز باز کرتے پاتے ہیں وہ پہلا نصب العین جس کی طرف وہ پلٹے وہ پہلا شخص جس سے انہوں نے التجا کی یہی دہلی کے فرضی بادشاہ ہیں۔ یہ دیکھکر معمولی عقل والا بھی کہہ سکتا ہے کہ ان میں ضرور پچھلا ربط و ضبط تھا۔ کیا ہوا اگر ملزم کی شرکت بعد میں ہوئی۔

غدر کی ہولناک واقعیت بہت دشواری سے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کا موقعہ دیتی اگر ان کے خاص ملازمین۔ انکے قلعہ کے چہار دیواری کے اندر، اور تقریباً انکی آنکھوں کے سامنے ہر ایک انگریز کے خون میں جسے پائیں ہاتھ رنگنے کو نہ دوڑتے جب ہم یاد کرتے ہیں کہ ان میں سے دو نوجوان و نازک بدن عورتیں بھی تھیں جنہوں نے مفسدین کو کوئی نقصان نہیں پہونچایا تھا۔ اس میں ہم خوفناک و غیر فطری اثر کی خفیف سی جھلک دیکھ سکتے ہیں جو مسلمانوں کی سرشت پر عملی واقع ہوا ہے دگرنہ یہ کیونکر ممکن تھا کہ تعلیم جو نسل شاہی کے لئے باعث فخر ہو جسے خوش حالی و فارغ البالی کی جذبات زندگی کا دارومدار ہو۔ اس بوڑھے و سفید ریش مسلمان کو

تمام افعال سے، جو انسانیت سے خارج کر دینے کے لئے کافی ظالمانہ ہیں باز رکھتی۔
میں دریافت کرنے کے لئے ٹھہر جاتا ہوں کہ کیا عدالت میں ثابت ہو گیا ہے اور سالہا سال تک ہوتا رہیگا کہ خاندان تیموریہ کے آخری بادشاہ اس بغاوت میں شریک تھے؟ اب حالات صاف صاف بیان کر دیئے جاتے ہیں قتل روز روشن میں درجنوں تماشبینوں کے روبرو کئے گئے اور چھپا کر کرنے کی بھی ذرا سی کوشش نہیں کی گئی۔

اور بیان کیا جا چکا ہے کہ ملزم کے خاص مصاحبین کے ہاتھوں واقع ہوئے ہیں اور انکے قلعہ کی چہار دیواری میں جہاں کمپنی کی حکومت کے بالمقابل ان کی حکومت بالاتر تھی۔ ابھی میں خود نتیجہ نکالنے کی کوشش نہیں کرتا کہ ضرور یہ قتل ملزم کی اجازت سے ہوئے کیونکہ استدلال خفیف، عدالت اس معاملہ میں تسلیم نہیں کر سکتی۔ لہذا میں شہادات پیش کرنا بہ نسبت اس کے انسب خیال کرتا ہوں۔ یہ حکیم احسن اللہ خاں ہیں جو بتاتے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ "وقت مذکورہ پر وہ اور غلام عباس مختار عدالت، بادشاہ کے پاس موجود تھے جسوقت ان سے کہا گیا تھا کہ سواروں نے مسٹر فریزر کو قتل کر ڈالا۔ اور کپتان ڈگلس کو قتل کرنیکیلئے اوپر چڑھ گئے ہیں۔ اور کہاروں کی فوری واپسی سے اس کی تصدیق ہو گئی جنہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے مسٹر فریزر کو قتل ہوتے دیکھا ہے جن کی لاش دروازے کے پاس پڑی ہے۔ اور کپتان ڈگلس کو قتل کرنے کے لئے باغی سوار اوپر چڑھ رہے ہیں۔ بادشاہ کے غلاموں سے کیوں ہم سے مظالم کو چھپانے کی کوشش کی آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ حکیم صاحب نے اظہار کے آخری حصہ میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ انہوں نے نہیں سنا کہ بادشاہ کا کوئی ملازم، اس قتل میں شریک ہوا ہو

پھر کہا ہے کہ عام طور پر معلوم نہیں تھا کہ انہیں کس نے قتل کیا! بادشاہ کے طبیب خاص کا یہ بہانہ ہے جو اس موقعہ پر وصل کیا جانا مصلحت سمجھا گیا تھا. عام طور پر معلوم نہیں تھا کہ کس نے قتل کیا! وقت کے گذرنے میں ہمیں ان افراد کو ڈھونڈھ نکالنے اور ان کے نام تحقیق کرنے میں ذرا دقت پیش نہیں آئی گیا یہ عام طور پر معلوم نہیں تھا کہ خاص بادشاہ کے ملازمین قاتل تھے. پھر یہی معاملہ اسی شان اور خصوصیت سے اسی زمانہ میں شہر کے دیسی اخبارات میں شائع ہوا تھا. اس کے بعد میں ضروری نہیں سمجھتا کہ ان لوگوں کی شہادت کو جنہوں نے خاطر خواہ اور صاف طور سے ثابت کیا ہے کہ بادشاہ کے ملازمین قاتل تھے. بار بار دہراؤں کیونکہ ان کی شہادت بالکل پکی ہے تاہم ان میں کا کوئی بیان ضرور پیش کرنا چاہیئے. لہذا ذیل میں ملاحظہ ہو۔ مسٹر فریزر اسوقت ہنگامہ فرو کرنے کی کوشش میں نیچے رہ گئے. اور جب وہ اپنے کام میں مصروف تھے میں نے دیکھا کہ حاجی لوہار نے انہیں تلوار سے دو ٹکڑے کر دیا. اور اسیوقت بادشاہ کے ملازموں نے انپر تلواریں ماریں حتی کہ وہ بالکل مر گئے. مسٹر فریزر کے قاتلوں میں ایک حبشی بھی تھا. اس کے بعد انہوں نے بالاخانے پر حملہ کیا. جب میں فوراً دوڑا اور زینہ کا دروازہ بند کر لیا میں ہر طرف کے دروازے بند ہی کر رہا تھا کہ انبوہ جنوبی زینے سے چڑھ گیا اور مسٹر فریزر کے قاتلوں کو اندر داخل ہونے کے لئے دروازہ کھولدیا. یہ لوگ فوراً ان کمروں میں گھس گئے جہاں صاحب یعنی کپتان ڈگلس مسٹر ہچنزن. مسٹر جنگس اور دو نوجوان لیڈیاں تھیں. انہوں نے حملہ کیا اور سب کو قتل کر ڈالا. یہ دیکھکر میں زینہ سے نیچے بھاگا. جونہی میں نیچے پہونچا مجھے محمود بادشاہ کے قاصد نے پکڑ لیا اور پوچھنے لگا کہ بتاؤ کپتان ڈگلس کہاں ہیں. تملوگوں نے انہیں چھپا دیا ہے. وہ مجھے زبردستی اپنے ہمراہ اوپر لے گیا. میں نے کہا تم نے خود تمام

صاحبوں کو قتل کیا ہے۔ کپتان ڈگلس کو میں نے دیکھا کہ وہ نیم جان تھے مجمدو نے بھی دیکھا اور ان کی کھوپری پر لکڑیاں مار مار کر ہلاک کر ڈالا۔ یہ ثابت کرکے کہ ان لیڈیوں کے قاتل بادشاہ کے ملازمین تھے۔ ہم پھر حکیم احسن اللہ خاں کی شہادت کی طرف واپس ہوتے ہیں۔ ملزم کو اطلاع ہونے کے بعد انہوں نے جو چارہ جوئی کی وہ اپنے قلعہ کے دروازے بند کرانا تھی۔ ہم طبعًا دریافت کرتے ہیں کہ کیا قاتلوں کو نزار ہونے سے روکنے کیلئے وہ بند کئے گئے تھے؟ شہادت صاف ثابت کرتی ہے کہ ایسا نہیں تھا۔ پھر حکیم صاحب کا اظہار لیا گیا۔ جہاں وہ اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ بادشاہ نے کوئی تفتیش نہیں کی اور مجرموں کو سزا دینے یا مقتولوں کو بچانے میں کوئی کارروائی نہیں کی۔ پھر کیوں نہیں کی۔ اسے اس زمانہ کے ہنگامہ و پرآشوب ہونے کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن حقیقتًا اگر بادشاہ کا اپنے ملازموں پر کچھ بھی اختیار نہ رہا ہو۔ تو بھی مجرموں کو فی الفور زیر عدل لاکر از سر نو اختیار قائم کرنا ممکن وسائل میں سے ایک تھا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ ایسا نہیں کیا گیا اور ہم قیاس سے سمجھ جاتے ہیں کہ ملزم کے ملازمین کے یہ افعال گو انکے خود حکم کردہ نہ ہوں تاہم حقیقت میں ان کی منشا کے موافق تھے۔ پھر آگے چلکر دیکھتے ہیں کہ کوئی ملازم محض اس وجہ سے کبھی برطرف نہیں کیا گیا۔ نہ کچھ ذرا سی تفتیش و تحقیقات کبھی کی گئی۔ گواہ سے سوال کیا گیا تھا جس کا جواب یہ ہے کہ بادشاہ نے قاتلوں کی تنخواہ ملازمت جاری رکھی۔ اور جیسا کہ ہم پڑھ آئے ہیں اس روز کے اخبارات نے بادشاہ کے اظہار کے برخلاف خبر دی ہے۔ کیا اب بھی سوال کرنا باقی رہ گیا ہے کہ آیا انہوں نے (بادشاہ نے) ان افعال کو خود جان بوجھ کر کرایا دیا کیا تھا یا نہیں؟ مجھے بتانا لازمی نہیں ہے کہ اس جرم پر کون سا قانون عائد کیا جا سکتا ہے؟ کیونکہ ایک علیحدہ قانون ہی ہے جو انہیں بری کرا سکتا یا خطاوار ٹھہرا سکتا ہے وہ قانون ضمیر ہی اور

اورا کی ہے۔ یہ وہ قانون ہے جو میرا ہر ایک سامع لگا سکتا ہے۔ جو لیگل کوڈ یا ملٹری ریگولیشن کے انفصال سے بڑھ کر خطرناک فیصلہ اپنے ہمراہ لئے ہوئے ہے یہ وہ قانون ہے جو لوکل کانسٹیٹیوشنوں، یا انسانی کونسلوں، یا مذاہب کا ساختہ پرداختہ نہیں۔ یہ وہ قانون ہے جسے دست خالق نے انسان کے قلب میں رکھدیا ہے اور کیا وہ قانون اس جگہ علیحدہ ڈالا جا سکتا ہے!

شاید اب وقت ہے کہ ہم اپنے خیال کو میگزین کی طرف پلٹائیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے اور باغیوں کی دیگر کارگزاریوں کا پتہ لگائیں۔ کپتان فارسٹ نے ہم سے کہا ہے کہ صبح کے ۹ بجے تھے جبکہ میرٹھ کی ہندوستانی فوج سنگینیں ترچھی پکڑے ہوئے فوجی ترتیب میں پل عبور کر رہی تھی اور آگے آگے رسالہ تھا پیچھے پیادہ۔ اس کے پورے ایک گھنٹہ بعد یا کچھ پہلے نمبر ۳۸ دیسی پیدل کا صوبہ دار جو میگزین کے گارد پر متعین تھا، کپتان فارسٹ کے پاس آیا اور خبر دی کہ بادشاہ دہلی نے میگزین پر قبضہ کرنے کی غرض سے ایک دستہ روانہ کیا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ تمام انگریزوں کو قلعہ میں لایا جائے اور اگر انہوں نے منظور نہ کیا تو کوئی بھی میگزین کے باہر نہ نکلنے پائے۔ کپتان فارسٹ کہتے ہیں کہ انہوں نے کسی دستہ فوج کو تو نہیں دیکھا۔ البتہ جو شخص یہ پیام لایا تھا وہ کھڑا ہوا تھا۔ اور وہ ایک خوش پوش مسلمان تھا ہمیں خاتمہ نہیں ہو گیا بلکہ تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ کا ایک دیسی افسر زبردست گارد لیکر آیا جو بادشاہ کے ملازم سپاہیوں پر مشتمل تھا اور جو اپنی وردیاں پہنے ہوئے تھے۔ مذکورہ بالا افسر صوبہ دار و نان کمیشنڈ افسران سے کہنے لگا کہ بادشاہ نے مجھے تمہاری مدد کے لئے روانہ کیا ہے تاکہ تمہارے فرائض منصبی پوری طرح سے ادا ہو جائیں۔ ہم پھر دیکھتے ہیں کہ کتنی پھرتی اور چالاکی سے گرفت میگزین کا یہ اہم ترین مسئلہ حل کیا جاتا ہے۔ اب کیا یقین کر لیا جائے کہ یہ فوری طیاری اور

یہ عجلت نا عاقبت اندیشی کا نتیجہ تھا یا حکم شاہی تھا۔ یا ان کی تجویز جنہوں نے کورٹ قائم کیا تھا؟ ان لوگوں کی طرف اس قسم کی کوئی بات منسوب کرنا گویا انہیں صاحب فہم و ذکا مان لینا ہوگا۔ حالانکہ یہ محض مافوق الفطرت انسان ہی کا خاصہ ہوتا ہے۔ تمام وکمال ترقی وفحوائے تجویز چلا کر کہہ رہی ہے کہ یہ تجویز پیشتر کی طے شدہ اور کئی افراد کے عرصہ تک غور کرنے سے بنی ہے۔ یہ سمجھنا بہت دشوار ہے کہ کوئی بھی جو قبل از وقت اس راز سے واقف نہ ہو۔ پہر وقت پر قرار واقعی اور مناسب کام اسکی تکمیل کے لئے اختیار کرے احکم کی ضرورت شدید اور عظمت مقاصد کو یاد رکھئے۔ پھر ساتھ ہی آپ مستحکم وجوہات وبیشمار دلائل کو پیش نظر رکھئے جو کوتاہ اندیشوں کے ہاتھوں ایسی مہم کے عجلت سے سر ہونے کے خلاف صف بستہ ہونگی۔ درحقیقت بادشاہ کو خونخوار وحشیوں نے اپنے زمرہ میں شامل ہونے کی دعوت دی تھی۔ کوئی تحریص یا خوش آئند منافع کا سبز باغ جو انہوں نے بادشاہ کو دکھایا ہو وہ اس خطرہ کے مقابلہ میں جس میں انہیں ضروری پڑنا تھا۔ بالکل بے وقعت تھا۔ اس نازک معاملہ میں پڑکر انہوں نے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی زندگی کو معرض خطرہ میں ڈال لیا۔ اور کس لئے؟ نتائج کی امید موہوم جسکا یقین کسی غیر معمولی وجہ یا خفیف ترین خیال نے پیدا کر دیا ہو۔ در اصل دہوکہ تھا۔ ایک عصائے شاہی کا تصور تھا جو گرفت میں آکر نکل گیا۔ ان واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا ہم خیال نہ کریں کہ اس ناتوان اور کانپتے ہوئے بوڑھے انسان نے موقع پاکر اپنی آرزو پوری کرنی چاہی؟ اور فوج کو بعجلت تمام میگزین کی طرف روانہ کر دیا تاکہ اپنا ارادہ پورا کر سکے۔ یا اگر دانائی وسازش سابقہ بادشاہ یا ان کے لوحقین کی پیشہ ذاتی نہیں تھی تو کیا ہم اس ضعیف الاعتقادی اور افسانہ آمیز خوابوں پر محمول کریں جس میں حالات کا انکشاف ہوا اور جو اس سے پہلے کسی زاہدانہ تحریک یا ہو

سے عوام کے دلنشین نہیں ہو سکتے تھے۔

عدالت ہذا کے روبرو ہم سب نے خواب کا واقعہ سنا ہے۔ کہ ایک بگولہ مغرب کی طرف سے نمودار ہوا جس کے ساتھ ہی سیلاب عظیم تمام زمین کو پامال کرتا ہوا آیا۔ لیکن اس کی لہروں پر قدیم خاندان شاہی بدستور قائم تھا۔

یہ خواب حسن عسکری نے بیان کیا تھا جس سے پیرزادہ کا مقصد یہ تھا کہ انگریز کفار کی تباہی و بربادی شاہ ایران کے ہاتھوں ہونیوالی تھی جو سلطنت ہند مورث اعلیٰ کو بخشدینے والا تھا۔ کیا یہ اسلئے مشہور کیا گیا تھا کہ ان ایشیائی مست تحریکوں میں سنسنی پیدا ہو جائے۔ میں جانتا ہوں کہ سوائے مشرقی زمین کے اور کہیں ایسے اوہام ان نظروں سے نہیں دیکھے جاتے۔ لیکن حیرت سے دیکھا جاتا ہے کہ فوجی بغاوت میں یہ خیال پیوست تھے اور ہزار ہا ہستیوں کو برائی پر آمادہ کرنے کا موجب رہے ہیں۔ میگزین پر فوری حملہ کرنا صرف سپاہیوں کی سازش نہیں کہلا سکتا بلکہ بادشاہ کی فوج کا پہلے قبضہ کرنے کی کوشش کرنا۔ اور فوجی قواعد و اصول میں مطلق لغزش نہ ہونا عیاں کر دیتا ہے کہ ایسا حکم دینے والی اور ہی طاقت تھی اسوقت وہاں کوئی بے چینی نہیں تھی۔ شور و غل نہیں تھا۔ لوٹ مار کی مطلق کوشش نہیں کی گئی نان کمیشنڈ افسران متفرق دروازوں پر گارد دئے متعین تھے جبکہ دوسرا گارد مزدوروں کے اہتمام میں تھا جو میگزین کی اشیا باہر نکال رہے تھے۔ بے ترتیبی کا قواعد و احکام میں لتنے جلد مبدل ہو جانا کیا خود بخود ہو گیا؟

کیا بادشاہ اور انکے سرکاری افسروں نے حالات حاضرہ کا پہلے ہی سے پروگرام نہ دیدیا تھا؟ کیونکر ہو سکتا ہے اے صاحبو کیا بادشاہی فوجیں بغیر کسی قسم کا حکم پائے ہوئے خود بخود ایسے اہم کار کے لئے طیار ہو گئیں۔ اگر میں بادشاہ کی ذاتی اجازت کا

پتہ لگانے میں کامیاب نہ ہوا ہوں تو مجھے یقین ہے اور شہزادہ جواں بخت کی یادہ
گوئی صاف ظاہر کرتی ہے کہ بروز پیر ۱۱ مئی کو گذرنے والے واقعات کا علم با اثر اہل
قلعہ کو ضرور تھا۔ جواں بخت کو انگریزوں کے زوال پر اس قدر خوشی ہے کہ وہ اپنے
جذبات کو چھپا نہیں سکتے۔ میرا مقصد صاف طور پر وہ باتیں بیان کرنا ہے جنہیں
میں صحیح سمجھتا ہوں یعنی سازش ابتدا ہی سے سپاہیوں تک محدود نہیں تھی۔ بلکہ اسکی
شاخیں قلعہ اور شہر میں بھی تھیں۔ کیا وہ قتل جنپر ہم غور کر رہے ہیں حقیقت کو مستحکم نہیں
کرتے! ہمارے پاس مستند شہادت ہے کہ گیارہویں اور بیسویں پیادہ رجمنٹ کے
بائی میگزین اڑائے جانیکے قبل اسپر حملہ آور ہوتے اور سیڑھیاں لگا کر چڑھنے کی
کوشش کرتے ہیں اور اسیوقت گورنمنٹ کے بدخواہوں کی جماعت میں سب سے
پہلی صورت جو ہماری نظروں سے دوچار ہوتی ہیں وہ بادشاہ ہی ہیں اس کے
بعد انہیں مخفی رہنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور وہ چشمۂ بغاوت میں
بیدھڑک اتر کر سیلاب کی مدد سے آگے بڑھے چلے جاتے ہیں اور حکومت ہند کا
تصور کرتے ہیں جبکہ دفعتاً مدوجزر انکی امیدوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ اور تودۂ ریگ
پر لا پٹکتا ہے۔ میں لفٹنٹ ولف بائی کی طرف رجوع کرنے کے لیے ایک سکنڈ
ٹھہر جاتا ہوں اور ان جیسے بہادر شخص کے لئے جس نے میگزین کی اس لاتعداد
فضولیات کے مقابل جس کے سپرد تمام میگزین تھا اسے اتنے عرصہ تک قابو میں
رکھا۔ ایک شخص سخت تشویش میں پڑ جاتا ہے کہ کسے بنظر استعجاب دیکھے! کیا فراست
اور دانشمندی کو جس نے ایک نظر میں اس کے اڑا دینے کی ضرورت محسوس کی
اور مناسب انتظام کر دیا۔ یا جانبازانہ استقلال کو جس سے آخری قربانی چڑھائی
گئی؟ اس فروانگی کو انصاف سے دیکھنا مورخین کا دلچسپ فرض ہوگا۔ میں اسپر چلتے
چلتے صرف سرسری ایک نظر ڈال سکتا تھا کیونکہ دیگر معاملات پر بہت کچھ بحث کرنی ہے

جن کا موجودہ کارروائیوں سے بہت گہرا تعلق ہے۔ دہلی کا میگزین اڑتے ہی بغاوت کے سیلاب عظیم کو روکنے کی ہر ایک امید مٹ گئی۔ اور انگریزی جماعت جو کچھ پہلے برسر اختیار تھی اب مخدوش حالت میں گھر گئی اور جان بچانا ہر ایک کا فرض ہو گیا۔ دہلی بالکل بدمعاشوں پر چھوڑ دی گئی جنہوں نے ۲۴ گھنٹوں کے مختصر وقت میں اپنے اوپر جرائم کے ایسے بھاری داغ لگائے جن سے بمشکل زمانہ سالف کی سیہ کاریوں کی فہرستیں مساوی ہو سکیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ بادشاہ خود اس عظیم ڈرامے کے ایکٹر بنکر آرہے ہیں جس کے تماشبین انگلینڈ و یوروپ سے کہیں زیادہ تعداد میں ہیں۔ وہ ڈراما جس کے مناظر کو تہذیب و تمدن کی مخالف قوتوں نے بڑی توجہ اور دلچسپی سے دیکھا۔ شہادت بتا رہی ہے کہ ۱۱ مئی کی سہپہر کو بادشاہ دیوان خاص میں آکر کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں اور سپاہ و افسران ہر ایک یکے بعد دیگرے آگے آکر سروں کو خم کرتا ہے اور ان کا ہاتھ اپنے سر پر رکھوانے کی درخواست کرتا ہے۔ بادشاہ ایسا ہی کرتے ہیں پھر ہر ایک جو جی میں آیا کہتا ہوا وہاں سے رخصت ہوتا ہے۔ گواہ غلام عباس ملزم کے مختار خبر دیتے ہیں کہ بادشاہ کے سپاہیوں کے سروں پر ہاتھ رکھنے سے یہ مفہوم ہے کہ وہ انکی خدمات و فرمانبرداریوں کو قبول کرتے ہیں۔ گواہ پھر آگے بیان کرتے ہیں کہ "اگرچہ انہیں بادشاہ کے عنان حکومت لینے کی باقاعدہ منادی کا تو علم نہیں ہے لیکن شاید بغیر انہیں اطلاع ہوئے ایسا ہو گیا ہو، البتہ بادشاہ کا اختیار غدر کے روز ہی سے قائم ہو چکا تھا۔ اور اسی شب کو اکیس توپوں سے سلامی دی گئی تھی۔

یہ واقعات ہمیں جرم لگانے کے لئے کافی ہیں اور شاید اب ان تواریخ کا چنداں لحاظ نہ رکھا جائیگا جن میں یہ فراہم ہوتے رہے ہیں۔ محمد بہادر شاہ سابق بادشاہ دہلی پر پہلا جرم یہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ ہند کے پنشنخوار ہونے کے باوجود

انہوں نے ۱۰ مئی سے یکم اکتوبر ۱۸۵۷ء کے درمیان ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم سپاہیوں کو، محمد بخت خاں صوبہ دار رجمنٹ توپخانہ اور دیسی کمیشنڈ افسران کو حکومت کے برخلاف بلوہ[1] و بغاوت کرنے کی ترغیب دی اور بھڑکایا جو دہلی میں ہوئی تھی میں شہادت کا دسواں حصہ بھی جو جرم قایم کرنے کے لئے ہے عدالت کے روبرو پیش کرکے اسے وقت نہیں کرنا چاہتا مسٹر سانڈرس قائم مقام کمشنر اور ایجنٹ لفٹنٹ گورنر نے واضح کر دیا تھا کہ کن وجوہات سے ملزم برٹش گورنمنٹ ہند کے پنشن خوار ہوئے یعنی ان کے دادا شاہ عالم مرہٹوں کی قید شدید میں تھے اور جب ۱۸۰۳ء میں سلطنت انگلشیہ نے انہیں شکست دی تو شاہ عالم نے برٹش گورنمنٹ کی حفاظت میں آنے کی درخواست کی چنانچہ انہیں حفاظت میں لیلیا گیا۔ اور اس وقت سے فرضی بادشاہان دہلی۔ گورنمنٹ برطانیہ کی رعایا سمجھے جاتے تھے۔ پھر جہاں تک اس خاندان کا تعلق ہے معلوم ہے کہ کسیکو کسی قسم کی شکایت یا تکلیف نہیں تھی اور ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کے لایق ہے کہ ملزم کے جد امجد شاہ عالم نے صرف تخت ہی کو ضائع نہیں کر دیا تھا بلکہ انکی دونوں آنکھیں بھی نکال لی گئی تھیں اور وہ ہمہ قسم کے مظالم کا شکار بنائے گئے تھے اور قید شدید میں رکھے گئے تھے جبکہ لارڈ لیک نے انہیں آزاد کرایا۔ اور انکی ابتر حالت پر ترس کھا کر از راہ ہمدردی فراخدلی سے وظیفہ اور مرتبہ عطا کیا جو ان کے جانشینوں تک بدستور باقی رکھا گیا۔ حتیٰ کہ اس مار آستین نے اپنے دانت انہیں پر مارے جنکا وہ احسانمند تھا اور جو اس کی زندگی کا موجب ہوئے تھے۔

[1] ملزم اور محمد بخت خاں صوبہ دار کے درمیانی تعلقات کی شہادت بجائے خود جرم قائم کرنے کے لئے کافی ہے۔ ملزم کی دستی تحریر ملاحظہ ہو۔

" بنام غلام خاص لارڈ گورنر محمد بخت خاں صوبہ دار۔
مابدولت کی مہربانی ہوجیو۔ جانو تم کہ نیمچ کی فوج علا پور پہونچ چکی ہے۔ اور اس کا سامان باربرداری یہیں رہ گیا ہے تمہیں ہدایت کیجاتی ہے کہ دوسو سوار اور پیادوں کے پانچ یا سات دستے لیکر تمام سامان مذکورہ گاڑیوں میں لدوا کر علاپور پہنچوادو۔ آگے تمہیں ہدایت کیجاتی ہے کہ کفار کو آگے بڑھنے نہ دینا۔ وہ عیدگاہ کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں یاد رکھو کہ اگر فوج بدون فتح پائے اور ذخائر جنگ چھینے واپس پلٹ آئی تو بڑی رسوائی ہوگی اور انجام الگ خطرناک ہوگا۔ تمہیں اطلاع دیجاتی ہے اور ان احکام کو تم ضروری جانو۔"

یہ صحیح ہے کہ اس خط میں کوئی تاریخ نہیں ہے، لیکن مضمون میں شک کی گنجائش نہیں کہ اسی زمانہ میں لکھا گیا تھا جس کی بنا پر پہلا جرم قائم کیا گیا ہے۔

جوابدہی پر میرے اظہار رائے کرنیکا شاید بہترین موقع ہے۔ ملزم نے بھی ان دیگر اشخاص کا وطیرہ اختیار کیا ہے جو ہمارے روبرو پیش ہو چکے ہیں اور خود کو عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ غدر سے قبل انہیں کسی ایسے معاملہ کی خبر نہیں تھی۔ باغی سپاہ نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور پہرے قائم کر دیئے اور وہ جان کا خوف کرکے دم بخود رہ گئے اور کمرہ میں چلے گئے باغی سپاہ نے مردوں عورتوں اور بچوں کو مقید رکھا۔ انہوں نے منت وسماجت سے مکرر ان کی جان بچائی اور تیسری مرتبہ بھی انہوں نے جان بچانے کی حتی المقدور کوشش کی مگر مفسد سپاہ نے ان کی بات کا مطلق خیال نہیں کیا۔ اور ان بیچاروں کو میرے حکم کے خلاف قتل کر ڈالا۔ اب خاص اعتراض یہ ہے کہ یہ بات صرف مشاہدہ ہی سے ناپائدار نہیں ٹھہرتی بلکہ تحریری اور زبانی شہادات جو خاص ان کے ملازمین کی یا غیروں کی دی ہوئی ہیں بالکل اس کے برعکس ثابت کرتی ہیں

جوابدہی سرتاپا، صرف انکار معاصی کی زرد وزی ہے۔ اپنے فعل مختار نہ ہونے کا اظہار اپنے گناہوں کو دوسروں کے سر تھوپنے کی کوشش وغیرہ سے وہ جوابدہی پر ہے ان کی جوابدہی کے مخالف اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی دستاویزوں اور تحریروں سے یا ان کی خاص مہر و دستخط سے انکار تو نہیں کر سکتے تھے اور سوائے اسکے چارہ ہی نہ تھا کہ وہ کہیں کہ ان سے جبراً لکھوائے گئے ہیں اور مہر بھی زبردستی ثبت کرائی گئی ہے صرف ایک بھنور جس سے وہ خود کو آزاد نہ کر سکے اور وہ بھی خاص اپنی ہی مرضی سے وہ مقبرہ ہمایوں کو جانا اور پھر چلے آنا ہے۔ بیشک انہیں بیان کر دینا چاہئے تھا کہ آخری بات اپنی خوشی سے کی ہے۔ کیونکہ اس کا امکان بہت دشوار ہے کہ وہاں بھی انہیں زبردستی لیجایا گیا ہو، اس وجہ سے کہ اگر سپاہی واقعی انہیں زبردستی لیجاتے تو انکا اپنی مرضی سے واپس آنا بہت مشکل تھا پس ہم ذیل کے دلچسپ الفاظ میں اسپر رائے زنی کرتے ہیں۔

جب باغی اور بلوائی سپاہ بھاگنے کے لئے طیار ہوئی تو میں موقع پا کر چپ چاپ قلعہ کے دروازے سے نکلا اور جا کر ہمایوں کے مقبرہ میں ٹھہر گیا، کوئی خیال کرے کہ جب انہوں نے بلوائی سپاہ سے خود کو علیحدہ کرنا چاہا تھا تو بہترین تدبیر یہ تھی کہ جسوقت وہ لوگ بھاگنے کے لئے طیار ہو رہے تھے یہ دہلی میں ہی ٹھہر گئے ہوتے نہ یہ کہ چپ چاپ قلعہ کے دروازے سے دوسری جگہ نکل کر جانا۔ بہرحال میرا مدعا یہ نہیں ہے کہ جواب کے فقرہ فقرہ کو لوں اور اسپر تنقیدی نگاہ ڈالوں۔

میں یقین کرتا ہوں کہ اس کے لئے میرا بہترین جواب یہ بتانا ہوگا کہ جرائم کتنے مدلل اور با ثبوت ہیں۔ اور اس مقصد کے لئے میں پھر خود کو خطاب کرتا ہوں اور دوسرے جرم قرار داد کی طرف بڑھتا ہوں جو پہلے سے بھی زیادہ مستند و صحیح ہے وہ یہ ہے کہ "۱۰ مئی اور یکم اکتوبر ۱۸۵۷ء کے درمیان انہوں نے اپنے فرزند

مرزا مغل کو جو گورنمنٹ برطانیہ ہند کی رعایا تھا و دیگر باشندگان شمال مغربی صوبجات کو جن کے نام معلوم نہیں ہیں اور سپاہیوں کو جو سب کے سب گورنمنٹ کی رعایا تھے حکومت کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا اور اشتعال دلایا۔ اس الزام کے ثبوت میں اس قدر دستاویزیں اور شہادات ہیں کہ جن کا شمار کرنا بھی تھکا دیگا اخبارات نے مرزا مغل کا تقرر بطور کمانڈر انچیف، انکی خلعت پوشی و دیگر معاملات متعلقہ کا چرچہ کیا ہے۔

اس مسئلہ پر زبانی شہادات بھی قوی ہیں اور برآمد شدہ خط و کتابت بھی ظاہر کرتی ہے کہ مرزا مغل اپنے باپ کے فرزند اور شاید دہلی کے بلوائیوں کے نمبر ۲ قافلہ کے سالار تھے۔ میں موضوع کی خاطر مولوی محمد ظہور علی پولیس افسر نجف گڑھ کی عرضی کا تھوڑا سا اقتباس دیتا ہوں۔

بحضور جہاں پناہ بادشاہ!

مؤدبانہ التماس ہے کہ مراسلہ شاہی کے احکام اس قصبہ نجف گڑھ کے جملہ ٹھاکروں، چودھریوں پٹواریوں اور قانون گویوں کو سنا دیئے گئے ہیں۔ اور بخوبی ذہن نشین کرا دیئے گئے ہیں۔ اور بہترین انتظامات قائم کر دیئے گئے ہیں۔ دیگر یہ کہ بموجب حکم آنحضور پیادہ و سواروں کی بھرتی جاری کر دی گئی ہے اور انہیں سمجھا دیا گیا ہے کہ اس ضلع کی آمدنی وصول ہونے پر انہیں الاؤنس دیا جائیگا۔ تاوقتیکہ کچھ غازی تازہ مرتب کرکے نہ بھیجے جائیں غلام کو اطمینان نہیں ہو سکتا نگلی، کرکولی، دچاؤ، کلن، وغیرہ مقامات کی نسبت عرض ہے کہ یہاں کے باشندے پر آشوب وقت دیکھ کر مسافروں کو لوٹتے رہتے ہیں میں خیال کرتا ہوں کہ یہ مرزا مغل ان کے فرزند و دیگر مختلف باشندگان دہلی و صوبجات مغربی و شمالی کو بغاوت پر آمادہ کرنے کے ثبوت میں کافی ہے جس درخواست کا میں نے

ذکر کیا ہے۔ اس کی پشت پر بادشاہ کا دستی فرمان مرزا مغل کے نام سے جس میں مرزا مغل کو فی الفور ایک پیادہ رجمنٹ مع افسران کے نجف گڑھ روانہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ عرضی دہندہ کی تجاویز آسانی سے پوری ہو سکیں اور انگریزوں سے لڑنے کے لئے پیدل اور سوار جمع کرنے میں دشواری نہ پیش آئے۔ لیکن ایک اور درخواست ہے جو بوجہ دیر سے دستیاب ہونے تحریری دستاویزوں کے سلسلہ میں پیش نہ کیجا سکی۔ لہذا اسے یہاں درج کرنا ضروری ہے یہ امیر علیخان فرزند نواب خراج پورہ کی طرف سے ۱۲ جولائی کی تحریر ہے اور حسب ذیل ہے۔

بحضور بادشاہ جہاں پناہ!

مؤدبانہ عرض ہے کہ غلام حضور کے دربار شاہی میں حاضر ہوا ہے۔ جہاں دارا نے دربانی کی ہو۔ فدوی نے حضور کی خاطر جان قربان کرنے کے جوش میں آکر اپنا وطن چھوڑا ہے اور افسوس کرتا ہے کہ یہ دن دیکھنے کے لئے زندہ رہا جبکہ مردود انگریزوں نے قصر شاہی تک جس کے آسمانی ملائک پاسبان ہیں اپنی توپیں لانے کی جرأت کی غلام نے جب سے ہوش سنبھالا ہے فنون سپہ گری میں شیر کی مانند لڑنا سیکھا ہے۔ نہ مثل روباہ کے جو اپنی جان کا خوف کرے۔ ؎

پلنگ اپنا شکار پہاڑوں کی چوٹیوں پر مارتے ہیں۔
مگرمچھ اپنا شکار دریا کے کنارے گھات سے نگل لیتے ہیں

فدوی عرض پرداز ہے کہ اگر اسکی التجا قبول کرلی گئی اور اس جنگ کی ضروری تدابیر وآئین میں اس پر بھروسہ کیا گیا تو حضور عالی کے اقبال سے صرف تین روز میں ان گورے چمڑے اور سیہ بخت لوگوں کو ایک دم قتل کرے گا۔ یہ واجب تھا اس لئے عرض کیا۔ (ترقی اقبال وسلطنت کی دعائیں بدخواہان سلطنت کو درشت وسخت کلامی سے کوستا ہے۔)

"عرضی غلام امیر علیخاں ولد نواب نجابت خان رئیس خراجپورہ"
حکم شاہی پنسل کا بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔
مرزا ظہور الدین۔ تحقیقات کیجائے اور سائل کو ملازمت دیجائے۔

تیسرا جرم یہ ہے "کہ باوجود برٹش گورنمنٹ ہند کی رعایا ہونے کے اپنی فرمانبرداری کا خیال نہ رکھکر جو ان کا فرض تھا ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء یا اس کے کچھ بعد سلطنت کے خائن ہوئے۔ اپنے آپ کو بادشاہ دہلی مشہور کیا اور شہر دہلی پر خلاف قانون قبضہ کر لیا۔ نیز مرزا مغل اپنے فرزند و محمد بخت خاں صوبہ دار توپخانہ و دیگر فتنہ پردازوں سے سازش کی اور ۱۰ مئی تا یکم اکتوبر ۱۸۵۷ء باغی سلطنت ہوئے اور گورنمنٹ سے لڑنے کے لیے دہلی میں فوج جمع کی"۔

پہلا جرم قائم کرتے ہوئے بتادیا گیا ہے کہ ملزم گورنمنٹ برطانیہ ہند کے پنشنخوار ہیں اور گورنمنٹ نے انکی یا کسی لنکے اہل خاندان کی جاگیر و حکومت نہیں چھینی ہے بلکہ برخلاف اس کے انہیں ظلم و عسرت سے نکال کر لاکھوں روپیہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ میرے خیال میں ایسی حالت میں ان کا فرض تہا کہ اطاعت شعاری کرتا۔ برعکس اسکے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی محسن گورنمنٹ کو الٹ دینے کی جد و جہد کررہے ہیں غدر کے پہلے ہی روز سہ پہر کو دیوان خاص میں بیٹھکر وہ باغیوں کے مجرے لیتے ہیں اور عام اخوت روسیاہی کو جوڑتے ہیں۔ اس سین کو یہاں ہو بہو دکھانا شاید مشکل ہے۔ ایک کمزور، کانپتا ہوا، ضعیف العمر انسان اپنے مرعوش ہاتھوں سے عصائے شاہی کو پکڑنا چاہتا ہے۔ جو اسکی ناتواں گرفت سے بالاتر ہے وہ سن و نقاہت سے خمیدہ ہنی ایک شہنشاہ کی سلطنت پر گندے مظالم اور قتل کی رحمت و برکت کے ذریعہ قابض ہونا چاہتی تہی ہر ایک دلسوزی کو جو قلب انسان پر ایک شان سے نازل ہوا کرتی ہے۔ مار کر اس بغض سے ملوث انسان نے ضرور خود کو ان وحشیوں کا نصب العین بنالیا تھا

جو چاروں طرف سے گھیرے کھڑے تھے!

یہاں کئی گواہ ہیں جو ملزم کی تخت نشینی کا اعلان مختلف ایام میں ہوتا ہوا بتاتے ہیں۔ اور گمانِ غالب ہے کہ حقیقتاً ایسا ہوا تھا لتنے بڑے شہر دہلی کے گلی کوچوں میں صرف ایک یا دو مرتبہ کا اعلان بہت مشکل سے کانوں تک پہنچ سکتا ہے۔ ملزم کے مختار تسلیم کرتے ہیں کہ بادشاہ کی حکومت ۱۱ مئی کو قائم ہوئی تھی۔ اور گلاب خبر رساں سے پوچھا گیا "کیا بادشاہ غدر کے ہوتے ہی فرمانروا مشہور کر دیئے گئے تھے؟" تو جواب دیا کہ "جی ہاں غدر ہی کے روز تین بجے قریب سہ پہر کے منادی کرائی گئی تھی کہ آج سے بادشاہ کی حکومت قائم ہو گئی" اور چنی لال بساطی دوسرا گواہ بیان کرتا ہے کہ ۱۱ مئی کو آدھی رات کے وقت قلعہ میں توپوں کے ۲۰ فیر ہوئے تھے۔ میں نے اپنے مکان میں سے آواز سنی تھی اور دوسرے روز دوپہر کو منادی کرائی گئی تھی کہ ملک بادشاہ کے قبضہ میں آگیا" آخری فقرہ اس جرم پر مشتمل ہے کہ شہر دہلی پر ناجائز قبضہ کیا۔ لیکن اس جرم کے قائم کرنے میں کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ جرم آگے چل کر بیان کرتا ہے کہ ملزم نے ۱۰ مئی اور یکم اکتوبر ۱۸۵۷ء کے درمیان مرزا مغل اپنے فرزند اور محمد بخت خاں صوبہ دار رجمنٹ توپخانہ سے سازش کی اور دیگر نامعلوم نمکحراموں کو اشتعال دلا کر سلطنت سے بھڑکایا اور لڑنے کے لئے آمادہ کیا" مرزا مغل کمانڈر انچیف مقرر کر دیئے گئے تھے اور غدر کے چند روز بعد ایک خاص سرکاری جلوس ان کے تقرر کو مشتہر کرنے کے لئے نکالا گیا جس گواہ نے بیان کیا ہے کہ ایسا ہوا تھا وہ چنی لال بساطی ہے۔ لیکن وہ صحیح تاریخ نہیں بتا سکتا کہ اس نے یہ کس روز دیکھا تھا۔

مرزا مغل کا تمام فوجی معاملات میں پورا اختیار رہا۔ جبتک کہ جنرل بخت خاں نہ آگیا جو گورنر جنرل و کمانڈر انچیف مقرر ہو گیا تھا۔ اس کی آمد کی تاریخ یکم جولائی ہے اور اس کے بعد ہر دو کمانڈر انچیفوں کی شکر رنجی اور اختیارات کے لئے آپس کی نقیض

قابل ملاحظہ ہے۔ چنانچہ ۱۰ رجولائی کو مرزا مغل اپنے والد کو تحریر کرتا ہے۔ اور اطلاع دیتا ہے کہ اس روز اس نے فوج مرتب کی اور انگریزوں پر حملہ کرنے کی نیت سے شہر سے باہر نکلا تو جنرل بخت خاں درمیان میں حائل ہو گیا اور عرصہ تک تمام فوج کو بیکار کھڑا رہنے دیا اور یہ معلوم کرنا چاہا کہ فوج کس کے حکم سے باہر آئی ہے۔ اور پھر یہ کہہ کر "بغیر اس کی اجازت کے کہیں نہ جانا" اسے واپس کر دیا۔ مرزا مغل آگے کہتا ہے "میرے حکم کے مسترد ہونے سے میرے افسروں کو بہت صدمہ ہوا لہذا آپ مفصل تحریر فرما دیجئے کہ فوج پر پورا اختیار کس کا ہے۔ اس خط پر کوئی حکم تو نہیں ہے جس سے پورا پتہ چل سکے۔ لیکن نتائج سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مستحسن انتظام کر دیا گیا تھا۔ جیسا کہ ہم دوسرے روز ۱۱ جولائی کو مرزا مغل اور جنرل بخت خان کو باہم مشورہ کرتے ہوئے پاتے ہیں۔ چنانچہ خط ہذا جو مرزا مغل نے اپنے والد کو لکھا تھا پوری وضاحت سے بیان کئے دیتا ہے۔ جو ۱۹ رجولائی کا لکھا ہوا ہے۔

کل سے مکمل اور پختہ طور پر انتظام کر دیا گیا ہے جس سے غنیم کو رات اور دن برابر نقصان پہونچتا رہتا ہے۔ اگر علا پور کی طرف سے امداد مل گئی تو خدا کے حکم اور حضور کے اقبال سے یقین ہے کہ پوری فتح حاصل ہو جائے گی۔ لہذا میں عرض کرتا ہوں کہ بریلی کے جنرل کو ہدایت کیجائے کہ وہ علا پور کی طرف سے آکر مدد دیں۔ اور اس طرف سے کفار پر حملہ آور ہوں اور فدوی اس طرف سے حملہ کرے گا۔ تاکہ دونو فوجیں باالاتفاق تمام مردود کفار کو جہنم واصل کر دیں۔ مزید براں امید ہے کہ علاپور کی سمت جانیوالی فوج دشمنوں کی رسد کو بھی منقطع کر دے گی۔ واجب جانکر عرض کیا گیا۔ اس خط پر حکم شاہی تحریر ہے" مرزا مغل جو مناسب ہو انتظام کیا جاوے پھر مرزا مغل نے بھی تحریر کیا ہے۔ ایک حکم بریلی کے جنرل کے نام جاری کر دیا گیا۔ تین ہستیوں کا باہم ملکر مشورت کرنا سازش کرنا اس سے عیاں ہے تین دستاویزیں

اور ہیں جنہیں یہاں پیش کرنا ضروری ہے اور جو ہنوز عدالت میں پیش نہیں کیگئی ہیں۔ ایک تو جنرل بخت خاں کا ۱۲ر جولائی کا اعلان ہے جس کا اقتباس اخبار "دہلی اردو گزٹ" سے کیا گیا ہے۔

ان لوگوں کو جو شہر یا دیہات میں رہتے ہیں مثلاً مالگذار، زمیندار، وظیفہ خوار، یا جاگیر دار وغیرہ، معلوم ہو جائے کہ اگر آمدنی کی طمع سے وہ ہنوز انگریزوں کے طرفدار ہوں، یا ان سے ملکر انہیں خبریں پہنچایا کرتے ہوں، یا رسد دیتے ہوں، انکا ایسا کرنا قابل معافی نہیں ہو سکتا پس اعلان کیا جاتا ہے کہ تمام وہ جو لیسے ہیں پورا یقین رکھیں کہ جب پوری فتح حاصل ہو جائے گی تو بعد تحقیقات انہیں گزشتہ اور تازہ خطابات اور معطل شدہ آمدنی کا کافی معاوضہ جو موجودہ بدامنی کی وجہ سے لاحق ہوا ور خاطر خواہ انعام ملیگا۔ لیکن اگر احکام کے پہونچنے کے بعد بھی کوئی شخص انگریزوں کا طرفدار رہیگا۔ یا خبریں وغیرہ پہونچایا کریگا تو حکومت اسکو جیسا چاہے گی سزا دیگی چیف پولیس افسر شہر کو ہدایت کیجاتی ہے کہ اسکی پشت پر ان تمام جاگیرداروں و زمینداروں کے دستخط لیکر جو ان کے علاقہ میں ہوں اعلیٰحضرت کو واپس کر دیں۔

دوسری دستاویز بادشاہ کا حکم چیف پولیس افسر کے نام ہے۔ محررہ مورخہ ۶ر ستمبر ۱۸۵۷ء وہ حسب ذیل ہے۔

تمہیں ہدایت کیجاتی ہے کہ شہر میں بذریعہ منادی اعلان کرادو کہ یہ مذہبی جنگ ہے اور صرف مذہب ہی کی خاطر کیجارہی ہے۔ پس تمام ہندو مسلمان باشندگان شہر کو اور دیہات کے تمام اہل مواضع اور انکو جو شہر سے باہر ہمسے مقابلہ کرتے ہیں یا کہیں اور انگریزوں کی

ملازمت کر رہے ہوں۔ خواہ وہ مشرقی صوبجات کے ہوں یا سکھ ہوں، یا کوہ ہمالہ کے نیپالی، ہدایت کیجاتی ہے کہ یہاں انگریزوں کے ہمراہی ہندوستانیوں اور دیگر ممالک کے رہنے والوں کو علی الاعلان کہدو کہ خواہ وہ سکھ ہوں یا کوہستانی، ہندوستانی ہوں یا کسی اور ملک کے ہندو ہوں یا مسلمان، دشمن سے بے ہراس ہوکر ادہر آجائیں۔ جب وہ یہاں آجائیں گے تو عمدہ خوراک ملا کرے گی اور انہیں اپنے اپنے مذہب پر چلنے کی اجازت ہوگی۔ اور جو لوگ اس حملہ میں شریک ہونگے خواہ وہ فوجی ملازم ہوں یا نہ ہوں مال غنیمت میں سے انہیں حصہ ملیگا اور جو مال انگریزوں کا لوٹیں گے ان سے کوئی نہ چھین سکے گا۔ اور اعلیحضرت سے جو انعام ملیگا وہ اس کے علاوہ ہے"

یہ کاغذ جو میں نے پڑھا ہے دفتر کی نقل ہے۔ اور حال ہی میں چیف پولیس اسٹیشن سے دستیاب ہوا ہے۔ اسپر افسر مذکورہ کی اور شاہی اسسٹنٹ چیف پولیس آفسر کی مہر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعینہٖ اصلی فرمان کی نقل ہے۔ ایک عدالت کے سامنے اس سے بڑھکر مستند شہادت پیش کرسکنا دشوار ہے۔ اب مجھے خیال ہوتا ہے کہ تیسرے جرم کو پورے طور سے ثابت کردیا جائے اور بے شمار بے ضروری دستاویزوں کا بیان ختم کردیا جائے۔ نیز یہ فرمان تیسرے جرم کے آخری حصہ پر عائد ہوتا ہے۔

میں اب اپنا خیال اس جرم قرارداد کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ جو ملزم پر یا الزام عائد کرتا ہے۔ کہ ۱۶ مئی ۱۸۵۷ء یا اس کے ماقبل و مابعد شہر اور قلعہ دہلی میں ۴۹ نفر انگریز اور مخلوط انگریز جن میں خصوصاً عورتیں اور بچے بکثرت تھے، قتل کرایا اور یا قتل میں حصہ لیا۔ جہاں تک ان مظلوم مقتولوں کا تعلق ہے میں کچھ

بیان نہیں کرتا، واقعات خود عدالت پر واضح کر دیئے گئے ہیں، اور وہ ایسے نہیں ہیں جو آسانی سے محو کر دیئے جائیں۔ اتنی سنگدلی و بیدردی، جو عورتوں و بچوں کو ذبح خانہ میں لیجائے اور وہ بھی محض غلط فہمی پر یا مذہبی جوش جنوں میں ایسی بعید از انسانیت بات ہے کہ قلب سلیم اس کے قبول کر لینے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہوتا چاہے اس سانحہ پر الم کی حقانیت پر متفق رائیں، قوی دلائل، براہ راست شہادت ہی ہمارے خیالات پر کیوں نہ زور ڈالیں۔ تاہم یہ حقائق اتنی آسانی سے تسلیم نہیں کیے جا سکتے جیسے متذکرہ بالا واقعات جن کے ثابت کرنے کے لیے میں اس جگہ آیا ہوں وہ بدنصیبانہ بلکہ بیحد دردناک حالات اور زیادہ تشریح کے محتاج نہیں ہیں۔ اب یہ بتانا رہگیا ہے کہ ملزم کو اس مفسدانہ خونریزی سے کتنا گہرا تعلق ہے اور جیسا فرد قرارداد جرم میں بتایا گیا ہے، کیا درحقیقت انہوں نے ان ۹ ۴ نفر کے قتل کرنے یا کرانے میں حصہ لیا ہے؟ میں اس موقع پر اس قانون سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا جو سازش میں شریک شدہ تمام افراد کو ہر ایک فعل شنیع کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے جو ان کے ہم جماعت سازشیوں سے سرزد ہوئے ہوں گو یہ افعال ان افراد کی خوشی سے نہ ہوئے ہوں یا انہیں اس کی مطلق اطلاع نہ ہو میں چاہتا ہوں کہ ان عورتوں اور بچوں کی اموات سے ملزم کی وابستگی کی ہر ایک حقیقت کو جدا جدا بیان کر دوں۔ میں انکی گرفتاری کی شہادت، ان کے محبوس کرنے کا مقام، خوفناک مظالم جس کا وہ شکار رہے اور ظلم سے بدتر سلوک جو انکے ساتھ کیا گیا، بیان کرتا ہوں۔

ابتدا سے قید سے انہیں معلوم ہوگیا تھا کہ ان کے حق میں کونسا فتوی صادر ہونا ہے۔ پہلا شخص جس کی شہادت پیش کیا سکے حکیم احسن اللہ خاں ہیں جب دریافت کیا گیا، کیا وجہ تھی جو اتنی انگریز عورتیں اور بچے قلعہ میں لاکر قید

کیے گئے؟ تو جواب دیا "باغیوں نے انہیں شہر اور شہر کے گرد و نواح سے گرفتار کیا تھا اور انہوں نے اپنے رہنے کی جگہ قلعہ میں قائم کی تھی ان کو بھی اپنے ہمراہ لے آئے۔ آگے اظہار لینے سے وہ بیان کرتے ہیں کہ باغیوں نے ہر ایک قیدی کو اپنے زیر حراست نہیں رکھا تھا بلکہ اندر لاکر ملزم کو اطلاع کی گئی اور انگریزوں کو باورچیخانے میں لیجا کر مقید رکھنے کا حکم ہوا نیز یہ خیال کیا گیا تھا کہ وہ عمارت کشادہ اور وسیع ہے دوبارہ سوال کرنے سے وہ جواب دیتے ہیں کہ بادشاہ نے خود باورچیخانے کو انکے مقید کرنے کے لئے مقرر کیا تھا محض اس خیال سے کہ وہ عمارت کشادہ اور وسیع ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ ملزم نے محض آدمی عورتوں اور بچوں کے جھنڈ کو مثل گلہ محبوس کرنے ہی کے لئے وہ جگہ تجویز نہیں کی تھی بلکہ یہ بھی دیکھا تھا کہ ان کے خاص قلعہ میں ہے اور انکی مرضی کے موافق ہے اور صاف ظاہر ہے کہ انہیں اس جگہ کا بھی ذاتی علم تھا کہ وہ کیسی ہے وہ اسے ایک وسیع وکشادہ عمارت کہتے ہیں مگر یہ اصطلاح اسپر عائد نہیں ہو سکتی ہے اور جب برعکس مقاصد کے لئے مستعمل کیجائے تو مفہوم بھی عیاں اور ٹھیک ہو جاتا ہے جب حکیم احسن اللہ خاں نے یہ شہادت دی تو میں اپنے شک کو رفع کرنے کی غرض سے خود اس مکان میں گیا اور پیمایش کی۔ مکان ۴۰ فٹ طویل اور ۱۲ فٹ عریض اور ۱۰ فٹ بلند ہے۔ پرانا اور میلا پڑا ہوا ہے استرکاری نام کو بھی نہیں ہے اور سب سے بدتر یہ کہ وہ تاریک ہے، فرش نہیں۔ دریچہ نہیں اور ہوا و روشنی کا گذرنا ممکن ہے اس میں صرف ایک روزن ہے جو ایک چھوٹا اور بوسیدہ دروازہ ہے لیکن اب میں مسز آلڈویل کی زبان سے اس بیان کو ادا کرتا ہوں

"ہم سب ایک کمرہ میں مقید تھے جس میں صرف ایک دروازہ تھا اور نہ کوئی کھڑکی یا روشندان نہیں تھا وہ کسی انسان کے رہنے کے لائق نہیں تھا

اور خصوصاً ہمارے اتنے ہجوم کے لئے تو بالکل ہی نہیں۔ ہم سب ہوا لینے کے لئے کھڑکی کے پاس مجتمع ہو گئے تھے اور ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اور اس کھڑکی کو بھی سپاہیوں کی وجہ سے بند رکھنا پڑتا تھا جو بھری بندوقیں لیکر آتے اور بچوں کو ڈراتے دھمکاتے تھے۔ وہ ہمارے پاس آکر کہتے کہ اگر بادشاہ تمہاری جان بخشی کردیں تو کیا تم مسلمان ہونیکو اور ہماری لونڈیاں بننے کو طیار رہو! لیکن بادشاہ کے مسلح مصاحبین جو اس گارد میں تھے انہیں اس سے باز رکھتے اور کہتے کہ یہ سب بوٹی بوٹی کر دیئے جائیں گے اور چیلوں کوؤں کو کھلا دیئے جائیں گے ہمیں بالکل خراب کھانا ملتا تھا صرف دو مرتبہ بادشاہ نے اچھا کھانا بھیجا تھا۔ یہ بدلہ ہے اس خاندان کا جسے انگریزوں نے لاکھوں روپیہ بخشا! ایک گواہ نے صاف طور پر بیان کیا ہے۔ انکی محلسرا میں بہت وسیع جگہ ہے جہاں یہ عورتیں اور بچے رہ سکتے تھے جس کے بعد کہتا ہے اس میں ایسے تہ خانہ ہیں جہاں ۵۰۰ آدمی بھی چھپائے جائیں تو پتہ نہ لگے اور ہوا بھی حرم سرا کے لحاظ سے وہاں جا سکتے تھے اور دوسرے گواہ کا قول ہے کہ قلعہ میں خالی مکانات کی کمی نہیں تھی جہاں عورتوں اور بچوں کو آرام مل سکتا تھا مگر انگریزی سخاوت سے مستفیض ہونے والے نے ان کے لئے ایک تنگ و تاریک غار منتخب کیا جہاں ان کے ساتھ مجرموں سے بھی بدتر سلوک کیا گیا۔ چنانچہ وہ سب محدود جگہ ہی میں رہتے تھے اور ہر شخص جو جی میں آتا انہیں کہتا تھا۔ قصر شاہانہ اور وظیفہ سلطانی کا انگریزوں کو یہ بدلہ ملا! احسن اللہ خاں اور مسز آلڈویل کے اظہار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونو ان معاملات کو بادشاہ کی ذات پر منسوب کرتے ہیں اور متفق علیہ ہیں وہ معاملات جنپر صرف توجہ ہی مبذول نہیں رہتی تھی بلکہ تحریری احکام بھی وقتاً فوقتاً جاری ہوتے رہتے تھے جیسا کہ عدالت پر خود روشن ہو گیا ہے۔ تمام اہم معاملات

کے ذمہ دار وہی تھے۔ کیا اس میں اب بھی کچھ شک ہے؟ بیشک تمام گواہان کی مستند شہادت اور انکا تحریری جواب خود یہی ثابت کرتا ہے کہ ایسا تھا۔ ہم بادشاہ کو قید خانہ تجویز کرنے کا ذمہ دار یوں ٹھہراتے ہیں کہ قیدیوں پر ان کے مسلح مصاحبین مامور تھے وہ بادشاہ ہی تھے جو انہیں خراب کھانا بھجواتے تھے اور دو مرتبہ اچھا کھانا دیا تھا اور سپاہی پوچھتے تھے کہ اگر بادشاہ جان بخشی کریں تو وہ مسلمان ہونا اور لونڈیاں بننا قبول کرینگے یہ بھی ثبوت ہے۔ اتنا پڑھنے کے بعد ان کے ایسا کرنے پر کون شبہ کرسکتا ہے۔ کیا کوئی ایک بھی ایسا واقعہ گذرا ہے جو یہ بتلائے کہ ملزم نے کبھی ان پر کوئی عنایت یا مہربانی کی ہو؟ ان سے مہربانی بہت دور تھی جب تک ان لوگوں نے جو قیدیوں پر بے حد انسانیت ظلم کرتے تھے تحقیق نہ کرلیا ایک مسلمان عورت کو بھی قیدیوں کے ساتھ بند رکھا محض اس وجہ سے کہ وہ عیسائیوں کو کھانا پانی دیتی تھی۔ کیا سختی اور عناد کا اس سے بڑھکر بھی کوئی درجہ ہے بیشک تلوار کی دھار ان لوگوں کو ایسے برے قید خانہ میں تڑپ تڑپ کر جان دینے سے زیادہ پیاری ہوگی۔ اور آزادی بخشنے والی محسوس ہوتی ہوگی۔

کیا میں یہاں توقف نہ کروں اور استقلال سے فیصلہ عدالت کا منتظر رہوں؟ مگر ثبوت موجوں کی روانی کے ساتھ کامل ہوتا جاتا ہے اور میرا مقصد بھی یہی ہے کہ اس کے کسی شعبہ کو بغیر جانچے نہ چھوڑ دوں۔

گلاب چپراسی (یا نامہ بر) نے بیان کیا ہے کہ قتل کے دو روز قبل یہ مشہور ہوگیا تھا کہ انگریز دو ایک دن میں قتل کردیئے جائیں گے اور قتل کے مقررہ روز انبوہ کثیر قلعہ میں جمع ہو رہا تھا۔ ہر ایک گواہ جس سے اس کی نسبت کہا ہے۔ اس سین کے ایکٹروں اور تماشبینوں کے صبح کے وقت قلعہ میں جمع ہونے کی بابت کچھ نہ کچھ ضرور بتایا ہے اور چونکہ یہ آٹھ اور نو بجے صبح کے درمیان

واقع ہوا تھا تو کوئی شک نہیں کہ اسکی اطلاع تماشبینوں کو بہت پہلے سے کردی گئی تھی مطلق ظاہر نہیں ہوتا کہ اس دردناک نظارہ پر فوج یا رعایا نے اظہار ناراضگی کیا ہو۔ علاوہ ازیں گواہ کہتا ہے کہ بغیر احکام وہ ہو نہیں سکتا تھا اور احکام دینے والے صرف دو شخص تھے۔ بادشاہ یا مرزا مغل پھر وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا ان میں سے کس نے حکم دیا۔ آگے وہ بیان کرتا ہے کہ قتل کا میں مشاہدہ کر رہا تھا جہاں انگریز بادشاہ کے مسلح مصاحبین نہیں باڈی گارڈ کہتے ہیں اور باغی سپاہ سے گھرے ہوئے تھے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ گو میں نے کسی کو حکم دیتے نہیں دیکھا نہ سنا لیکن یک بیک مذکورہ بالا آدمی تلواریں کھینچکر دوڑے اور قیدیوں پر اتنی دیر تک پے درپے وار کرتے رہے کہ وہ سب بالکل قتل ہو گئے۔

دوسرے گواہ چنی لال اخبار نویس سے جب پوچھا گیا کہ انگریزوں کو کس کے حکم سے قتل کیا گیا تھا؟ تو صاف صاف جواب دیتا ہے "بادشاہ کے حکم سے ہوا تھا اور کون ایسا حکم دیسکتا ہے؟" وہ اور دیگر گواہ اس پر متفق ہیں کہ مرزا مغل بادشاہ کے فرزند اپنے مکان کی چھت سے صحن کو نظارہ کرتے تھے۔ مرزا مغل کا اسوقت میں ہونا گویا بادشاہ کا ہونا تھا۔ پس کیا یہ قابل اعتبار ہے کہ بادشاہ کے مسلح مصاحبین یعنی اسکے خاص باڈیگارڈ نے ایسے خونخوار مظالم کو ان کی مرضی کے خلاف کیا ہو گا۔ اس معاملہ پر اگر کچھ شک بھی ہو تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ ملزم کی تحریروں کو جنہیں خود انہوں نے تسلیم کر لیا ہے دیکھکر رفع ہو جائے گا جس میں انگریزوں کے خون کی پیاس بجا طور پر جھلک رہی ہے۔ مرزا مغل کی موجودگی کے علاوہ دیگر ثبوت بھی ہیں کہ مظلوم عورتیں اور بچے خاص بادشاہ کے حکم سے قتل کئے گئے ہیں بادشاہ کے اسپیشل سیکرٹری مکندلال کی شہادت پیش کرتا ہوں۔

سوال. کس کے حکم سے یہ لیڈیاں اور بچے جو قلعہ میں مقید تھے قتل کئے گئے؟
جواب دیتا ہے "یہ لوگ تین روز تک جمع ہوتے رہے چوتھے روز پیدل و سوار سپاہی مرزا مغل کے ہمراہ بادشاہ کے کمرہ خاص کے دروازے پر آئے اور ان کے قتل کرنے کی اجازت کے بادشاہ سے طلبگار ہوئے. بادشاہ اسوقت اپنے کمرہ خاص میں تھے. مرزا مغل اور بسنت علیخاں اندر چلے گئے جبکہ سپاہ باہر کھڑی رہی. ۲۰ منٹ کے بعد وہ باہر آئے اور بسنت علیخاں نے بآواز بلند کہا کہ بادشاہ نے قیدیوں کے قتل کرنے کی اجازت دیدی ہے. پس بادشاہ کے مسلح مصاحبین نے جن کے زیر حراست یہ قیدی تھے انہیں باہر نکالا- اور چند باغی سپاہیوں کے ساتھ انہیں قتل کر ڈالا. اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا مغل اسیوقت اس مکروہ ترین خونی کام کے لئے مسلح ہو کر آئے تھے. مذکورہ بالا کے سوا کچھ اور کہنا شاید بلاضرورت ہو لیکن ملزم کی ڈائری کا اقتباس ایسا قابل وثوق ہے کہ میں اس کے پیش کرنے پر مجبور ہوں حکیم احسن اللہ خاں کی شہادت اس کے بارے میں یہ ہے۔
سوال اس کاغذ کے ورق کو دیکھو اور پہچانو کہ یہ کس کا خط ہے
جواب- جی ہاں یہ اس شخص کا خط ہے جو ڈائری لکھا کرتا تھا اور یہ اس کا ایک ورق ہے

کورٹ ڈائری مورخہ ۱۶ مئی ۱۸۵۷ء کے ایک اقتباس کا ترجمہ

"بادشاہ نے دیوان خاص میں دربار منعقد فرمایا ۴۹ انگریز قید تھے اور فوج نے مطالبہ کیا کہ وہ اسے دیدئے جائیں بادشاہ نے یہ کہکر حوالہ کر دئیے کہ "فوج جو چاہے کر سکتی ہے" اور انہیں تہ تیغ کر دیا گیا. حاضرین کثیر تعداد میں تھے اور رؤسا و امراء افسران واخبار نویسوں نے حاضر دربار ہو کر مجرے عرض کئے"

یہاں اب ہمارے پاس زبانی شہادت کے علاوہ تحریری شہادت بھی ہے انکا ملزم کے تحریری اقبال جرم سے بھی بڑھکر کوئی ثبوت ہو سکتا ہے۔

میرا مطلب اس جوابدہی سے نہیں ہے جو محض عدالت کی خاطر بنائی گئی ہے جو سراسر جھوٹ ہے۔ اور جس میں ان حقائق صحیحہ کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو ان کے برخلاف ہیں بلکہ میں ان کے طول طویل خط کی طرف اشارہ کرتا ہوں جو اپنے فرزند مرزا مغل کو لکھا تھا اور جس میں اپنے مسیحی قیدیوں کو قتل کرنے کا اجر عظیم دکھلایا گیا ہے اس کے بعد اس مضمون پر زیادہ بحث کرنی فضول ہے اب جو تھے جرم قرار داد کا پچھلا حصہ غیر مشرح رہگیا ہے۔ اس کے قائم کرنے کے لئے ہمارے پاس ان مراسلات کی نقول موجود ہیں جو راؤ بھارا والی کچھ بھوج رنجیت سنگھ رئیس جیسلمیر اور راجہ گلاب سنگھ والی جموں کے نام جاری کئے گئے تھے اور ان کا مندرجہ ذیل اقتباس کافی ہوگا۔

بنام راؤ بھارا والی کچھ۔ خبر ملی ہے کہ تم خیر خواہ ما بدولت نے کفار کو بالکل تہ تیغ کر دیا ہے اور اپنی زمین کو انکی نجس موجودگی سے پاک صاف کر لیا ہے۔ ہم تمہاری اس کارروائی سے بہت خوش ہوئے اور اس لقب سے تمہیں اعزاز بخشتے ہیں۔ تم اپنے ملک میں ایسا انتظام کرو کہ مخلوق خدا کو کسی طرح کی تکلیف و اذیت نہ پہونچے علاوہ یہ کہ جو کفار تمہاری سرحد میں براہ سندر پہونچیں قتل کر دیئے جائیں۔ ایسا کرنے سے تم بالکل ہماری رضا و خوشی کے باعث ہوگے۔

بنام رنجیت سنگھ والی جیسلمیر۔

ہمیں پورا یقین ہے کہ ملعون کفار انگریزوں کا تمہاری سرحد میں نام و نشان بھی باقی نہ رہا ہوگا۔ اور اگر اتفاقاً کچھ فرار ہوگئے ہوں یا روپوش ہوگئے ہوں تو پہلے انہیں قتل کر ڈالو۔ پھر اپنے ملک کا پورا بندوبست کر کے مع افسران فوج حاضر دربار ہو۔ الطاف و عنایات تم پر مبذول کی جائیں گی

اور تم عزت و سرفرازی میں اپنے ہم مرتبہ لوگوں سے کہیں زیادہ بڑھ جاؤ گے۔

بنام راجہ گلاب سنگھ

تمام ملاعین انگریزوں کے قتل کی مفصل کیفیت جو تمہارے علاقہ میں تھے مجھے تمہارے خط سے معلوم ہوئی۔ تم قابل صد آفرین ہو تم نے اس معاملہ میں وہ کام کیا ہے جو ہر ایک بہادر کو کرنا چاہئے۔ زندہ رہو اور خوش حال۔ پھر لکھا ہے کہ دربار شاہی میں آؤ اور راہ میں جہاں انگریزوں کو پاؤ قتل کر ڈالو۔ تمہاری تمام خواہشات اور آرزوئیں پوری کیجائیں گی اور راجہ کے خطاب سے سرفراز کئے جاؤ گے۔

نمبر ۳ بیقاعدہ رجمنٹ کے وفعدار کی ایک درخواست ہے جس میں وہ ڈینگ مارتا ہے کہ تمام مظفرنگر کے انگریز افسروں کو قتل کروا ڈالا ہے جس کے صلہ میں ملازمت کا فرمان خود ملزم کا تحریر کردہ ہے

قرار داد جرم پر میں اپنی تقریر یہاں ختم کرتا ہوں۔ اور حضرات آپ کے فیصلہ پر چھوڑتا ہوں کہ آیا ملزم جو آپ کے کٹہرہ میں ہیں گوشہ نشینی اور کنج عزلت میں جا کر بھی اپنی معزول شدہ عظمت کے دعوے دار ہونگے یا تواریخ کے مجرمان اعظم میں سے ایک سمجھے جائیں گے؟ آپ کو بتانا ہوگا کہ کیا شاہی خاندان تیموریہ کا یہ آخری بادشاہ جو اپنی ضعیف العمری اور تقاضائے سن سے خمیدہ ہو گیا ہے نہیں بلکہ خاندانی تکالیف نے اس کی یہ حالت بنائی ہے آج اپنے آبائی محل سے جدا کر دیا جائیگا! یا یہی کمرہ دیوان خاص جو اعلیحضرت انصاف کی درگاہ آج کے روبرو ایک ایسے فیصلہ سزاوار ہو گی جو قرون آخر میں یادگار رہیگا کہ بادشاہ معصیت کرنیکے کیسے مجرم کی طرح آبرو ریختہ کرتے جاتے ہیں۔

اور کس طرح ایک شاہی خاندان کے تعیشہائے مدید ایک دن میں ہمیشہ کے لئے نیست کر دیئے جاتے ہیں۔

ملزم کی ذات پر جو جرائم قائم کئے گئے ہیں اور ثابت کئے گئے ہیں ان کا بیان اب ختم ہو گیا۔ میں بادثوق کہتا ہوں کہ اگر بلوہ گذشتہ اور سازش سابقہ کے وجود میں آنے کے اسباب بیان کروں تو بیجا نہ ہوگا۔ اڈریس ہذا کے پچھلے حصہ میں کہہ آیا ہوں کہ اگر مسئلہ کارتوس کے قبل دیسی جمعیتیں آمادہ پیکار ہوتیں تو ایسی ہولناک و عالمگیر بغاوت نہ پھیلنے پاتی ضرور وہاں کوئی دوسری زبردست و مخفی طاقت سربراہ کار تھی جس سے کلکتہ سے لیکر پشاور تک مختلف چھاونیوں میں پھیلی ہوئی تمام فوج متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ طرفین کی پوشیدہ کارروائی اور کسی پیشتر کی طیاری کے بغیر نہیں ہوا جسے اصطلاح میں سازش کہا جا سکتا ہے۔ میں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اتنے بہاری ھنگامہ و قتل کو کارتوس کی طرف ہرگز منسوب نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر مسئلہ کارتوس کو جو فساد کی تمنائے دیرینہ کو بر لانے کا فوری ذریعہ یا آلہ ہاتھ آیا تھا ان کارروائیوں میں پا اور کہیں شناخت کرنے میں قاصر رہا تو میں ندو سے بدتر ہونگا۔ یہ وہ چنگاری تھی جو اتفاقاً نہیں بلکہ قصداً پہلے کی تیار کردہ سرنگ کو اڑا دینے کے لئے منتخب کی گئی تھی۔ پھر سازش کے وجود کی نسبت میں یہ کہنا نہیں چاہتا کہ ہمنے کسی خاص سازشی جماعت کا پتہ لگا لیا ہے جس نے اسی طریقہ سے جیسا کہ ہمنے مشاہدہ کیا ہے ویسی پیدل میں بغاوت پھیلائی ہو۔ لیکن ایسی شہادت جیسے ہم بہم پہونچا سکے ظاہر کرتی ہے کہ وس بس سے کتنے ہی عرصہ قبل حکومت برطانیہ سے نفرت و نارا ضگی مسلمانوں میں بشیتر پھیلی ہوئی تھی جنہوں نے ہر ایک حسب مطلب موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور ان میں سے شاید ایک موقع حکومت برطانیہ میں الحاق اودھ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنی آخری سلطنت سے کے جو ہندوستان میں

یکہ دتہ ہارہ گئی تھی ہاتھ سے نکلجانے سے زیادہ قلق ہوا۔ اور چند وجوہات سے شاید
ہندو سپاہی کو بھی برا معلوم ہوا کیونکہ بجائے دیسی تعلقداروں کی ماتحتی کے اب
اسے انگریز کے زیر تحت آنا تھا۔ ایک گواہ جاٹ مل نے ہندو سپاہی اور ہندو
سوداگر کے گورنمنٹ برطانیہ کے لئے مختلف یہ جذبات کا خوب توازن کیا ہے۔
کیا ہندو اور مسلمانوں میں اس لحاظ سے کچھ فرق تھا؟ دریافت کرنے پر وہ جواب دیتا ہے
جی ہاں ضرور تمام مسلمان گورنمنٹ برطانیہ کا تختہ الٹ دینے کے درپے تھے جبکہ ہندوؤں میں
معزز سوداگر و تجار تاسف کرتے تھے وہ پھر آگے لکھتا ہے کہ فوج میں ہندو اور مسلمانوں
کے جذبات علی العموم یکساں تھے اور وہ دونو برابر خلاف تھے ہمارے ذاتی تجربات
بھی اس بات کے مؤید ہیں دیسی فوج کا کثیر حصہ ہندو تھا اور ہمنے نہیں دیکھا کہ ظلم
و تعدی میں کوئی کسر انہوں نے اٹھا رکھی ہو۔ اور جہاں تک فوج کا تعلق تھا۔
ہندو اور مسلمان ہر دو جرم کبائر کرنے میں ایک دوسرے سے فائق ہونے کی
کوشش کرتے تھے لیکن فوج سے علیحدہ بغاوت شاید کئی گذشتہ اسلامی
سازشوں پر مبنی ہے اور اغلباً اگر اسلامی نقش پا کی جستجو کیجائے تو معلوم ہو سکتا
ہے جنہوں نے گھڑے ہوئے اور جھوٹے افسانوں کو سچ کا تھوڑا سا حصہ ملا کر قوی الاثر
بنا دیا جن سے وہ افواج جن کی وفاداری پر کبھی ناز تھا متاثر ہو گئیں ایسے موقع کے
لئے موزوں نہیں ہے کہ گذشتہ سالوں کی طرف پلٹیں اور قدم بقدم ان اسباب
کی جستجو کرتے چلیں جنہوں نے باہم ملکر اس اعتبار کو فنا کر دیا جو موجودہ خائنوں پر
کیا گیا تھا۔ اور بیشک ان میں کے بعض وسائل گورنمنٹ کے دست قدرت میں تھے
کافی ہوگا اگر میں یہاں صرف گذشتہ مواقع کا تاریخوار نہیں بلکہ یونہی ذکر کروں۔ کہ
جن میں دیسی رجمنٹوں نے خود کو بہت کم قابل اعتبار ثابت کیا ہے۔ ان مواقع
سے یہ بھی ثابت کر دکھایا ہے کہ ایک بات پر سب کا اتفاق اور جذبات کی یکرنگی

ان میں ہوتی ہے اسوقت سے جو سبق ہمیں حاصل ہوئے وہ کبھی بھولے نہیں جا سکتے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہیں ایام سے ہندوستانی فوج ایک بڑی جھگڑالو جماعت ہوگئی ہے یہ بات نہیں ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ بہت زیادہ سپاہی اپنے طرز کے عمدہ اور احسن معنوں میں گورنمنٹ کے وفادار رہے "اپنے طرز کے" اس وجہ سے کہا ہے کہ میں نے تحقیق کیا ہے کہ ان میں اس قدر بھی استقلال اور راست بازی کا چھوٹا سا شائبہ بھی نہیں ہوتا جو ہونا چاہیے۔ ان کی وفاشعاری جہانتک قائم رہتی ہے فطرتاً نہیں ہوتی بلکہ عادتاً ہوتی ہے وہ ایسی غلط بیانیوں کے شائق ہیں جن میں کوئی مذہبی نکتہ موجود ہو۔ ایسی جماعت میں ضرور کوئی نہ کوئی فطرتی بھی ہوتے ہیں۔ ایشیائی طرز معاشرت کی جو کوئی بھی تھوڑی واقفیت رکھتا ہوگا فی الفور اسے تسلیم کریگا اور خصوصاً ہندوؤں کی نسبت کہ ان میں سے بہت تھوڑے برائی کی طرف راغب ہوتے ہیں جبکہ زیادہ حصہ بھلائی کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ تین یا چار ریڈروں کو سر بازار جرم کرنے کے لئے آگے بڑھنے دیجئے یا انہیں باغیانہ مخفی سازشوں میں شریک ہونے دیجئے۔ پھر باقیماندہ لوگ اگر فی الفور خائف نہ ہوگئے تو کبھی ان کی روک تھام یا مزاحمت کو اپنا فرض نہ خیال کرینگے گو وہ خود ایک حدتک محترز ہیں لیکن فعل متعدی کی مدافعت یا قتل و بغاوت کا انسداد، ان کے سیاسی یا مذہبی عقیدے کے کسی حصہ میں نظر نہیں آتا خطرناک ترین جرائم اسی طرح ترقی پذیر ہوتے ہیں اور چند روز میں ناکردہ گناہوں کو بھی ہمراہ لیکر قعر مذلت کی تہ میں گر پڑتے ہیں اور اس طرح چند افراد کے جرائم بہتیروں کی بربادی کا باعث ہوتے ہیں۔ گذشتہ بلوہ کو ترقی دینے میں یہی اثر کام کر رہے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے چند ہی لوگ انکار کرینگے اور میں جانتا ہوں کہ کوئی خط و کتابت عدالت میں پیش نہیں کی گئی اور نہ براہ راست شہادت فی الواقع ہم سپاہیوں سے یہ یاد نہ لے

سکے تاہم یہ بالکل صحیح ہے اور معتبر ذریعہ سے خبر ملی ہے کہ غدر سے ایک یا دو ماہ پیشتر ہمارے ہندوستانی سپاہیوں میں جو خطوط لکھے جاتے تھے بہ نسبت عام حالت کے بہت زیادہ تعداد میں تھے۔ یہ حال اُن حقائق سے ملکر جو ہمارے پیش نظر رہ چکے ہیں تاہیں سیدھا اس نتیجہ پر پہونچا دیتا ہے کہ کوئی زبردست تحریک ضرور کام کر رہی تھی جس کا نتیجہ نافرمانی اور ناراضگی ہوا۔

"تنقید بالا میں جو کچھ گزرا ہے اسے بدکردار باغیوں کی تحریک کی طرف منسوب کیا ہے۔ اب اگر قدرتاً دریافت کیا جائے کہ کیوں یہ نتیجہ ناراضگی بہ نسبت کسی اور موقع کے اس وقت ظاہر ہوا؟ اسکے چند وجوہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں مثلاً الحاق اودہ وغیرہ۔ دوسری وجہ یہ کہ پیشوایان مذہب کی مکارانہ بنائی ہوئی چہار دیواری بھی ہے جو پست ترین بیوقوفی کو پیروان مذہب میں محفوظ رکھتی ہے اور اس طرح مذہب کی آڑ سے انقلاب پیدا کیا جاتا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ انقلابی جماعت نے گورنمنٹ کی چند تازہ لغزشوں سے فائدہ اٹھایا ہے اور خفگی و شورش کو مذہبی تعصب پر پھیلایا ہے میرا منشا ہندو بیوگان میں ازدواج ثانی کی تحریک، ہر قسم کے کاروبار کے لئے بھرتی کرنا اور مسئلہ کارتوس وغیرہ سے ہے۔ میرا مقصد ان آدمیوں کی منت کرنے سے نہیں جن کے ضمیر میں صرف نفرت و کراہیت تھی وہ غرور پر نازاں تھے اور جہالت میں سرشار۔ وہ ایک گروہ بنگئے تھے اور فوجی اطاعت و فرمانبرداری میں حد سے زیادہ مغرور تھے۔ اتحاد طرفین میں وہ بڑے مشاق تھے۔ وہ گورنمنٹ کو اپنی فرضی تکالیف کا خاکہ دکھا کر ادر تدابیر بھی بڑی دلیری سے بتا دیتے تھے بلکہ ۱۸۵۳ لارڈ کیولر کے سزا دینے کے قبل بھی بغاوت کے آثار نمایاں تھے جو اس بغاوت سے کہیں بڑھکر تھے اسوقت بیشک مہذب بغاوت کی ہوا ہندوستانی فوجوں میں سرایت کر چکی تھی۔ کئی موقعوں پر سپاہیوں کو اس

خیال میں غرق پایا گیا ہے کہ اگر فوجی حکم کی نافرمانی ایک فرشی سلام و عاجزانہ روش کے ہمراہ ہو تو بہت وقت سے جرم ہو سکتی ہے اتحاد میں مشاق ہونے اور جماعت کی طاقت سے بخوبی آگاہی رکھنے کی وجہ سے انہوں نے اپنی شکایتوں کو فرداً فرداً نہیں بلکہ بالاتفاق گورنمنٹ کے سامنے لا کر کھڑا کرنے میں بہت کم موقع ہاتھ سے جانے دیئے ہیں۔ ایسے موقعوں پر ہندو مسلمانوں میں کچھ فرق نہیں رہتا تھا۔ مفویانہ کارروائی کے لئے وہ بہت جلد متحد ہو جاتے تھے۔

اور فی الواقع اگر ہم تواریخ میں چھان بین کریں تو میں یقین کرتا ہوں کہ ایشیائی قوموں کی باقاعدہ حالت کا صحیح اندازہ لگا سکیں گے۔ غالباً یہ مذہبی قواعد کے زیر انتظام رکھنے کا ضروری نتیجہ ہے کہ بڑی بڑی زبردست جماعتیں متحد الخیال ہوتی ہیں۔ وفادا ہوتی ہیں جو تعلیم و تربیت سے کسی طرح ممکن نہیں۔ فوجی تعلیم بدون ان معاونین کے ایک خوفناک ہتھیار ہے۔ جو آخر کار اسی پر وار کرنے دوڑتا ہے جس نے اسے تیز کیا ہو۔ ثبوت اس کا یہ ہے کہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایشیا کی غیر مسلح و غیر تربیت یافتہ مخلوق کی بغاوت و مفسدہ پردازی بہت شاذ و نادر ہے۔ حالانکہ شاہان ہند کے زمانے میں ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنانا بغاوت پھیلانے کے لئے بہت کافی تھا۔ ایسے وقت میں صرف تربیت یافتہ سپاہی کا حملہ سلطنت پر ہوتا ہے زمانہ سلف میں مذہبی شان ایک حد تک، مختلف مذاہب کے افراد کو کسی سیاسی یا دیگر معاملہ کے لئے متحد الخیال ہونے میں شاید مزاحم ہوئی ہو مگر ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اسی مذہبی شان نے جمہوریت کی خواہش مند کثیر سوسائٹیوں کی پیدائش کو لازمی قرار دیا ہے جنہوں نے اہل ہند کو فی الفور متحد الخیال ہو جانے میں مشاق بنا دیا ہے اور یوں انہیں خاص اغراض کیلئے متفق ہو جانیکے بنیادی سبق پڑھائے ہیں۔ جب تک ایسی کثیر جماعتوں کے متحد الخیال ہو جانیکا قوی مادہ پیدا ہو گیا ہو تو ان اسباب کی وجہ سے انہیں صرف موقعہ چاہئے تھا اور کسی بات کا انتظار نہیں دیکھنا کہ کسی فوج نے ایک عظیم

پیش کردیا اور واقعات نے دوسرا عطا کردیا پھر برہمن اور مسلمان ایسے متحد ہو گئے کہ گویا دونوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں فوج میں ہم پیشہ ہونے کی وجہ سے ان میں برادرانہ یگانگت رہتی تھی۔ ایک ہی پوشاک ایک ہی انعام، ایک ہی طرح سے چلتے اور ایک ہی طرح کے مقاصد پر حاوی ہوتے تھے اور وہ اکثر ایک دوسرے کے جداگانہ تہواروں میں شرکت کرتے اور گورنمنٹ کی مہربانی سے نشوونما پایا ہوا اتحاد آخر کار اسی کے تہ و بالا کرنے کا ذریعہ بنا۔

میں اتمام حجت کے لئے ان تمام تاثرات کو جو تازہ حادثہ میں معاون ہوئے ہیں بہ تشریح بیان کرنا نہیں چاہتا۔ اس مقام پر ایسی بحث شاید پسندیدہ نہ ہوگی غرضیکہ مجھے یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف مجرب کارتوس ہی اس حادثہ کا موجب نہ تھے نہ ہو سکتے ہیں۔ سپاہیوں میں پہلے سے طیاری ہو رہی تھی اور لوگوں کو خصوصاً مسلمانوں کو ملک میں پہلے سے بدظن کیا جا رہا تھا بیشک مجھے صحیح تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس حادثہ کو اسلامی سازش کے ضمن میں رکھنا چاہیئے جس کا خاص مدعا حکومت برطانیہ سے نفرت و بدگمانی پھیلانا اور غلط خبریں لغو اور بے بنیاد قصے پھیلا کر لوگوں کو انقلاب کے لئے آمادہ کرنا تھا۔ جہاں تک پتہ لگایا جا سکتا ہے اس سازش کی ابتدا ملزم یا ان کے دیگر ہمراز مثلاً حسن عسکری وغیرہ سے ہوئی۔ چاہے جو ہو مگر اس میں شک نہیں کہ شیدی قنبر قسطنطنیہ و ایران کے بادشاہوں کے پاس سفارت لیکر گیا تھا۔ ان حکومتوں سے استدعا کی گئی تھی کہ ایک اسلامی سلطنت کی مدد کریں۔ یہ قابل غور ہے کہ متعدد واقعات باہمدیگر جمع ہو گئے ہیں۔ معتبر شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیدی قنبر کی روانگی مئی ۱۸۵۷ء سے بالکل دو سال قبل ہوئی تھی اور اس کی واپسی کا وعدہ بھی عین ایام غدر میں تھا۔ یہ تحقیق ہو چکا ہے۔ پھر اس کا توازن اس پیشینگوئی سے کرتا ہوں جو مسلمانوں میں تھی کہ جنگ پلاسی ۱۷۵۷ء سے لیکر ۱۰۰ سال تک انگریزوں کی حکومت ہندوستان پر رہے گی۔ اب ہم بخوبی ان مصالح کو سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے مسلمانی تعصب کو

گزشتہ شان و شوکت کے پھر واپس آنے کا یقین دلایا تھا۔ میں پیرزادہ حسن عسکری کا خواب بیان کر چکا ہوں جس کی غرض مصنوعی خواب سے بادشاہ اور ان کے اہالیان کے حسب منشا خیالات کا اظہار اور اپنے تصرف کرنا تھی۔ ہمیں تو یہ حالات لایعنی معلوم ہونگے مگر بیشک یہ اُن باطل پرست دلوں پر منقش ہو گئے تھے جن کے سامنے پیش کئے گئے تھے جس شخص کے لئے کہا جاتا تھا کہ وہ صاحب کرامت ہے گو وہ دروغگو ہی کیوں نہ ہوتا مگر اس کی ہر ایک بات قابل یقین تھی اور پیرزادہ کا خواب انکی امیدوں کو تقویت پہنچانے کا ایک نسخہ تھا۔ ہمیں محمد درویش کی عرضی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو اس نے مسٹر کالون لفٹنٹ گورنر کو ۲۷ مارچ ۱۸۵۷ء کو لکھی تھی کہ حسن عسکری نے بادشاہ دہلی کو یقین دلا دیا ہے کہ شہزادہ ایران نے بوشہر پر قبضہ کر لیا ہے اور عیسائیوں کو اس نے تباہ کر دیا ہے اور کسی ایک کو زندہ نہیں چھوڑا بہتیروں کو قید کر کے اپنے ہمراہ لے گیا ہے اور بیشک بہت جلدی ایرانی فوجیں براہ کابل وقندھار دہلی آجائیں گی اور وہ آگے لکھتا ہے کہ محل میں اور خصوصاً بادشاہ کے ملاقاتی کمرہ میں شب و روز شاہ ایران کی آمد کا تذکرہ رہتا ہے اور حسن عسکری نے بادشاہ کو یہ یقین دلا دیا ہے کہ اسے مکاشفہ غیبی ہوا ہے کہ شاہ ایران کی سلطنت بیشک دہلی تک ہو جائے گی اور وہ بادشاہ دہلی کو تاج بخشدے گا اور دہلی کی قسمت پھر جاگ اُٹھے گی! محرر آگے لکھتا ہے کہ قلعہ میں اور خصوصاً بادشاہ کو اس خبر سے بہت مسرت ہے اور یہ سنکر اتنی خوشی ہوتی ہے کہ نذر اور نیازیں کیجاتی ہیں اور حسن عسکری روزمرہ ڈیڑہ گھنٹہ قبل شام شاہ ایران کے جلد آنے اور عیسائیوں کے پامال ہو جانے کا وظیفہ پڑہا کرتا ہے اور ہر ایک جمعرات کو ان مراسم کی ادائیگی کے لئے کئی خوان کھانے کے اور مٹھائیں تلنے کے پیسے اور کپڑا وغیرہ بادشاہ کے یہاں سے حسن عسکری کو بھیجا جاتا ہے۔

اب ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اس معاملہ میں مذہبی شیخیت کو کتنا دخل ہے اور یہ اسلامی سازش کیسی مکمل اور بلا شرکت غیرے تھی اگر ہم گذشتہ سنیریوں کا نظارہ کرتے، ان باطل پرستانہ مراسم کو ادا ہوتے بچشم خود دیکھتے اور وہ دعائیں جو شاہ ایران کی آمد عیسائیوں کی تباہی کے لئے مانگی جاتی تھیں بنفس نفیس سنتے تو بیشک سال گزشتہ کے وقوعات حادثہ کی جو علی الدوام یاد رہیں گے دردناک تصویر قبل از وقت ہی ہماری نظروں میں پھر جاتی۔ اگر ہم ان دستاویزوں و عرضیوں کو بھی دیکھیں جن میں سے بوئے عناد ٹپک رہی ہے تو ہم مسلمانوں کے کینہ کو سمجھ سکتے ہیں جو صرف دنیا ہی پر موقوف نہیں رہتا بلکہ عقبیٰ میں بھی جاتا ہے۔ عذاب ابدی پر جو محض ان کا تصور کردہ ہے خوشیاں مناتے ہیں کسی شخص کو دریافت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی کہ آیا در اصل ہندوستان میں لاکھوں شریف النفوس بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں یا صرف چند کا خیال انگریزوں کی نسبت ایسا ہوا ہے میں اس پر بغیر اظہار خیال کئے اسکو اپنے سامعین کی رائے پر چھوڑتا ہوں مسز الڈویل ہمیں بتاتی ہیں کہ انہوں نے محرم کے زمانہ میں مسلمان عورتوں کو اپنے بچوں کو یہ دعائیں سکھاتے سنا کہ انکے مذہب کی فتح ہو اور یہ دعائیں عموماً انگریزوں پر لعن طعن سے مملو ہوتی تھیں مظلوم و بیگناہ عورتوں اور بچوں کی موت کے بعد بھی ان کے غصہ و حسد کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی یا ترس و رحم کی خفیف آواز ان کے سینوں میں نہ جاگی۔ بلکہ لوکل اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مکروہ ترین قتل کے بعد ۲۰۰ مسلمان حوض پر کھڑے ہوئے قیدیوں پر لعنت کر رہے تھے۔ کیا یہ ایسی عفریت آپ سنگدلی و عداوت کا پتہ نہیں دیتا جس کا بہت مشکل سے یقین آئے گا۔ ا س م ب ... طی رطی

دوسرا مسئلہ جس پر میں رائے زنی کروں تقسیم چپاتیاں ہیں جو بہکٹ کی شکل تھیں پھر خواہ وہ گورنمنٹ کے نام سے تقسیم کی گئی ہوں اور یہ مقصود رہا ہو کہ عوام کے

ذہن نشین کرادیں کہ آئندہ صرف ایک مذہب اور ایک کھانا رہے گا۔ یا بموجب دوسرے قول کے ان کا یہ مدعا ہو کہ لوگوں میں جوش و طیاری کے آثار نمایاں ہو جائیں اور بالکید یگر مل کر آنے والے حادثہ کے لئے ہوشیار ہو جائیں۔ بہرحال یہ تدبیر نہایت خطرناک تھی اور ایسے لوگوں میں بدگمانی پیدا کرنے والی تھی جو اس قسم کے جذبات سے قبل ازیں ناآشنا تھے دیہاتی لوگوں پر اس سے کوئی قوی اثر نہیں پڑا اور اس کی وجہ غالباً حکومت کا سرعت سے اس طرف توجہ کرنا اور اس کا تدارک کر دینا تھی اور شاید یہ بھی دلچسپ ہوگا اگر ہم طشت ازبام کردیں کہ ایسی کارروائی کی ابتدا کیونکر اور کہاں سے ہوئی یہ کارروائی اور آٹے میں ہڈیوں کے ملانے کی افواہ بلاشبہ ایک ہی جڑ سے نکلی ہیں اور دونوں کو اسلامی سازش کی گہری ہوئی فطرت کی طرف منسوب کرنا صاف بیانی یا استدلال قطعی کی حد سے باہر نہیں ہونے دیتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو سپاہی اپنی پہلی لغزش جذبات پر نادم ہوتے ہیں اور مسلمان سپاہیوں پر ملامت کرتے ہیں کہ انہوں نے بلاوجہ ہمیں گمراہ کیا اور ان کارروائیوں کے دوران میں دوسرا ثبوت یہ ہے کہ گو ہم اسلامی سازشوں کی کھوج میں جہاں تک ہماری تحقیقات لائی پہونچ گئے۔ مگر ہمیں کوئی ایسا کاغذ دستیاب نہیں ہوا جس سے یہ معلوم ہو کہ ہندوؤں نے بھی جماعت بنکر ہمارے خلاف سازش کی۔ یا ان کے برہمنوں اور پنڈتوں نے بھی عیسائیوں سے جہاد کرنے کی تبلیغ کی ہو۔ ان کے پاس کوئی بادشاہ تخت نشین کرانے کے لئے نہیں تھا کوئی مذہب تلوار سے اشاعت پھیلانے کے لئے نہیں تھا۔ ایسی حالت میں چپاتیوں یا پسی ہوئی ہڈیوں کو آٹے میں ملانے کی غلط بنائیاں انکی طرف منسوب کرنا گویا بغیر کسی معقول وجہ کے الزام لگانا ہے۔ اس اسلامی سازش میں استقلال و چالاکی بھی پائی جاتی ہے جس کے وسیلہ سے یہ اپنا کام کئے جاتی ہے۔ چپاتیوں کی تقسیم کو جب جلد ہی

بند کر دیا گیا تو اس کی جگہ کوئی اور شگوفہ کھلانا چاہیئے تھا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہڈیوں کا آٹے میں ملانا "بہت ہوشیاری کے ساتھ چپاتیوں کے سلسلہ میں جوڑا گیا چنانچہ مشہور ہو گیا تھا کہ "ایک مذہب ایک کھانا" یہ بے شکل والی اور بے وقت کی چپاتی تھی۔ تجویز کرنے والوں نے سوچ لیا تھا کہ چپاتیوں اور انگریزی مداخلت سے بیحد مناسبت ہے اور یہ چپاتیاں شورو شر کی ایجنٹ بنکر خوب کام چلائیں گی اور اسی لئے آٹے اور ہڈیوں کی آمیزش سے انہیں اور تقویت پہونچگئی۔ پھر سپاہیوں میں یہ پھیلانا کہ گرانڈ ٹرنک روڈ کی دوکانوں پر یہی آٹا ملتا ہے جہاں سے کوچ کرتے وقت سپاہیوں کو مجبوراً خریدنا پڑتا تھا۔ یہ انقلابیوں کی دلی خواہش تھی انہوں نے یہ بھی عام طور پر مشہور کر دیا تھا اور یقین دلایا دیا تھا کہ گورنمنٹ لوگوں کو جبراً عیسائی بنا رہی ہے۔ ان کی بازی خود ان کے ہاتھ تھی اور میرا خیال ہے کہ انہیں انتہا سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ میں ضرور اعتراف کرونگا کہ چپاتیوں سے لیکر ان کے ایک چھوٹے سے معمولی کام میں بھی ایک زبردست چال معلوم ہوتی ہے اور ان کا وہ جہاز صاف نظر آتا ہے جس میں انقلابی سوار تھے۔

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ کوئی معمولی قابلیت کام نہیں کر رہی تھی اور انقلابیوں نے اپنی طرف سے کوئی مفسدانہ کوشش اٹھا نہیں رکھی تھی۔ ہم اس زمانہ کے دیسی اخبارات کا حوالہ دیتے ہیں۔

ہم دیکھیں گے کہ کتنی چالاکی سے مقصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا گیا ہے۔ چپاتیاں ہڈیوں کا سفوف، مجرب کارتوس۔ خیر یہ تو سب ہندوؤں کی طرف منسوب کئے لیتے ہیں۔ لیکن ایک دوسری غذا مسلمانوں کے لئے درکار تھی اور ہم سمجھ سکتے ہیں کہ کتنی صفائی سے اس حکمت عملی کو نبا ہا گیا ہے۔ پہلا پرچہ شاہ ایران کے حکم سے شروع کیا گیا ہے جو اس نے فوجوں کو طہران میں جمع ہونے کے لئے دیا۔ پھر آگے

بیان کرتا ہے کہ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ دوست محمد خاں کے خلاف شاہ ایران کی ایک چال ہے۔ اپنے مقصد کو چھپانے اور دوست محمد خاں کے درپردہ انگریزوں سے لڑنے اور فتح پانے کی ایڈیٹر یقین رکھتا ہے کہ بہر وجوہ تینوں طاقتوں میں یقینی اتحاد ہوگیا ہے۔ دوسرا اقتباس ۲۶ جنوری ۱۸۵۷ء کا ہے۔ اور ایڈیٹر یوں کہتا ہوا شروع کرتا ہے کہ بادشاہ فرانس یا شہنشاہ ٹرکی نے ابھی تک انگریزوں یا ایرانیوں سے متحد ہونیکا اعتراف نہیں کیا ہے لیکن دونو طرف کے سفیر ہر دو سلطنتوں میں خفیہ آتے جاتے ہیں اور تحائف بھی لیجاتے ہیں بعض لوگ (ایڈیٹر کہتا ہے) بیان کرتے ہیں کہ شاہ فرانس و شہنشاہ ٹرکی انگریزوں کے قضیہ میں نہ پڑینگے۔ لیکن زیادہ تر لوگ کہتے ہیں کہ وہ شاہ ایران کے طرفدار ہونگے روسیوں کی بابت یہ ہے" پھر آگے کہتا ہے کہ" انہوں نے اپنی طیاریوں کو پوشیدہ نہیں رکھا ہے اور وہ ایرانیوں کو فوج اور مال سے امداد کرتے رہینگے یہ بھی کہا گیا ہے کہ درحقیقت صرف روسی ہی اس جنگ کے بانی مبانی ہیں۔ اور ایرانیوں کی آڑ پکڑ کر اپنے اغراض فتح ہندوستان کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ روسی فوج جرار لیکر میدان میں آجائیں گے" اب یہاں صرف ایران و روس ہی ہندوستان کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں بلکہ فرانس و ٹرکی بھی۔ ان کی مدد پر آمادہ ہیں اور غریب انگریزوں کو دوست محمد خاں کے افغانوں تک کا سہارا نہیں۔ خیر ایڈیٹر صاحب کو ایسی مشفقانہ ہولناک خبریں سنا کر کہنے دیجئے کہ ناظرین صادق الاخبار منتظر ہیں کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ دوسرے اقتباس میں ہم دیکھتے ہیں کہ شاہ ایران نے اپنے درباریوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انکو مختلف مقامات کی حکومت عطا فرمائیں گے جن میں سے ایک بمبئی دوسرا کلکتہ تیسرا پونا۔ اور تاج ہندان بادشاہ دہلی کو بخشدیگا۔ یہی مذموم جو ہمارے سامنے

موجود ہیں۔ حضرات! آپ کو یاد ہوگا کہ صادق الاخبار کی کئی کاپیاں محل میں جایا کرتی تھیں اور ہر ایک شخص ان خوشیوں کا اندازہ لگا سکتا ہے جو ایسی خبریں خصوصاً نادر دس کا چار لاکھ فوج جرار لیکر آنا پڑھکر ہوتی ہونگی۔ نیز اس کا بیشمار ذخائر جنگ تسخیر ہند کے لئے ایرانیوں کی مدد میں بھیجنا وغیرہ لیکن صرف اہل قلعہ یا شہزادوں ہی کو اس کے سننے سے خوشی نہیں ہوتی تھی بلکہ تمام آبادی جو انہیں سنتی مارے خوشی کے پھولی نہیں سماتی تھی۔

سر تھیوفلس میٹ کاف نے ہمیں بتایا ہے کہ ایرانیوں کے ہرات کی طرف بڑھنے کا چرچہ زبان زد عام تھا۔ اور روسیوں کی فوجکشی کا بھی تذکرہ ہوتا رہتا تھا۔ اس زمانہ میں ہر ایک اخبار کا کابل میں نامہ نگار رہتا تھا۔ اور غنیم کی نقل و حرکت کا خیالی پلاؤ پکایا جاتا تھا۔ اور وہی گواہ بیان کرتے ہیں کہ سپاہیوں میں اس وقت تحریک سرگرم تھی اور غدر کے پانچ یا چھ ہفتہ قبل لائنوں میں یہ خبر صحیح بتائی جاتی تھی کہ ایک لاکھ روسی شمال کی طرف سے آرہے ہیں اور کمپنی کی حکومت تباہ ہو جائے گی۔ اور فی الحقیقت روسیوں کے آنے کی خبر عام طور سے جابجا پھیلی ہوئی تھی ایسی غلط افواہوں کا زہر اپنا اثر کر رہا تھا۔ پھر غدر کا ناگہانی ہو پڑنا یا مچربی کارتوسوں کا بہانہ ہمیں اندھا بنانے کے لئے ہے۔

صادق الاخبار کے اقتباس میں ہمنے پڑھا تھا کہ دوست محمد خاں انگریزی کا مشتبہ دوست ہے اور در پردہ ایرانیوں سے ملا ہوا ہے پھر یہ بھی کتنی صفائی سے لکھا ہے کہ چار وجوہات کی بنا پر شاہ ایران انگریزوں سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوا ہے۔ پہلا ہرات جسے کسی مورخ نے ہندوستان کا دروازہ کہا تھا۔ دوسرے روسیوں کی غیبی امداد جو اسے ملے گی تیسرے شرفائے ایران ہند پر فوجکشی کرنے کے لئے مستعد ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کامیاب کریگا۔ چوتھے تمام ایران کا

جہاد کے لیے اُٹھ کہڑا ہونا۔ شگون و معجزات بھی اسلامی قلب کو جنبش دینے کے لئے کافی ہوتے ہیں چنانچہ صادق الاخبار مورخہ ۵ ستمبر ۱۸۵۵ء اسے ثابت کردیگا جس کی سرخی یہ ہے۔

ضلع ہانسی۔ مقامی خبریں۔

حال ہی میں دیہات سے ایک شخص آیا ہے اور ایڈیٹر سے بیان کرتا ہے کہ کئی مقامات پر بے موسم کی ہولی جلائی گئی ہے جس شخص نے یہ بیان کیا اسکو حقیقی طور پر معلوم ہوا ہے کہ بے موسمی ہولی کا سبب یہ ہے کہ تین لڑکیا اکھٹی پیدا ہوئی تھیں اور تینوں اسیوقت بولنے لگیں پہلی نے کہا کہ آنیوالا سال بڑی آفات کا ہے اور بلیات تمام قوم کو تکلیف پہونچائیں گی دوسری نے کہا جو زندہ رہیں گے وہ دیکھیں گے تیسری بولی، اگر ہندو اس موسم میں ہولی جلائیں تو ساری آفتوں سے بچے رہیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

مجھے احتمال ہے کہ ایسے بیانات و واقعات ان لوگوں پر اثر نہیں کرسکتے جو مغربی خیال کے ہیں۔ ہرات کا لیلیا۔ ایرانی شرفا کی دعائیں اور ان لڑکیوں کی پیشین گوئیاں ہمارے لئے اس قابل بھی نہیں کہ ہم ان کو نظر اٹھا کر بھی دیکھیں۔ لیکن اگر ہم ایشیائی خیالات و عقائد کو اسی پیمانہ میں جانچیں جو ہمارے اپنے خیالات کے جانچنے کا ہو تو ہم بہت بڑی غلطی کر رہے ہونگے۔ اگر مذکورہ ایڈیٹوریل بیانات پر غور کریں تو ہم دیکھیں گے کہ جن کے لئے لکھے گئے تھے کتنی خس پوشی سے ان کے عقائد پر حاوی ہیں۔ ان کی پیشینگوئیوں کا پورا اترنا حسن عسکری کے خواب اور شیدی قنبر کی سفارت اور اسلامی قدیمی روایات سب کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ کیا ہم اب بھی نہیں سمجھ سکتے کہ قلعہ اور اخباری پریس میں کتنا گہرا تعلق تھا۔؟ کیا یہ واقعات

اتفاقیہ تھے؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک پیرزادے کے خواب درباری منصوبے اور اخبارات کی من گھڑت اتفاقیہ ایک ہی مسئلہ پر بحث کرے؟ ہم ان ولفرہیوں کو دیکھ چکے ہیں جن سے ہندو سپاہیوں کو قابو میں لایا گیا تھا اور کیا ہم یہاں اس محرک روح کو نہیں پہچان سکتے۔ کیا یہ واقعات اسلامی غرور اور تعصب اور مذہبی جنگ کے لئے نفسانیت کو نہیں ظاہر کرتے اور کیا انگریزوں سے اتنی نفرت انکی ذاتی خصوصیات پر مبنی نہیں ہے۔ اور ۱۹ مارچ کے صادق الاخبار میں لکھا جا چکا ہے کہ بیان کیا گیا ہے کہ ۹۰۰ ایرانی سپاہ مع افسران کے ہندوستان میں داخل ہو گئی ہے۔ اور ۵۰۰ ایرانی سپاہ بتبدیل لباس دہلی میں موجود ہے" مانا کہ یہ بیان ایک شخص صادق خاں نامی کے اظہار پر جو خود بھی تبدیل لباس میں تھا لکھا گیا تھا اور جس نے اپنا صحیح نام پوشیدہ رکھا تھا۔ مگر بیشک یہ حالات بھی اس تجویز کا ایک حصہ تھے اور اخبار کی سرگرم تحریک میں انہوں نے بھی سہارا دیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ایڈیٹر صاحب نے اپنے ناظرین کے خیالات کو اس مضمون سے جوش دلانے کے لیے عمداً یہ مضمون پیش کرکے باغیانہ تحریک کا فرض ادا کیا ہے۔ دریافت کیا جائے کہ شہر کے مقتدر اخبار میں بغیر کسی بین یا مستند شہادت کے ایک گمنام شخص کا بیان کیونکر دیا جا سکتا ہے؟ یہ فقط ایرانیوں کی سازش کو جو ہمارے یقین میں بالکل لغو ہے نہیں ظاہر کرتا۔ بلکہ اڈیٹر صاحب اور ان کے تمام اہالی موالی کی گہری سازش کا پتہ دیتا ہے یاد ہے کہ یہ نام یعنی صادق خاں اس اشتہار میں بھی تھا جو جامع مسجد کی دیوار پر چسپاں تھا۔ وہ اعلان اور ۹۰۰ سپاہیوں کا افسانہ لازم و ملزوم ہیں۔ جو ایک دوسرے کو تقویت پہونچا سکتے تھے۔ اگر کوئی اعلان کے لئے بازپرس کرتا تو جواب تیار تھا کہ اس کا لانیوالا پانچسو تبدیل لباس والے سپاہیوں کے ہمراہ دہلی میں موجود ہیں اگر ایرانیوں کے دخول پر یقین نہ کیا جاتا تو کیا اعلان بطور ثبوت موجود نہ تھا! اس ایلچی

فریب کی تہ ہر جگہ یکساں ہے اور جوں جوں ہم اس معاملہ میں مزید غور کرتے ہیں ان حیلوں اور چالوں کا جو ایسے مناسب طریق سے عمل میں لائی گئیں یقین زیادہ ہوتا جاتا ہے

اعلان کی ایک طرف ڈھال دوسری طرف تلوار بالکل بے معنی ہونگی مگر مغرز افسر کا قصہ جو اسے پورا کرنے آئے کیا ہے! اعلان سرتاپا غلط ہے اور ہمارا یقین کلی ہے کہ سازش اور اسلامی سازش کی کھلی ہوئی حالت ہے بیشک کسی اور طرف اس اعلان کو منسوب کرنا غیر ممکن ہے۔ پھر وہ کون تھا جو اعلان لایا اور لکھا؟ میں یقین کرتا ہوں کہ ایڈیٹر اخبار سے اس کا جواب مل سکتا ہے جس نے اس مضمون کو کثرت سے شائع کیا ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مضمون اس کا حسب دلخواہ ہے جس پر وہ پوری طرح حاوی ہے۔ اس کے پاس اسکی اصلی نقل[1] ہے اور اسی سے اسکی وضاحت ہو سکتی ہے اور بلا شبہ پوری طرح اسکو علم ہے کہ اعلان کا لکھنے والا کون ہے۔

میں نہیں چاہتا کہ ایک ہی مضمون پر اڑا رہوں اور اخبارات کے اقتباس پیش کر کرکے اسلامی سازش کا ثبوت دئے جاؤں مگر اس میں ہی اسلامی سازش مجھے نظر آتی ہے اور دیگر شہادات سے بھی اس کا ثبوت میرے لئے دشوار نہیں۔ بہرحال ایک اور اقتباس ہے جسے یہاں چھوڑ دینا بہت بڑی غلطی ہوگی۔

مورخہ ۱۳ راپریل کے پرچہ کا اقتباس ہے اور سر تھیوفلس میٹ کاف کی شہادت کے مطابق جو انہوں نے بیان کیا ہے کہ غدر سے پندرہ روز قبل مجسٹریٹ کے نام ایک گمنام درخواست آئی تھی کہ شہر کا کشمیری دروازہ انگریزوں سے چھین لیا جائیگا۔ کیونکہ شہر کا مستحکم و مضبوط مقام یہی ہے جو کہ شہر اور دہلی کی چھاؤنی کو باہم ملاتا ہے لہٰذا سب سے پہلے جب کبھی شہر میں ہنگامہ برپا ہوگا اس دروازے پر قبضہ کیا جائیگا۔ اس سے بیحد مناسبت ہے۔ سر تھیوفلس میٹکاف کہتے ہیں کہ گو یہ درخواست کبھی موصول نہیں ہوئی مگر معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ لکھی گئی تھی

[1] [illegible]

اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دلوں ہندوستانیوں کے خیالات کیا تھے"
پس کوئی شک نہیں رہا کہ وہ اقتباس بھی اسی مخرج سے نکلا تھا اور اس درخواست کے مضمون کی سچی تفسیر تھا جسے ایڈیٹر نے بلا خوف وخطر چھاپ دیا کتنی حکمت و دانائی سے تجویز گھڑی گئی تھی تاکہ صرف انہیں لوگوں کی سمجھ میں آسکے جو اس راز سے واقف ہوں۔ مگر اب سب پر روشن کر دیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر کہتا ہے کہ "مجسٹریٹ کی عدالت میں کئی درخواستیں گذری ہیں اور ان میں یہ لکھا ہے کہ آج سے ایک مہینہ کے بعد کشمیر پر حملہ کیا جائیگا۔ جس کی خوبصورتی فرحت افزائی کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے
" اگر ایک کباب شدہ جانور کشمیر میں پہنچ جائے تو اس کے بھی بال و پر وہاں پیدا ہو جائیں گے۔ اور یہ ارضی بہشت۔ لکھنے والوں کے قبضہ میں آجائے گی"
دریافت کیا جائے کہ دہلی کے مجسٹریٹ کو درخواست دینے والے کیونکر کشمیر لے سکتے تھے؟ اور اب کون نہیں سمجھ سکتا کہ شہر دہلی کے کشمیری دروازہ کو اس کے ہمنام ملک سے موسوم کرکے پردہ ڈھانپ دیا ہے اور خوبصورتی و فرحت افزائی کو کشمیری دروازہ کی گذشتہ خوبصورتی پر محمول کیا ہے۔ میں یہاں غور کرنے کے لئے نہیں ٹھہر جاتا کہ آیا مرغ بسمل دسوختہ جاں کی تمثیل کلامی سے موجودہ ملزم مراد ہیں یا کیا مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ دروازہ پر قبضہ کر لینے سے انہیں اپنے نوچے ہوئے[1] بال و پر درست ہو جانے کی امید تھی اور اس کے ذریعہ مرتبہ اعلیٰ پر پرواز کرنا چاہتے تھے۔ ۱۳ر اپریل کو یہ بیان کرنا کہ آج کی تاریخ سے ایک مہینہ بعد بہت سخت ہنگامہ ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یعنی اسی جگہ افسروں پر فیر کئے گئے تھے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ ایڈیٹر صاحب صادق الاخبار کو سازش سے ضرور واقفیت تھی ورنہ وہ اتنی صحیح پیشینگوئی کی اقلیم میں بلند پروازی کرکے نہ پہونچ سکتے۔

---

[1] گذشتہ شوکت وعظمت۔

ایڈیٹر کی مذکورہ بالا دانشمندانہ خبر اور جواں بخت کی ناتجربہ کارانہ گفتگو ایک دوسرے کی مماثل ہیں اور فی الواقع تحیر خیز ہیں۔

اا رمئی کو حملہ کیا گیا جس کی اطلاع پیشتر دیجا چکی تھی۔ اور اس کے بعد وہی ہوا جو ذکر ہو چکا ہے۔ پس کیا میرے سامعین میں سے کوئی ہے جو کہے کہ بہت گہری اور خفیہ سازش کو اس سے کچھ واسطہ نہیں!

ملزم کا اس سے گہرا تعلق رکھنے کا ثبوت یہیں تمام نہیں ہو جاتا بلکہ کچھ اور بھی ہے۔ "موجود" حبشی جو صرف بادشاہ کا ملازم ہی نہیں بلکہ ان کا خاص اور ہمیشہ ان کی خدمت میں رہنے والا تھا۔ مسٹر ایوریٹ کو علیحدہ لیجایا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنی فوج سمیت کمپنی کی فوج سے علیحدہ ہو جاؤ اور بادشاہ کی ملازمت اختیار کرلو۔ کیونکہ موسم گرما میں ہر جگہ روسی ہی روسی دکھائی دینگے۔ مسٹر ایوریٹ خندہ زن ہوتے ہیں اور اسے اس شخص کی بیوقوفی تصور کرتے ہیں۔

لیکن اب ہمارے پاس کافی ثبوت ہیں کہ وہ کوئی بڑی گہری بات تھی چنانچہ ان کی دوسری ملاقات میں جو غالباً ایک ماہ بعد ہوئی جبکہ غدر برپا ہو چکا تھا موجود کہتا ہے "کیا میں نے تمہیں چلے آنے کے لئے نہیں کہا تھا؟" اور پھر تاکید کی شرح بیان کرتے ہوئے شیدی قنبر کا پورا قصہ بیان کرتا ہے کہ وہ کیونکر شاہ دہلی کی سفارت لیکر قسطنطنیہ گیا۔ اور اس نے روانگی کے وقت مکہ جانیکا کیسا بہانہ کیا۔ مجھے یہ تشریح بالکل تعجب خیز دکھائی دیتی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہنگامہ میرٹھ صرف بغاوت کی بنا نہیں تھی بلکہ بغاوت کی مکڑی عرصہ سے بہت بڑا جالا تن رہی تھی اب کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمان دیسی افسران اور اہل رجمنٹ دہلی و میرٹھ میں کوئی گہری سازش نہیں تھی؟ مسٹر ایوریٹ بھی آخر عیسائی تھے جنہیں باغیوں نے اپنے ہمراہ ملانا چاہا اور خبر نہیں کہ اگر ان کی بجائے کوئی مسلمان

افسر ہوتا تو بیشک وہ عیسائیوں کے محکوم رہنے پر بادشاہی ملازمت کو ترجیح دیتا اور جس زمانے میں بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لینے کی ان سے استدعا کی گئی تھی میرٹھ کے کورٹ مارشل کی خبر دہلی میں بالکل نامعلوم تھی کیا اس سے بھی نہیں معلوم ہوتا کہ تیاری بہت عرصہ پہلے سے ہو رہی تھی اور انہیں کہا کس نے تھا؟ کیا صرف ایک خانگی ملازم ایک ادنیٰ اردلی گو وہ کتنا ہی منظور نظر کیوں نہ ہو بدون اپنے آقا کے حکم کے ایک رسالدار اور پوری پلٹن کو گورنمنٹ کی ملازمت سے برطرف کرا کر خود ملازمت دے سکتا ہے؟ اتنے بڑے گروہ کو شاہی ملازمت سوائے بادشاہ کے اور کون عطا کر سکتا ہے! میں استدعا کرتا ہوں ان لوگوں سے جو میرے مخاطب ہیں کہ ان سوالات پر خوب غور کریں اور پھر دیکھیں کہ کیا ملزم کی شرکت اس سے ثابت نہیں ہوتی؟ ہمیں مکھن لال سکرٹیری سے بھی معلوم ہوا ہے کہ تین سال قبل کچھ پیدل سپاہ متعینہ دہلی بادشاہ کی مرید ہو گئی تھی اور اس موقع پر بادشاہ نے ہر ایک کو ایک شجرہ دیا تھا جس میں ان کے متقدمین کے اسماء و احکام تھے جو ایک دوسرے کے مرید ہوتے گئے تھے! ور خود بادشاہ کا نام بھی ان میں شامل تھا اور ایک ایک سرخ رومال اپنی برکت کی علامت کے طور پر دیا تھا۔ اب سے تین سال قبل شیدی قنبر کی سفارت ایران وقوع میں آئی تھی۔ اور مسلمانوں کی سازش کی ابتدا بھی اسیوقت سے ہوئی۔ ایک ہی موقع کا انتخاب کرنا جس میں ایک طرف تو بے انتہا زہد و تقوی کی نمایش دوسری طرف بادشاہی شان کا غیر معمولی دکھاو۔ پوری طرح ہمیں بتاتا ہے کہ ضرور ان دونوں باتوں میں کوئی نہ کوئی پولیٹکل چال مضمر تھی لفٹنٹ گورنر کے ایجنٹ نے ان نمائشوں کا انسداد کر دیا تھا لیکن گواہ کہتا ہے کہ اس روز سے فوج میں اور بادشاہ میں تعارف ہو گیا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ تسلیم کر لیا گیا ہے

کہ فرد قرار داد جرم میں پانچ باتیں اور اضافہ کی گئی ہیں یعنی پیرزادہ حسن عسکری کے بیان کردہ خواب اور پیشینگوئیاں، شیدی قنبر حبشی کی سفارت قسطنطنیہ و ایران۔ ہندوؤں کو بغاوت پر آمادہ کرنے کا مدبرانہ منصوبہ۔ ہندوستانی پریس کی مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنے کی تحریک۔ اور آخری یہ کہ دیسی فوج کے ہندو مسلمانوں کو اسی اور دیگر قسم کی تدبیروں سے وفاداری سے منحرف کرانا۔ کیا ان پانچوں باتوں میں ملزم کی شرکت کا پتہ ملتا ہے یا نہیں؟ اگر سوال ہذا کے جواب میں جیسا کہ مجھے یقین ہے اعتراف کیا جائے تاہم ایک بات اور باقی رہجاتی ہے جو شاید اہم ترین ہے یعنی آیا وہ ان تمام معاملات میں مقتدا ہے یا مقتدی؟ یا حقیقی محرک کرنیوالے؟ میر قافلہ اور پیشوا رہے؟ یا رہنما یا تابع فرمان۔ یا کٹھ پتلی یا مرشدانہ چالوں سے مذہبی تعصب کی ترقی کے لئے کوشاں؟ میں یقین کرتا ہوں کہ کئی آدمی موخرالذکر کی طرف مائل ہونگے معلوم ہو اسلامی تعصب سب سے پہلا حملہ آور تھا۔ اس خاص مذہب کا کینہ و تعصب حکومت کے لئے جدوجہد کر رہا تھا مغویانہ سازش اسکا وسیلہ ملزم اس کے دانشمند کا رکن اور سر ایک ممکن جرم بھیانک انجام۔

میرا خیال ہے کہ علاوہ شاہی خاندان سے وابستہ ہونیکے ملزم ہندوستان میں مذہبی شان دلاویزی سے دیکھے گئے ہیں۔ پولیٹیکل اور مذہبی یہی ہر دو متحدہ قوتیں تھیں جنہوں نے ملزم کو سازش میں مدعو کیا۔ اسلامی جوش و تعصب ہم ہر جگہ پاتے ہیں جو کاغذات سے عیاں ہے اور عرضیوں میں وہ چمک رہا ہے اور اپنے افعال میں نہایت قوی الاثر ہے اس کے موثر حملہ سے مخلصی ملنا بہت مشکل نظر آتا ہے۔ شہزادہ مرزا عبداللہ کا اپنے ملاقاتی اور پچھلے وقت کے دوست کو لوٹ لینا پھر اپنے چچا کو قتل کرنے کے لئے بھیجنا اس کی مبالغہ آمیز مثال نہیں ہے۔ پھر ایک مسلمان افسر مرزا تقی بیگ پشاوری جو گورنمنٹ برطانیہ کی ملازمت میں معزز عہدہ

پر مامور ہونے اور معقول تنخواہ پانے کے باوجود اپنی کتابوں میں سے کتنی سلیم الطبعی سے حوالہ دیتا ہے کہ "ایک انقلاب ہوگا اور حکومت برطانیہ بالکل نیست نابود ہو جائیگی اس سے بھی زیادہ کریم بخش دہلی کا میگزین والا اس کا متبع پایا جاتا ہے جو انگریزی تنخواہ پاتے ہوئے فارسی کی تعلیم و تعلم سے فائدہ اٹھا کر دیسی رجمنٹوں میں خفیہ مراسلات بھیجتا ہے کہ میگزین کے ساختہ کارتوس مجرب کئے گئے ہیں اور سپاہیوں کو اس معاملہ میں اپنے انگریز افسروں کا اگر وہ کچھ کہیں تو یقین نہ کرنا چاہیے" غور کیا جائے کہ یہ شخص کتنا بڑا خائن ثابت ہوا پھر جبکہ بادشاہ کی فوجیں میگزین پر حملہ آور ہو رہی تھیں تو کیسی سرگوشیاں کر رہا تھا کیا اس کی سازش میں شرکت کرنے سے کوئی انکار کر سکتا ہے جبکہ ظاہراً انگریزوں کی نوکری کر رہا تھا مگر باطن میں ان لوگوں سے ملا ہوا تھا جو انگریزوں کی تباہی کے درپے تھے ؛

میں بہت خوشی سے ایک بات کا حوالہ دیتا ہوں وہ محمد درویش کی درخواست ہے جو ایک حیرت انگیز خط ہے جسے مسٹر کالون لفٹنٹ گورنر آگرہ اس شریف و بہادر شخص نے بھیجا تھا اور اپنے یہاں اسکا ذکر کئے بغیر نہ رہنا چاہیے جو کہ ایک مسلمان کی طرف سے برطانیہ کی وفاداری میں ایک بہترین مثال ہے۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ اس کے ساتھ اس دوسری درخواست کو شامل نہیں کر سکتا جو نبی بخش خاں کی طرف سے بتائی جاتی ہے جو بادشاہ کو ارسال کی گئی تھی اور کہتے ہیں کہ لکھا ہوا تھا "عورتوں اور بچوں کا قتل ناجائز ہے پھر درخواست کی گئی تھی کہ علمائے دین سے فتوی لیا جائے۔ چنانچہ جب سے میں نے اسے عدالت میں پیش کیا ہے اس کے اس وقت لکھے جانے میں بھی کئی شکوک پیدا ہو گئے ہیں اور تعجب نہیں کہ دہلی پر قبضہ ہو جانے کے بعد بغرض انعام و منافع حاصل کرنے کے لکھی گئی ہو۔ اس کے ایسا ہونیکا یقین اس وجہ سے ہوتا ہے کہ نبی بخش خاں جیسی

حیثیت کا آدمی بادشاہ کو ایسی نصیحت کرنے یا تحریر کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا کہ سپاہ کو پہلے اپنا غصہ بادشاہ پر اتارنا چاہیئے۔ چنانچہ نبی بخش خاں ڈینگ مارتے ہیں کہ میں نے ایسا لکھا۔ بیشک کچھ مثالیں ایسی ہیں جن میں مسلمانوں نے انگریزوں سے نہایت اچھا سلوک کیا اور وہ بوجہ قلیل ہونے کے بہت دلچسپ ہیں۔ ہم اس سے استنباط کر سکتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم کا ان کے پیروں کے دل پر اثر نہ ہوا۔ اور نہ ایسی تعلیم ایسے اصول علم الہیٰ کیا انہیں خونخواری و مغویانہ جرائم کی طرف لیجاتے یہانتک کہ عام انسانیت بھی ان کے افعال سے بالاتر ہے۔

(سرکاری وکیل صدمہ کے سبب عقل سے خارج ہو گیا تھا ورنہ ایسے الفاظ نہ کہتا میرا دیباچہ اس کا جواب دیگا) (حسن نظامی)

ایڈریس ہذا کے درمیان میں نے بارہا مسلمانوں کی سازش کا ذکر کیا ہے اور ہم بیشک ۱۸۵۷ء کے واقعہ ہائلہ کو اسی کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔ میں نے بتانے کی کوشش کی ہے کہ ملزم ہندوستان میں بطور پیشوائے دین کے ہیں اور اس سازش میں بھی بطور لیڈر کے شریک رہے ہیں۔ میں نے یہ بھی بتایا ہے کہ پریس نے اور مسلمانوں نے ملک ہندوؤں کو بھڑکایا اور خصوصاً فوجی سپاہ کو اشتعال دلایا۔ نمبر ۳ لائٹ کیولری کے سواروں کا کارتوس لینے سے انکار کرنا ثابت کر سکتا ہے کہ ایسا ہی ہے۔ ان ۸۵ سواروں میں سے زیادہ حصہ مسلمانوں کا تھا۔ اور ان لوگوں کی کوئی ذات پات نہ تھی۔ اس حالت میں اگر گائے یا سور کی چربی بھی کارتوسوں پر ملی گئی ہوتی۔ تاہم ان کے پاس کوئی مذہبی اعتراض نہیں تھا۔ کپتان مارٹینیو ہمیں بتاتے ہیں کہ انبالہ کے سپاہیوں میں مسئلہ کارتوس پر جب بحث ہوتی تو مسلمان ہنستے تھے اسی سے ہم جان سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا

مقصد کھلم کھلا بغاوت تھا۔ اور ایسی حرکت کرنے کا کوئی قابل پذیرائی عذر، یا معافی کے لایق کوئی وجہ نہیں رکھتے۔ اور پھر اگرچہ ان کی تکلیفوں کا کوئی ثبوت نہیں تھا تاہم انہوں نے بغاوت کی اور ہندوؤں کو بے دہرم ہو جانے کا خوف دلاکر اپنے ہمراہ شامل ہونے کی ترغیب دی۔ میں نے جو یہ کہا کہ "ہندوؤں کو شامل ہونے کی ترغیب دی" تو اس کا ہمارے پاس بیّن ثبوت ہے اور وہ ایسی بات ہے جس میں مسلمان اپنے شاکی دوستوں کی ہمدردی نہ کر سکے اور ہندوؤں کو بھی اس حکمت عملی کے ڈھونڈھ نکالنے میں زیادہ غور کی ضرورت ہوئی چنانچہ ایک گواہ جس کا حوالہ بار بار دیا جا چکا ہے ہم سے بیان کرتا ہے کہ لڑائی کے بعد ہی فوراً ہندوؤں نے اپنے رفیق مسلمانوں کو ملامت کرنی شروع کی کہ تم نے ہمیں ورغلایا اور تذبذب میں پڑ گئے کہ کیا درحقیقت انگریزی گورنمنٹ ہمارے مذہب میں دخل دینا چاہتی تھی ہندو سپاہیوں کی کثیر تعداد نے کہنا شروع کیا کہ اگر ہمیں یقین ہو جائے کہ ہماری جان بخشی کر دیجاوے گی تو ہم پھر گورنمنٹ کی ملازمت میں آ جائیں گے۔ لیکن مسلمان اس کے برخلاف کہتے رہے کہ بادشاہ کی ملازمت انگریزی ملازمت سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور نواب راجہ بادشاہ کو فوج کثیر سے مدد دینگے اور آخر کار ہم ہی فتحمند ہونگے۔

اگر ہم ان واقعات پر سرسری نظر ڈالیں جو دوران کارروائی میں وقتاً فوقتاً ہمارے سامنے پیش ہوتے رہے ہیں تو ہم دیکھیں گے کہ صرف مسلمان ہی خلش دار پیکاں ہیں جو باہم جڑے ہوئے ہیں۔ ایک مسلمان پیرزادہ اس کے فرضی خواب اور بناوٹی طاقت اعجاز۔ ایک مسلمان بادشاہ اور اس کے دلی ضعیف الاعتقاد ارتکاب جرائم۔ ایک مسلمان خفیہ سفارت اسلامی طاقتوں ایران اور ٹرکی کو برانگیختہ کرنے کے لئے، ہماری طاقت کے زوال کی نسبت مسلمانی پیشینگوئیاں

ہماری حکومت مٹا کر اسلامی حکومت کا خیال مسلمانوں کا کیا ہوا جابرانہ قتل، اسلامی غلبہ کی خاطر جہاد، ایک مسلمانی پریس کا اشتعال دلانا۔ اور مسلمان سپاہیوں کا بغاوت کرنا۔ ہندویت کے متعلق میں ضرور کہونگا کہ یہاں اسپر ذرا غور کیا جائے اور روشنی ڈالی جائے کیونکہ وہ تو فقط ہمیشہ اپنے پیشقدم ہمسائے کی حکم بردار رہی ہے

اسلامی سازش کی بحث اب ختم ہو گئی میرا یہ مدعا نہیں ہے کہ دیگر سازشی ہماری پیش نظر کارروائیوں سے بری ہو گئے کیونکہ یہاں میں نے صرف ان لوگوں کو منتخب کیا ہے جو مجھے سب سے زیادہ بڑھکر ذمہ وار نظر آئے۔ میں بیٹھنے کے قبل چاہتا ہوں کہ ایک سوال کروں اور کپتان مارٹینر کی شہادت میں سے جواب دوں۔ کیا تمنے کبھی سپاہیوں کو یہ شکایت کرتے سنا ہے کہ انگریز پادری ہندوستانیوں کو زبردستی عیسائی کر ڈالتے ہیں؟

جواب: جی نہیں، عمر بھر میں کبھی نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ ایک شمہ بھی اس کا خیال کرتے ہوں؟ میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی افسر ایسا نہیں ہے، جسے سپاہیوں کے طرز عادات سے تھوڑی بہت واقفیت نہ ہو۔ یا ان کے احساسات وجذبات کو نہ جانتا ہو وہ بیشک اس خیال کی تصدیق کردیگا کہ عیسائی مشن کا ہندوستان میں کوئی خوف نہ تھا۔ مناسب طریقہ سے تبلیغ مسیحیت ہندوستانیوں اور فوجیوں کو خوف نہیں دلاتی۔ اگر وہ وعظ و نصیحت جو فقط تبلیغ کا ایک ذریعہ ہے یہاں کی جائے تو کسی مذہب کو تعصب نہیں ہو سکتا۔ پیروان مسیح کی تعداد میں ترقی کی کوشش، جہانتک مجھے معلوم ہے ہندوستانیوں میں بری نظر سے نہیں دیکھی جاتی۔ اور اگر اسے اسکی اصلی شان سے پیش کیا جائے تو کوئی شک نہیں کہ ان کی آنکھوں کے سامنے سے موجودہ تاریکی کا پردہ دور ہو جائیگا اور معلوم ہوگا کہ مسیحیت کوئی ذات نہیں ہے اور وہ ہر چیز کھانیکا حکم دیتی ہے۔ اگرچہ تو قیر

گھٹانیوالا خیال ان کے دلوں سے دور ہو جائے تو ساتھ ہی ہندوؤں کا خوف بھی غائب ہو جائیگا وہ دیکھیں گے کہ مسیحیت کو زبردستی پھیلانا غیر ممکن ہے اور ان کے دل سے بغاوت کا یہ قوی ترین ہتھیار نکال ڈالنا چاہیئے۔ لیکن اگر میں یونہی کہتا چلا جاؤں تو حکومت کی پالیسی کی بیخکنی کر رہا ہونگا۔ پس میں عدالت کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ بغور میری طرف متوجہ رہی اور ساتھ ہی مسٹر مرفی مترجم کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس میں اور دیگر مقدمات میں قابل قدر اعانت کی۔ مشرقی علوم میں انہیں کامل دستگاہ ہے۔ زبانی اظہارات میں طراری اور مستعدی جس سے تمام مختلف نوشتوں کو ترتیب دیکر پڑھنا اور بغیر معمولی وقت کے دستاویزوں کا صحیح اور ان کے مفہوم کو قائم رکھتے ہوئے ترجمہ کرنا ثابت کرتا ہے کہ فارسی اور اردو پر انہیں پورا عبور ہے۔ ان کئی کاغذات کے علاوہ جو نوٹ ہیں نہایت قیمتی ہیں اور میرے کہنے کے بغیر خود ہی مسٹر مرفی کی مترجمانہ اعلیٰ قابلیت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگر میں اس طرح ان کے احسانات کا اعتراف نہ کروں تو ضرور میں اور وہ ہر دو ناقص رہجائیں گے۔



دہلی ۔ ایف جے ۔ ہیریٹ میجر
۹ رمارچ ۱۸۵۸ء ڈپٹی ایڈوکیٹ جنرل و وکیل سرکار

عدالت تجویز رائے جوریان کے لئے ختم ہوتی ہے

تجویز و رائے جوریان

عدالت اس شہادت پر جو اس کے پیش نظر ہے متفق ہے کہ ملزم محمد بہادر شاہ سابق بادشاہ دہلی تمام جرائم کے مجرم ہیں جو ان کے برخلاف بیان کئے گئے ہیں

ایم ڈاوس لفٹنٹ کرنل
پریسیڈنٹ

دہلی
۹ رمارچ ۱۸۵۸ء

ایف جے ۔ ہیریٹ میجر
ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل

منظور کیا گیا اور بحال رکھا گیا

این ۔ پینی ۔ میجر جنرل
کمانڈنگ میرٹھ ڈویژن

سہارن کیمپ
۹ راپریل ۱۸۵۸ء

عدالت تین بجے سے غیر معین وقت تک کے لئے ملتوی کردی گئی ۔

ضمیمہ کارروائی مقدمہ

محمد بہادر شاہ سابق بادشاہ دہلی

شہادت حکیم احسن اللہ خاں سابق طبیب بادشاہ دہلی۔

لارڈ ایلنبروف گورنر جنرل کی طرف سے بادشاہ کا نذرانہ دیا جانا موقوف ہوگیا۔ تو وہ ہمیشہ مغموم رہتے تھے۔ پہلے تو انہوں نے اس معاملہ کے متعلق انگلستان کو لکھا اور پھر ہمیشہ اس حکم کے برخلاف شکایت اور اپنی ناراضگی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ نیز اس سے بہت رنجیدہ تھے کہ ان کی خواہش تھی کہ چھوٹا لڑکا مرزا جواں بخت ولیعہد مقرر کر دیا جائے اور حق تعاسب سے بڑے لڑکے مرزا فتح الملک کا اور جواں بخت کی ولیعہدی کی مخالفت کی تھی۔ تھوڑے عرصہ بعد مرزا حیدر ولد مرزا خان بخش پسر مرزا سلیمان شکوہ اپنے بھائی مرزا مراد کے ہمراہ لکھنؤ سے آئے اور انہوں نے بادشاہ کو رضامند کر کے ایجنٹ لفٹنٹ گورنر کو لکھنے کی ترغیب دی کہ انہوں نے (بادشاہ نے) شہزادوں کو گورنمنٹ آفس میں اپنا ایجنٹ مقرر کیا ہے۔ مگر لفٹنٹ گورنر کے ایجنٹ نے منظور نہ کیا کیونکہ شہزادوں کو ایسے کام پر مقرر کرنیکا قاعدہ نہیں تھا۔ جاتے وقت لکھنؤ کے شہزادے اپنے ہمراہ کئی کاغذات لیتے گئے جنپر بادشاہ کی مہر ثبت کرالی گئی تھی۔ اور ان شہزادوں کو حرم سرائے شاہی میں بھی بڑا رسوخ تھا لکھنؤ میں مرزا حیدر نے شاہ عباس کی درگاہ پر بادشاہ دہلی کی طرف سے ایک علم چڑھایا اور مجتہد کو ایک تحریری رقعہ دیا جو پنسل کا لکھا ہوا تھا اور جسپر بادشاہ دہلی کی مہر ثبت تھی۔ اس رقعہ میں تحریر تھا کہ بادشاہ دہلی نے شیعہ عقائد اختیار کر لئے یہ اطلاع دو تین شہزادوں سے ملی ہے جو سنی مذہب رکھتے تھے۔ نیز کئی سنیوں کی عرضیوں سے بھی معلوم ہوا جو بادشاہ دہلی کے نام سے موصول

ہوئی تھیں۔ ان میں سے میں ان لوگوں کو جانتا ہوں۔ امین الرحمن خاں باشندہ دہلی مگر لکھنؤ میں بود و باش اختیار کرلی تھی۔ شیدی بلال جو پہلے بادشاہ کے ہاں ملازم تھا۔ مگر پھر لکھنؤ جا کر ملازمت کرلی تھی۔ جب یہ حالات دہلی میں معلوم ہوئے تو کئی علماء بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہمیں آگاہ کیا جائے کہ یہ کیا بات ہے! بادشاہ نے جواب دیا کہ مرزا حیدر نے بادشاہ کی مہر تمام کاغذات پر لگالی ہے جو خود اپنے ہاتھ سے لکھے تھے اور بادشاہ نے بھی ایک فرمان مجتہد کو دیا ہے پھر بادشاہ نے آگے کہا کہ ان کے فرمان میں صرف یہ لکھا ہے کہ وہ (بادشاہ) اہلبیت سے بہت محبت کرتے ہیں اور جو ان سے محبت نہ کرے وہ مسلم نہیں ہے بعد ازاں بادشاہ کی درخواست پر لفٹنٹ گورنر کے ایجنٹ نے اس فرمان کی نقل لکھنؤ سے منگوا دی اور اس کاغذ میں بعینہٖ وہی مضمون نکلا جو درخواستوں میں ظاہر کیا گیا تھا۔ اسوقت یہ یقین کر لیا گیا تھا کہ بادشاہ نے علاوہ مجتہد کے فرمان کے کچھ شاہ اودھ کو بھی لکھا ہوگا جو خود شیعہ تھے۔ اور مرزا حیدر نے ضرور بادشاہ دہلی کو ان سے ملک فتح پانے کی امید دلائی ہوگی

ایک سال بعد معتبر خبر ملی تھی کہ مرزا نجف ایران گیا ہے جو مرزا حیدر کا بھائی اور بادشاہ دہلی کا بھتیجا تھا۔ مولوی بکر کی بتائی ہوئی یہ خبر بھی اخبار میں شائع کی گئی تھی کہ مرزا سے شاہ ایران نہایت عمدگی سے پیش آیا۔ میں نے مرزا علی بخت سے جو مرزا نجف کا بڑا گہرا دوست تھا دریافت کیا کہ آیا مرزا نجف بادشاہ دہلی کا کوئی خط شاہ ایران کے پاس لیکر گیا ہے۔ اس نے اس کی تصدیق کی اور بتایا کہ خط کا مضمون یہ تھا کہ بادشاہ دہلی نے شیعہ مذہب قبول کرلیا ہے اور آپ ان کی امداد کیجئے۔ مزید براں اس خط میں بادشاہ دہلی نے اپنی خراب حالت کا شکوہ کیا تھا۔ اور مفلوک الحالی ظاہر کی تھی۔ مرزا علی بخت نے ساتھ ہی یہ بھی۔

کہا کہ ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا ہے۔ چند ماہ بعد شیدی قنبر نے حج کی تیاری کی اور مکہ جانے کی اجازت چاہی۔ پیرزادہ حسن عسکری کی معرفت رخصت مل گئی اور زاد راہ کے لئے کچھ خرچ بھی دیدیا گیا۔ اس کے چند ماہ بعد جاٹ مل ملازم گورنمنٹ برطانیہ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا درحقیقت شیدی قنبر حج کرنے گیا ہے اس نے پھر کہا کہ مجھے یقین نہیں کہ وہ حج کو گیا ہو بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایران گیا ہے میں نے کہا مجھے علم نہیں لیکن خواجہ سراوں سے خفیہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ در اصل وہ ایران گیا ہے اور پیرزادہ حسن عسکری کی معرفت رات کے وقت اسے چند کاغذات دیئے گئے تھے جس میں بادشاہ دہلی کی مہر ثبت تھی اس سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ شیدی قنبر مرزا نجف کے پاس گیا تھا کہ پچھلی خط وکتابت کا جواب لائے یہ تمام حالات سنیوں سے پوشیدہ رکھے گئے تھے (اور میں بھی انہیں شامل تھا) کیونکہ بادشاہ کا مذہب مرزا حیدر نے تبدیل کرا دیا تھا۔ اس کا ذکر بھی کرنا چاہئے کہ بادشاہ دہلی ان تمام خبروں کے سننے کے مشتاق رہتے تھے جو ایران اور بوشہر سے تعلق رکھتی تھیں۔

مرزا حیدر کوئی معمولی آدمی نہیں تھا بلکہ وہ بادشاہ دہلی کا خاص رشتہ دار یعنی بھتیجہ تھا اور لکھنؤ سے ایک ہزار روپیہ ماہوار وظیفہ پاتا تھا۔ وہ خاندانی شیعہ تھا اور اس کے دادا سلیمان شکوہ اور اس کے والد خان بخش دونو شیعہ مذہب کے تھے۔ ان کے مذہب میں یہ بڑا ثواب ہے کہ غیر مذہب والے کو اپنا ہم مذہب بنا لیا جائے علاوہ ازیں اس نے دنیاوی فائدہ کو بھی نظر انداز نہ کیا ہو گا جو اسے تین ہم عقیدہ بادشاہوں کے ہونے سے حاصل ہو سکتے تھے یعنی بادشاہ دہلی و لکھنؤ و ایران۔

اس میں شک نہیں کہ شاہ ایران سے خط وکتابت کرنے کی تجویز سب سے پہلے مرزا حیدر نے بتائی تھی جس نے اپنا ذاتی نفع بھی سوچا تھا اور یہ بھی خیال

کر لیا ہو گا کہ بادشاہ دہلی کے شیعہ ہونے کا حال شاہ ایران کو بذریعہ اخبارات مرزا نجف کے جانے کے قبل ہی معلوم ہو جائے تاکہ بادشاہ اس سے خاطر و مدارات سے پیش آئے۔ بہادر شاہ بادشاہ اپنے پولٹیکل منصوبوں کو پوشیدہ رکھنے کی بہت کم پرواہ رکھتے تھے۔ ان کے معمولی معمولی ملازم اپنر اچھا خاصہ اثر رکھتے تھے چنانچہ خواجہ سراؤں سے کچھ بھی مخفی نہیں تھا۔ کیونکہ وہ ہر ایک مقام پر جا سکتے تھے۔ بادشاہ اپنی بیگمات کو بھی پولٹیکل معاملات میں شریک کرتے تھے اور ان کی سنتے تھے چنانچہ زینت محل بیگم کے خوش کرنے کو انہوں نے اسکے لڑکے مرزا جواں بخت کو اپنا ولیعہد بنانا چاہا تھا۔ حالانکہ وہ بالکل کمسن اور اس مرتبہ کے لائق نہ تھا۔ خواجہ سراؤں کے قبضے میں تمام راز رہتے تھے۔ کیونکہ انہیں کہیں جانے کی ممانعت نہ تھی حتیٰ کہ خلوتخانوں میں بھی بید ہڑک جا سکتے تھے چنانچہ محبوب علی خواجہ سرا بادشاہ کے تمام معاملات کا مختار تھا۔

میں نے وہ خط کبھی نہیں پڑھا جو بادشاہ دہلی نے شاہ ایران کو لکھا تھا۔ البتہ جو کچھ سنا تھا من وعن بیان کر دیا۔ میرے خیال میں بادشاہ دہلی نے ضرور مالی اور فوجی امداد چاہی ہو گی۔ ~~بادشاہ روپیہ کی پرستش کرتے تھے کا ثبوت یہ ہے کہ طمع میں پڑ کر باوجود ضعیف العمری کے اپنا مذہب تک تبدیل کر دیا تھا۔~~

میں نے کبھی نہیں سنا کہ شاہ ایران کے خط میں دیسی فوج کو گورنمنٹ سے باغی کرانیکی تجویز بادشاہ نے کی ہو اور نہ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا کیا گیا ہو گا کیونکہ اس وقت ایسا چرچہ نہیں تھا۔ بادشاہ دہلی نے صرف ایران سے قرابت کرنے کا خیال کیا تھا۔ مجھے خواجہ سراؤں سے معلوم ہوا تھا اور اسی وقت اپنر مہر ثبت کی گئی تھی اور رشیدی قنبر کو دیکر ہدایت کی گئی تھی کہ انہیں لیجا کر مرزا نجف کو دیدے۔ اور گذشتہ خط کا اور اس کا جواب لائے۔

میں جانتا ہوں کہ ان کاغذات میں جو شیدی قنبر کو دیے گئے تھے کوئی نئی بات نہیں تھی اگر ہوتی تو تخواجہ سرا ضرور بتاتے۔ شیدی قنبر ایران روانہ ہو گیا اور اس کے بعد اخبار میں شائع ہوا کہ مرزا نجف ایران پہونچگیا ہے۔ شیدی قنبر کے جانے کے ایک سال بعد صوبہ اودھ گورنمنٹ برطانیہ کے زیر نگیں آگیا۔ اور ہنومان گڑھی میں بھی شیدی کی روانگی کے بعد ہنگامہ ہوا تھا۔

بہادر شاہ گورنمنٹ کی مرضی کے موافق نہیں تھے۔ گورنمنٹ کا خیال تھا کہ انکی وفات کے بعد قلعہ کو شاہی خاندان سے خالی کرا لیا جائیگا۔ اور گورنمنٹ کا یہ ارادہ مرزا فتح الملک کو ولیعہدی ملجانے کے بعد ظاہر ہوا تھا۔ اسوجہ سے بادشاہ اکثر کہا کرتے تھے کہ مرزا (فتح الملک جس کی جانشینی کے بادشاہ مخالف تھے) کو اپنی ولیعہدی پر خوشی منانیکا بہت کم موقع ہے کیونکہ بادشاہ کے بعد انکے جانشین کا کچھ اختیار نہ رہیگا نہ اسے قلعہ میں رہنے دیا جائیگا۔

ایران کی لڑائی کے دوران میں بعض شہزادوں کا خیال تھا کہ اگر روس نے ایران کی مدد کی ہوگی تو انگریزوں کو ضرور شکست فاش ہوگی اور ایرانی ضرور ہندوستان کے مالک ہو جائیں گے۔ بادشاہ کو بھی اس رائے سے اتفاق تھا۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ مرزا نجف نے ایران سے کوئی خط لاکر دہلی میں پہونچایا ہو۔ البتہ (اگر کوئی خبر بھیجی ہو) تو اپنے بھائی مرزا حیدر کو براہ راست لکھنؤ بھیجی ہوگی۔

جب بادشاہ کو ایران سے مدد پہونچنے کی امید تھی تو انہوں نے ہندوستانی والیان ریاست پر اثر قائم رکھنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی اور اس کا سبب یہ ہے کہ مرزا حیدر جب سے یہاں سے گیا تو پھر واپس نہ آیا اور یہی شخص سازشوں کا بانی مبانی تھا۔ پہلے اس نے ہی شاہ ایران کو خط روانہ

کرنے کی صلاح دی تھی۔

بادشاہ لارڈ ایلنبروف کے مخالف تھے۔ کیونکہ انہوں نے مرزا جواں بخت کو ولیعہد نہ کرکے مرزا فتح الملک کو تخت نشینی دیدی تھی۔ حکومت برطانیہ سے یا کسی اور افسر سے عموماً وہ ناخوش نہ تھے اور مذہب مسیحیت کے دشمن تھے۔

مرید کرنے کی وجہ سے بادشاہ بہ نسبت دنیاوی رہنما ہونے کے دینی رہنما زیادہ مانے جاتے تھے۔ صرف فوجی لوگ ہی ان کے مرید ہوتے تھے بلکہ ان کو تو ہزاروں آدمی اپنا پیشوا ماننے لگے تھے۔ یہ رسم بہت قدیم ہے۔ بہادر شاہ کے والد ماجد بھی مرید کیا کرتے تھے اور بادشاہ نے سرخ رنگین رومال دینا خود ایجاد کیا تھا۔ پیرزادگان دہلی نے جو شاہان دہلی کے روحانی معلم تھے۔ لوگوں کو تعلیم دی تھی کہ بادشاہ روحانی معاملات میں زمین پر روحانی خلیفۂ الٰہی ہوتا ہے اور اس کی پیشوائی ہر طرح مسلم ہے

میرے نانا حضرت خواجہ شاہ غلام حسن صاحب نے ایک روز حکیم صاحب کے سامنے بادشاہ سے اس قسم کا ذکر کیا تھا کہ بادشاہِ اسلام خلیفہ کا درجہ رکھتا ہے۔ مگر یہ کوئی تعلیم نہ تھی اور بادشاہ خود اس کو جانتے تھے اور یہ اسلام کا مسئلہ ہے۔ (حسن نظامی)

علاوہ ازیں اس میں ایک فائدہ عظیم یہ ہے کہ مرید اپنے پیر کے تمام دنیاوی اور دینی احکام قبول کر لیتا ہے۔ سب سے پہلے بادشاہوں میں مرید کرنے کا رواج بہادر شاہ کے والد نے قائم کیا تھا۔ اول الذکر نے بہت سے لوگوں کو مرید کر لیا تھا۔ اور مریدوں سے صرف ایک سلسلہ میں بیعت لیتے تھے میں نے یہ کبھی نہیں سنا کہ جن سپاہیوں نے بادشاہ سے بیعت کی تھی ان کے ہاں ملازمت بھی کی ہو۔ غدر سے پہلے کوئی مرید نہیں آیا اور نہ کسی کو سرخ

رومال دیا گیا۔ مزید برآں پانچ مہینہ تک زمانہ قیام دہلی میں کوئی سپاہی بیعت کے لئے بھی حاضر نہیں ہوا۔ بلکہ مرزا مغل کے ضبط شدہ کاغذات میں بھی کسی مرید کی کوئی ایک درخواست بھی دستیاب نہیں ہوئی اور نہ انکا تذکرہ پایا گیا۔ اور یہ کاغذات میری نظر سے گزر چکے ہیں۔ کارتوس کے ہنگامہ کے بعد پانچ مہینے تک کوئی شخص آکر مرید نہیں ہوا۔ اگر کوئی ہوتا تو مجھے ضرور معلوم ہوتا۔ ہمیشہ مسلمان ہی بادشاہ کے مرید ہوتے تھے اور کسی ذات کا کوئی شخص مرید نہ ہوتا تھا۔

میں نے نہیں سنا کہ بادشاہ نے ہندوستانی فوجوں سے کوئی خط وکتابت کی ہو۔ لیکن وہ دیسی فوج کی نسبت جب کبھی کہیں لڑائی ہوا کرتی تو متفکرانہ طرز سے دریافت کیا کرتے تھے اور چونکہ وہ گورنمنٹ برطانیہ سے ناخوش تھے اس لئے اس کی زک اور ہزیمت کی خبریں شوق سے سنتے تھے۔ انکا خیال تھا کہ ماسوا برطانیہ کے جو حکمراں آئیگا وہ ان سے بوجہ نسل شاہی ہونیکے نہایت عزت وتوقیر سے پیش آئیگا۔ مگر تھوڑے دن بعد ان کو یقین ہو گیا کہ گورنمنٹ برطانیہ کی تباہی کے ساتھ ہی ان کی خوش اقبالی بھی ان کے ہاتھوں سے چلی جائے گی۔

مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ الحاق پنجاب کے بعد بسبب موقوفی بھتہ کے دیسی رجمنٹوں کی بغاوت کی خبر بادشاہ کو پہونچی تھی اور مجھے وہ مہینہ تو یاد نہیں جبکہ کلکتہ کی رجمنٹ کے سب سے پہلے نئے کارتوس لینے سے انکار کرنے کی خبر پہونچی تھی۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ کلکتہ کے کسی اخبار سے اطلاع موصول ہوئی تھی اور جب کارتوسوں کا چرچا بجا پھیلا ہوا تھا تو یہ قیاس کیا گیا تھا کہ جتنا زیادہ چرچا ہو رہا ہے اتنا ہی جوش وغضب

ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل جائیگا اور دیسی فوج برطانیہ کو تاراج کرکے اس کی حکومت کا خاتمہ کردیگی۔ اسوقت بادشاہ نے ظاہر کیا تھا کہ اس وقت ان کی حالت نہایت عمدہ ہوگی کیونکہ جو طاقت حکمراں ہوگی وہ انکی قدرومنزلت کرے گی۔

خاندان شاہی کے شہزادے کہا کرتے تھے کہ بسبب قلت روپیہ فوج یاتو نیپال چلی جائے گی یا ایران۔ مگر بادشاہ کے پاس نہ ٹھہریگی۔

گونئے کارتوسوں کا اجرا ظاہری بغاوت کا باعث مانا جاتا ہے مگر در اصل ایسا نہیں ہوا دیسی فوج کے بعض افراد بہت روز سے اسکی کوشش کررہے تھے کیونکہ گورنمنٹ برطانیہ سے ناخوش تھے اور کہتے تھے کہ ان سے بہت جابرانہ برتاؤ کیا جاتا ہے۔ نئے کارتوسوں کا بہانہ اپنے حسب مطلب پاکر انہوں نے اپنا کام نکالا۔ انہی باغیوں اور سازشیوں نے اسے اپنے اغراض کی ٹٹی بناکر اور کچھ اور مذہبی عنصر ملاکر تمام فوجوں کو حکمرانوں سے برگشتہ کردیا۔ نیز انہیں یقین تھا کہ انہی کی بدولت گورنمنٹ قائم ہے اور گورنمنٹ ان سے نہیں لڑسکتی عام لوگ (اصلیت سے) بالکل بے بہرہ تھے اور خیال کرتے تھے کہ گورنمنٹ نے ہمارے مذہب کو برباد کرنے کی ٹھانی ہے اور در اصل یہی امر غور طلب ہے۔ کیونکہ کمانڈر انچیف نے خود تہیہ کیا تھا کہ وہ دو سال میں تمام ہندوستان کو عیسائی کرلیں گے اور اسی وجہ سے باغیوں کی عیارانہ چال چل گئی۔ اور ناواقف پبلک نے ان کی بات کو سچ جانا۔

میرے خیال میں تو دیسی فوج بہت پہلے سے گورنمنٹ کی مخالف تھی۔ اور اگر نئے کارتوس جاری بھی نہ کئے جاتے تاہم وہ بغاوت کا کوئی دوسرا بہانہ ڈھونڈھ لیتی۔ کیونکہ اگر سپاہیوں کو محض مذہبی وجوہات مانع رہتے تو وہ فوراً

نوکری چھوڑ دیتے اور اگر انہیں ملازمت کرنی ہوتی تو وہ بغاوت نہ کرتے۔

بادشاہ کا خیال تھا کہ گورنمنٹ لوگوں کے مذہب میں مخل ہونا چاہتی ہے مگر میں سمجھا دیا کرتا تھا کہ یہ صرف بدمعاشوں کی اڑائی ہوئی بات ہے۔ اور انگریز بڑے عقلمند ہیں وہ ایسا کوئی کام نہ کرینگے جس سے کسی کے مذہب میں مداخلت ہو اور وہ کسی فوج کو جس سے عمدہ خدمات کی توقع رکھتے ہوں کبھی صدمہ نہ پہونچائیں گے۔ جب کبھی میں سمجھاتا بادشاہ میری رائے سے اتفاق کرتے مگر پھر خواجہ سراؤں اور مصاحبوں کے بہکانے سے اپنے دیرینہ خیال پر آجاتے تھے

میری موجودگی میں میرٹھ سے کوئی خبر موصول نہیں ہوئی تھی دوشنبہ کو طلوع آفتاب کے بعد ایک والنٹر سپاہی جو لاہوری دروازہ پر تعینات تھا آیا اور دیوان خاص کے خدمتگاروں سے کہا کہ میرٹھ میں سرکاری فوجوں نے بغاوت کر دی ہے اور وہ بہت جلد دہلی پہنچنے والے ہیں۔ اس خبر کے ایک گھنٹہ بعد ہی دہلی چھاؤنی کی رجمنٹ قلعہ میں گھس گئی اور اس کے بعد میرٹھ کی فوج آئی۔

میری موجودگی میں کبھی ایسا تذکرہ نہیں کیا گیا کہ میرٹھ میں کارتوسوں سے انکار کرنے کی بنا پر سپاہیوں کو کورٹ مارشل ہوا ہے اور یہ غیر ممکن نہیں ہے کہ پانچ یا چھ روز بعد بذریعہ اخبارات معلوم ہو گیا ہو۔

مجھے یقین نہیں ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کی طرف سے تحقیق حالات کے لئے میرٹھ بھیجا گیا ہو، نہ میں نے سنا کہ زینت محل نے کسی کو میرٹھ روانہ کیا ہے۔

بادشاہ کو اسوقت حیرت ہوئی جب یک بیک فوجیں ان کے پاس آگئیں مجھکو خود تعجب تھا کہ بغیر اطلاع اور بے شان وگمان یہ کیونکر آگئیں۔ تاہم جب سے کارتوسوں کا ذکر سنا تھا یہ خیال کر لیا تھا کہ کچھ نہ کچھ آفت ضرور آکر رہے گی۔

اسی روز شام کو جبکہ فوجیں آئی تھیں۔ میں نے بادشاہ کو سمجھا دیا تھا کہ ایسے لوگوں سے بھلائی کی امید رکھنا بے سود ہے۔ جنہوں نے اپنے مالکوں سے بغاوت کی ہو۔ اور پھر میں نے لفٹننٹ گورنر آگرہ کو بادشاہ کی طرف سے لکھدیا تھا اور اطلاع دیدی تھی کہ فوجوں نے اپنے انگریز افسروں کو قتل کر ڈالا ہے۔ اور بادشاہ کی بے بسی کا ذکر کرکے مدد طلب کی گئی تھی۔

صبح مجھے بادشاہ سے دو بدو ہو کر گفتگو کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ کیونکہ قلعہ فوجوں سے بھرا پڑا تھا۔ اور میں کوئی گفتگو نہیں کرسکتا تھا۔

بادشاہ باغیوں کی آمد کے لئے پہلے سے تیار نہیں تھے چنانچہ جب میں نے اور غلام عباس وکیل نے آکر کہا کہ قلعدار صاحب اور ایجنٹ لفٹنٹ گورنر نے درخواست کی ہے کہ دو توپیں لاہوری دروازہ پر اور دو پالکیاں کپتان ڈگلس کے مکان پر پہونچا دی جائیں تو انہوں نے فوراً حکم دیدیا اور کچھ عذر نہ کیا۔

کوئی نہیں بتا سکتا کہ چپاتیوں کی تقسیم کا کیا مطلب تھا یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ سب سے پہلے یہ تدبیر کس نے نکالی تھی۔ قلعہ کے تمام لوگ حیرت میں تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے اور میں نے بذات خود بادشاہ سے اس مسئلہ پر گفتگو نہیں کی۔ مگر دیگر لوگ ان کے روبرو اس کا چرچہ کرتے اور متحیر ہوتے تھے کہ یہ کیسا اسرار ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ چپاتیوں کی ابتدا فوجوں میں صوبہ اودھ سے شروع ہوئی تھی۔ پہلے پہل میں خود حیرت میں تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے مگر سمجھتا تھا کہ یہ کسی خاص معاملہ کی طرف دلالت کرتی ہیں بعض کا خیال یہ تھا کہ چپاتیوں کی ایجاد فوج سے ہوئی جو کسی رمز کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ بعض کا اعتقاد تھا کہ ان میں کچھ جادو ہے۔ کیونکہ وہ تمام ملک میں پھیل گئی تھیں۔ مگر پتہ نہیں چلا کہ کس جگہ

سے پہلے نکلی تھیں اور ابتدا کسی شخص نے کی بعض کا قیاس تھا کہ کسی کامل بزرگ کی ایجاد کی ہوئی ہیں تاکہ ملک کے لوگوں کا مذہب اچھوتا رہے جس کی نسبت خیال تھا کہ گورنمنٹ خراب کرنا چاہتی ہے۔

مجھے افسران فوج سے معلوم ہوا تھا کہ انہوں نے بغاوت اس وجہ سے کی کہ گورنمنٹ نے کارتوسوں میں چربی اور آٹے میں ہڈیاں ملائی تھیں۔ تاکہ لوگوں کا دھرم خراب ہو جائے اور عموماً ان کے ہتھیار اٹھانے کا یہی سبب بتایا جاتا ہے لیکن میں نے جیدرحسن سے جو دیسی افسروں کا گہرا دوست تھا یہ سنا ہے کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ اگر ہم لوگ باہم متفق رہے تو گورنمنٹ کی فوجیں ہمیں شکست نہ دے سکیں گی اور ایک روز ہم تاج و تخت کے مالک بن جائیں گے

میں سمجھتا ہوں کہ دیسی فوجوں نے ملک گیری کی ہوس میں بغاوت کی تھی اور مذہب کی آمیزش صرف ان کے اصلی ارادوں کی پردہ پوشی تھی اگر وہ مذہب کے لئے لڑ رہے ہوتے تو کبھی لوگوں کے مکانات نہ لوٹتے اور طرح طرح کے ظلم نہ کرتے بلکہ صرف گورنمنٹ برطانیہ سے سرگرم جدال رہتے۔ بغاوت کرنے کے بعد مفسد فوجیں اکثر کہا کرتی تھیں کہ اب وہ تاج و تخت کی مالک ہیں اور مختلف شہزادوں کو مختلف صوبہ جات میں لیجا کر حکومت دینگی۔

نمبر ۳۰ دیسی پیادہ رجمنٹ نے کہا کہ انہوں نے غدر سے قبل ہی میرٹھ کی فوجوں سے مشورہ کر لیا تھا اور تمام چھاؤنیوں سے بذریعہ خط و کتابت طے کر لیا تھا کہ سب دہلی میں آکر جمع ہوں۔ دیسی پیدل کے اس بیان سے مجھے خیال گزرا کہ دہلی کے سپاہیوں کے نام جو خطوط موصول ہوتے تھے ان میں اسی قسم کی باتیں ہوتی ہوں گی۔

دہلی کی باغی رجمنٹوں نے کئی اور رجمنٹوں کو اپنے ہمراہ شامل کرنے کے لئے

تحریر کیا تھا۔ اور بادشاہ نے بیشک باغی افسروں کی درخواست پر نیچ، فیروز پور وغیرہ کی فوجوں کو آکر شامل ہونے کے احکام جاری کئے تھے۔ دہلی کے باغیوں کے خطوط کا مضمون بالعموم یہی ہوتا تھا کہ "ہم میں کے بیشمار یہاں آگئے ہیں کیا تم بھی حسب وعدہ فوراً آؤ گے" باغی افسروں کی استدعا پر بادشاہ منشیوں کو حکم دیدیا کرتے تھے کہ جیسا وہ (افسر) چاہیں لکھدو فوج کی بغاوت کے متعلق میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جو کچھ مجھے معلوم تھا وہ بتا دیا۔

قبل از بغاوت فوجوں نے طے کر لیا تھا کہ اپنی اپنی چھاؤنی کے انگریز مرد و عورت کو اور بچوں کو قتل کر ڈالیں گے مگر میں مفصل نہیں بتا سکتا کہ انہوں نے کیا بندوبست کیا تھا۔ اتنا میں جانتا ہوں کہ ان کی جملہ تدابیر اس وقت کی تیار کردہ نہیں تھیں جب ہنگامہ برپا ہو چکا تھا۔

میں نے نہیں سنا کہ باغیوں نے اپنا کام شروع کرنے کے لئے کوئی خاص تاریخ مقرر کی ہو۔ اگر کی ہوتی تو ان کے خطوط میں ضرور اس کا حوالہ ہوتا حالانکہ کسی خط میں کچھ نہیں تھا۔ میرا مدعا اس قسم کے حسب ذیل جملوں سے ہے

تم نے فلاں تاریخ کو بغاوت کا وعدہ کیا تھا لیکن تم اب تک نہیں آئے پس تم نے اپنا وعدہ وفا نہ کیا۔

میں نے ہنگامہ برپا ہونیکا اوپر ذکر کیا ہے۔ میرا مقصد میرٹھ کے ہنگامہ سے ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ ہنگامہ مذکور اچانک نہیں برپا ہوا۔ بلکہ عرصہ دراز سے تدبیریں پختہ و پزہ ہو رہی ہونگی۔

میرٹھ کی بغاوت کا دفعتاً ہو جانا اس سبب سے ہو گا کہ انکو انگریز افسروں کے جبر و انتقام کا خوف تھا چنانچہ گلاب شاہ افسر کیولری نمبر ۳ میرٹھ یہاں آکر بیان کرتا تھا کہ انہوں نے (گورنمنٹ نے) فوجوں کو بے ہتیار کر دیا ہے

اور سواروں کو ماخوذ کرلیا ہے۔

نئے کارتوسوں کے ساتھ ہی سپاہیوں کو اور کئی تکالیف درپیش تھیں جس سے ان میں گورنمنٹ کی طرف سے بدظنی پیدا ہوگئی تھی فوجوں کو کم رخصت ملنے لگی تھی۔ بھتہ بند کردیا گیا تھا۔ فوجوں کو جہازوں پر سمندروں میں روانہ کیا جاتا تھا وغیرہ۔ لیکن انہوں نے سب سے بڑھکر اپنی بغاوت کا باعث اجرائے کارتوس قرار دیا تھا۔ ان کی دیگر تکالیف پر چنداں التفات نہیں کیا جاسکتا تھا اور اس کا سبب بالکل روشن ہے۔ یعنی کارتوس کو بدنام کرنے سے انہیں ایک مذہبی موقعہ ہاتھ آگیا تھا۔ اور ان جاہل لوگوں کو پورا یقین تھا کہ بیشک وہ مذہب کے لیے لڑ رہے ہیں۔

باغی گورنمنٹ برطانیہ کے لئے بہت حقارت آمیز الفاظ استعمال کرتے تھے وہ انہیں نصاریٰ[1]، کفار، وغیرہ ناموں سے یاد کرتے تھے، لیکن بالکل پایۂ ثقاہت سے گرے ہوئے الفاظ استعمال نہ کرتے تھے وہ اکثر کہتے تھے کہ گورنمنٹ کسی رئیس کو کچھ زمین یا کوئی علاقہ نہ دے گی اور ہندوستانیوں سے مہربانی سے پیش نہ آئے گی۔

دیسی فوج میں ہندو، مسلمان دونوں گورنمنٹ سے ناخوش تھے۔ مگر شہر میں (دہلی میں) مسلمان بہ نسبت ہندوؤں کے زیادہ ناراض تھے۔ اور انکی ناخوشی کا سب سے بڑا سبب تھا کہ بقرعید کے موقع پر گاؤکشی کا جھگڑا ہوگیا تھا اور مقامی حکام کا فیصلہ مسلمان آبادی کے موافق نہ ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی مشہور تھا کہ گورنمنٹ سور کا گوشت کھلا کر ہندوستانیوں کو عیسائی بنانا چاہتی ہے،

[1] نصاریٰ کا لفظی ترجمہ ناصرین (شہر ناصرتھ سے ہے) اور عیسائی ہے لیکن صرف عیسائیوں کیلئے مستعمل ہے۔

بعدازاں یہ افواہ ہوئی کہ (نمبر ۱۱ دیسی پیدل) سپاہیوں نے اپنے افعال شنیع سے توبہ کی ہے اور انکی توبہ کا ثبوت یہ ہے کہ مخفی طور پر وہ رجمنٹ سے علیحدہ ہو گئے ہیں حالانکہ بات یہ تھی کہ بعض لوگوں نے ترقی تنخواہ و سرفرازی عہدوں کے لئے اپنے افسروں کو درخواستیں دی تھیں چونکہ انکی درخواستیں نامنظور کی گئیں اسوجہ سے وہ نوکری چھوڑ کر چلے گئے۔

شہزادے یا اہل قلعہ پہلے سے آگاہ نہیں تھے کہ دہلی والنیٹرز رجمنٹ نے گورنمنٹ کے برخلاف میرٹھ کی فوجوں سے سازش کی ہے، یہ صرف اسوقت آشکارا ہوا جب باغی فوجوں کے افسروں نے دہلی میں اس کا تذکرہ کیا۔ میرے خیال میں ہندوستانی روسا اور سپاہیوں کے مابین بغاوت کے قبل کوئی خط وکتابت نہیں تھی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو روسا کے خطوط میں ضرور کچھ نہ کچھ اشارات ہوتے۔ مزید برآں باغی فوجوں کا کچھ حصہ ان والیان ریاست کے پاس چلا جاتا جو سازش میں شریک ہوئے تھے مگر ایسا نہیں ہوا۔ لہذا میرے خیال میں باغیوں نے خود ہی اپنی مرضی سے ہنگامہ برپا کیا کسی والیِ ملک کی تحریک پر نہیں۔ کیونکہ موخرالذکر حالت میں یا تو خود باغی ہی جا کر اپنے محرکوں سے ملجاتے یا انہیں شرکت کرنے کے لئے طلب کرتے۔

دیہاتی باشندوں پر باغی فوجوں کا کچھ اثر نہیں تھا۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ ان سے بہت نرمی سے پیش آتے نہ کہ ان کے مکانات کی لوٹ مار اور ان پر جبر وتعدی روا رکھتے۔ ہنگامہ برپا کرنے کے پیشتر باغی دہلی کی مسلمان آبادی سے ملے ہوئے نہیں تھے۔ اگر ملے ہوئے ہوتے تو دہلی کے مسلمانوں پر ایسا ستم نہ توڑتے، جیسا کہ انہوں نے توڑا۔

شہر کے رذیل طبقوں کو تحریک کی ضرورت نہ تھی اسوقت کی ہل چل اور

محشر خیزی نے انہیں سپاہیوں سے متفق ہونے کی جرأت دلائی تھی۔ میرا خیال ہے کہ گوجروں اور سپاہیوں کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن سپاہیوں نے بعد میں دہلی کے قرب وجوار میں رہنے والے چند گوجروں کو بادشاہ سے دو نقارے دلوائے تھے جو انگریزی کیمپ کی رسد لوٹ لیا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک شخص راؤ نامی کو ضلع بلند شہر میں سکندرہ کے متصل ایک نقارہ عطا کیا گیا تھا جو اسی منصب پر مامور تھا۔

دوران ہنگامہ میں حکومت انگریزی کو برا اور خراب نہیں کہا گیا جن لوگوں نے سپاہیوں کا حد سے بڑھا ہوا ظلم دیکھا تھا وہ کیونکر حکومت انگریزی کے خلاف کہہ سکتے تھے۔

کیولرائے افسروں میں گلاب شاہ پیدل رجمنٹوں میں افسران الگزنڈر رجمنٹ، بادشاہ کے ملازموں میں رشیدی ناصر خاں اور بسنت خواجہ سرا ہی خاص اشخاص تھے جنہوں نے انگریزوں کے قتل کی تحریک کی۔ سبب یہ ہے کہ گلاب شاہ اور اس کی جماعت باغ حیات بخش میں مقیم تھے اور شاہی ڈیوڑھی پر خواجہ سراؤں کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے۔

میں نے اس معاملہ میں بادشاہ سے گفتگو کی تھی اور اسوقت خواجہ سرا بھی موجود تھے۔ ان لوگوں نے (خواجہ سراؤں نے) گلاب شاہ کی درخواست پر انگریزوں کے قتل کا حکم دینے کے لئے التماس کیا۔ اور میں نے بادشاہ کو سمجھایا کہ عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ دنیوی فوائد کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی انکار کر دینا زیادہ مفید ہوگا۔ اور پھر میں نے ان سے کہا کہ مفتیان شرع سے عورتوں اور بچوں کے خلاف قتل فتویٰ لیکر افسران فوج کو دکھائیں اور یہ بھی سمجھایا کہ انہیں اگر حوالات میں رکھا جائے تو

کسی محفوظ مقام پر اپنے ہی بچوں جیسا سمجھا جائے اور اس کے نتائج بھی جتا دیے اور سردار محمد اکبر خاں والی کابل کی نظیر پیش کی جنہوں نے دوران جنگ کے گرفتار شدہ انگریزوں کو بچایا تھا اور اسی سبب سے امیر دوست محمد خاں (محمد اکبر خان کے والد) کو کس طرح آزادی ملی جو انگریزوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے تھے۔

میری ہی باتوں کا اثر تھا کہ بادشاہ نے انگریزوں کے قتل کو منسوخ کر دیا اور دو روز تک یہی حالت رہی لیکن بعد میں درخواست کنندوں نے بادشاہ پر بہت زور ڈالا کہ وہ اسکی منظوری دیں اور خواجہ سرا یعنی بسنت و ناصر نے قیدیوں کو گلاب شاہ کے حوالہ کر دیا جس نے لب حوض لیجا کر قتل کر ڈالا۔

اگر بادشاہ ان بچوں اور عورتوں کو اپنے زنانخانے میں رکھتے اور سپاہیوں کے مطالبہ کرنے پر سمجھا دیتے کہ پہلے وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو قتل کر ڈالیں تو اغلب تھا کہ سپاہی حرم سرائے شاہی میں گھس کر جبرًا قیدیوں کو نہ نکال سکتے اور قتل کرنے کی جرات نہ کرتے۔

اگر بادشاہ نے جان بوجھ کر ایسا کہا اور کیا وہ اکثر سپاہیوں سے اپنے ارادے کی نسبت کچھ نہ کچھ کہا کرتے تھے۔ اگر بادشاہ کی منظوری نہ ہوتی تو یہ ممکن نہ تھا کہ سرکاری کاغذات میں بادشاہ کا نام ہوتا کہ انہوں نے منظوری دی۔

النیت اور الکزنڈر رجمنٹوں کے افسر انگریزوں اور عیسائیوں کے سخت مخالف تھے۔ اور اگر گلاب شاہ، بسنت و ناصر ہر دو خواجہ سرا، قیدیوں کو قتل نہ کر دیتے تو خود وہ لوگ جاکر عیسائیوں سے قتل کا مطالبہ کرتے لیکن میں نہیں جانتا کہ ان سب سے بھی بڑھکر کوئی عیسائیوں کا دشمن جانی تھا اور یہ عیسائی شیدی ناصر اللہ داد خاں ولایتی، گلاب شاہ کے سواروں کے ہاتھوں تہ تیغ کئے گئے جن میں کچھ بادشاہی ملازم بھی تھے۔ اللہ داد خاں ولایتی بادشاہ کی ملازمت میں تھا۔

سب سے پہلے باقاعدہ سوار آئے۔ پھر والینٹر رجمنٹ دہلی قلعہ میں داخل ہوئی سواروں کے ہمراہ والنٹروں کی دو کمپنیاں تھیں جو قلعہ کے دروازوں پر متعین کی گئی تھیں۔ والینٹر رجمنٹ کے افسروں نے چلا کر کہا کہ "یہ میرٹھ سے آئے ہوئے سوار ہیں اور دیسی پیدل بھی بہت جلد آنے والے ہیں۔ چنانچہ میں نے دہلی رجمنٹ کے افسروں کے اقوال سے استنباط کیا کہ دہلی اور میرٹھ کی رجمنٹوں میں گہری سازش تھی دیگر چھاؤنیوں کے سپاہیوں کو ان لوگوں نے کبھی دہلی آنے کے خطوط یا احکام نہیں لکھے البتہ صرف ان کے خطوط میں یہ تحریر ہوتا تھا کہ "کیا تم بھی آتے ہو"

میرے خیال میں کئی وجوہات ہیں جن کی بنا پر باغیوں نے دہلی کو منتخب کیا

اول۔ دہلی میرٹھ سے جہاں سے بغاوت اٹھنے والی تھی بالکل نزدیک تھی اور میرٹھ کی فوجیں دہلی والی فوجوں کی ہم خیال تھیں

دوم۔ دہلی میں معقول خزانہ اور بافراط ذخائر حرب تھے۔

سوم۔ دہلی میں شہر پناہ تھی جس سے شہر بالکل محفوظ رہ سکتا تھا۔

چہارم۔ شاہ دہلی کے پاس فوج نہیں تھی اور وہ کمزور و بیکس تھے۔

پنجم۔ بادشاہ کی شخصیت ایسی تھی جس کی توقیر اور فرمانبرداری ہر ہندو اور مسلمان فرض گردانتا تھا۔

فوجوں نے بادشاہ کو اپنے ارادے کی کوئی اطلاع نہیں دی اور نہ بادشاہ کو علم تھا کہ والینٹر رجمنٹوں نے میرٹھ کی فوجوں سے سازش کی ہے میں نے نہیں سنا کہ اہل دہلی نے انعامات یا اراضی معافی کی ضبطی کی شکایت کی ہو۔ لیکن سپاہی کہا کرتے تھے کہ گورنمنٹ رفتہ رفتہ تمام انعام اور وظیفے ضبط کرے گی اور کسی کو فارغ البال نہ چھوڑے گی۔

الحاق اودھ کا دہلی میں بہت چرچہ ہوتا تھا۔ مگر دہلی کی اسلامی آبادی بسبب سنی ہونے کے اسے بری نگاہوں سے نہ دیکھتی تھی۔ نیز ان کے ایک مولوی امیر علی نامی کو مع چار پانچ سو سنیوں کے ہنومان گڑھی کے موقع پر بادشاہ اودھ کے حکم سے توپ کے منہ اڑا دیا گیا تھا۔ اور وہ لوگ تو کہا کرتے تھے۔ شاہ اودھ کو اتنے بیگناہ سنیوں کے خون بہانے کی سزا ملی ہے جو اس کا ملک چھین لیا گیا۔ دہلی کے ہندو باشندوں سے بھی میں نے کوئی ایسی بات نہ سنی جس سے معلوم ہو کہ وہ الحاق اودھ سے ناراض تھے۔ البتہ سپاہی کہا کرتے تھے کہ جس طرح انگریزوں نے اودھ پر قبضہ کیا ہے وہ رفتہ رفتہ تمام ملک پر قابض ہو جائیں گے میں نہیں خیال کرتا کہ اسباب بغاوت میں الحاق اودھ بھی ایک سبب ہو۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ سپاہیوں کے اظہار خفگی و رنج کا کوئی محل ہی نہ تھا۔ کیونکہ ان کا کچھ کھویا نہیں گیا تھا بلکہ برخلاف اس کے انہیں حکومت اودھ کے ظلموں سے نجات مل گئی تھی۔ جو سپاہی دہلی میں تھے۔ انہوں نے تو بالخصوص الحاق اودھ پر کبھی ناراضگی ظاہر نہیں کی۔ میں کہتا ہوں اگر الحاق اودھ نہ بھی ہوتا تب بھی سپاہی بغاوت کرتے۔ کیونکہ ان کی تدابیر بار آور ہو چکی تھیں۔ لکھنؤ کی تین یا چار رجمنٹوں نے بادشاہ کو عرضی بھیجی تھی کہ اودھ پر پورا قبضہ کر لینے کے بعد وہ دہلی کی طرف بڑھیں گی اور انہوں نے انگریزوں کو بیلی گارڈ میں محصور کر لیا ہے قدرت اللہ خاں رسالدار ایک سو سواروں کے ساتھ تمام اودھ کی فوجوں کی طرف سے عرضی لیکر آئے تھے اور جواں بخت کے ذریعہ بادشاہ تک باریاب ہوئے تھے انہوں نے ایک سکہ بادشاہ کے حضور میں پیش کیا جو بہادر شاہ کے نام کا ڈھلا ہوا تھا۔ سکہ پر مندرجہ ذیل الفاظ کندہ تھے:۔

"سراج الدین بہادر شاہ غازی"

عرضی و بندوبست نے یہی کہا کہ فی الحال فرزند واجد علی شاہ کو انہوں نے گدی نشین کردیا ہے، تاکہ وہ وزیر بہادر شاہ کی حیثیت سے رہے اور انکی فرمانبرداری کرے انہوں نے کہا کہ اس سے اس قسم کا اقرار نامہ بھی لکھوالیا گیا ہے کہ جب بادشاہ کی مرضی ہوگی تب مستقل طور پر گدی نشین کیا جائیگا۔ بادشاہ نے بخت خاں کو حکم دیا کہ منظوری اور بندوبست کا ایک فرمان لکھدیا جائے وہ سنہری اشرفیاں جنہیں قدرت اللہ خاں نے پیش کیا تھا اور جنپر بادشاہ کا سکہ تھا۔ ابھی کمشنر صاحب دہلی کے قبضہ میں موجود ہیں میری دانست میں واجد علیشاہ نے ان کارروائیوں میں حصہ نہیں لیا اور اگر واجد علی شاہ و علی نقی خاں نے حصہ لیا ہوتا تو پوشیدہ نہ رہتا اور علاوہ اس کے موخر الذکر لکھنؤ میں موجود نہ تھے۔ خود واجد علیشاہ اور انکے فرزند کے ہوتے ہوئے چھوٹا لڑکا کبھی گدی نشین نہیں ہو سکتا تھا۔

میرا خیال ہے کہ اودھ کی فوجیں بیلی گارڈ پر قبضہ کرنے کے بعد ہی دہلی روانہ نہیں ہوئی ہونگی بلکہ انتظام اودھ میں مصروف ہوگئی ہونگی۔ میں جانتا ہوں کہ واجد علی شاہ کے فرزند کا حکم جسے باغیوں نے گدی نشین کیا تھا برلیس نام تھا۔

میں نے کبھی نہیں سنا کہ قیام کلکتہ کے زمانہ میں واجد علی شاہ (اودھ بادشاہ) سے کوئی خط وکتابت ہوئی ہو۔ نہ مجھے ایسا یقین ہے کہ ایسا ہوا ہوگا۔ علی نقی خاں سے بھی کوئی خط وکتابت نہیں ہوئی۔ البتہ سابق میں کچھ عرصہ تک مرزا حیدر کی وساطت سے ہوتی رہی تھی۔ لیکن جب اس نے لکھنؤ میں مشہور کردیا کہ بادشاہ دہلی نے مذہب شیعی اختیار کرلیا ہے اور بادشاہ نے دہلی میں انکار کیا کہ انہوں نے نہیں کیا تو مرزا حیدر نے بادشاہ کو لکھنا چھوڑ دیا اور پھر دہلی بھی نہیں آیا۔ اور چونکہ شاہ دہلی و شاہ اودھ کا قاصد بھی مرزا حیدر تھا اور وہ شاہ اودھ کے ہمراہ کلکتہ بھی نہیں گیا تھا۔ لہذا ان دونوں میں خط وکتابت نہیں ہوئی میں نے کسی

سپاہی سے نہیں سنا کہ خود بادشاہ اودھ یا ان کے کسی اہل خاندان نے انہیں بغاوت کی تحریک کی ہو۔ اودھ کی فوجوں کی نسبت اور کچھ میں کہہ نہیں سکتا کیونکہ وہ دہلی نہیں آئی تھیں۔

دوران بغاوت میں میں نے سنا تھا کہ مرزا حیدر لکھنؤ میں ہے مگر دیگر با اثر روسا کی طرح وہ بھی گورنمنٹ برطانیہ کے زیر نگین بیلی گارڈ میں محصور ہے۔

دوران ہنگامہ میں بادشاہ دہلی اور مرزا حیدر میں کوئی خط وکتابت نہیں ہوئی۔ ان کے تمام تعلقات اسی روز سے منقطع ہو گئے جب کہ مرزا نے بادشاہ کا شیعہ ہو جانا لکھنؤ میں مشتہر کر دیا تھا۔ اب میں بیان کرتا ہوں کہ کن رجمنٹوں اور کن مقامات سے عرضیاں موصول ہوئیں۔

نیمچ

نیمچ کی فوج نے ایک درخواست بادشاہ کی خدمت میں روانہ کی تھی کہ وہ آگرہ پہونچ گئے ہیں اور شہر پر قبضہ کر لیا ہے مگر انگریز قلعہ بند ہو گئے ہیں جنکا محاصرہ کر لیا گیا ہے۔ آگے لکھا تھا کہ "انکے پاس بھاری توپیں نہیں ہیں لہذا وہ دہلی اگر توپیں لیجائیں گے اور قلعہ فتح کرینگے۔ اپنی درخواست میں ذکر کیا تھا کہ وہ انگریز افسروں کو مار کر آگئے ہیں۔ یہ عرضی متھرا سے لکھی تھی اور غوث خاں و دہیرا سنگھ صوبیداران کی طرف سے تحریر کی گئی تھی۔ درخواست مذکورہ ایک شتر سوار لایا تھا جو بخت خاں نے بادشاہ کے حضور میں پیش کی تھی اور نیمچ فوج کی بہت تعریف بیان کی۔ بادشاہ نے ایک حکم جاری کرنے کی ہدایت کی کہ وہ دہلی آجائیں۔ اور پھر ایک حکم لکھا گیا۔

جھانسی

قاصد نے جھانسی افواج کی درخواست لاکر خواجہ سراؤں کو دی جنہوں نے بادشاہ کے سامنے پیش کی۔ لکھنے والوں نے درخواست کی تھی کہ انہوں نے

اپنے انگریز افسروں کو مار ڈالا ہے اور اب دہلی آنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے جواب میں یہ لکھدینے کی ہدایت کی کہ وہ آجائیں۔

داناپور (دیناپور)

غدر کے ڈہائی ماہ بعد دہلی فوج کے افسر کے ذریعہ دیناپور کی ایک درخواست موصول ہوئی تھی جس میں لکہا تھا کہ یا تو ہم لوگ روانہ دہلی ہوگئے یا ہونا چاہتے ہیں بادشاہ نے حکم دیا کہ آجانے کے لئے لکھدیا جائے میں یقینًا نہیں کہہ سکتا کہ واقعی فوجیں آئیں یا نہیں۔

الہ آباد

دو سپاہی مسافروں کے بھیس میں آئے اور الہ آباد کی فوجوں کی درخواست پیش کی جو غدر کے ڈیڑہ ماہ بعد افسران والینٹر رجمنٹ کے ذریعہ بادشاہ کے حضور میں پہونچائی گئی۔ انہوں نے بادشاہ کی خیرخواہی کا اظہار کیا تھا اور لکھا تھا کہ وہ دہلی آنا چاہتے ہیں انہیں جواب بھیجدیا گیا کہ آجائیں۔

علیگڈہ

غدر کے ڈہائی ماہ بعد دہلی کے ایک فوجی افسر کی معرفت ایک درخواست پیش ہوئی تہی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ قاصد کے ذریعہ آئی تھی یا بذریعہ ڈاک، بہرحال مضمون یہی تہا کہ عرضی دینے والے دہلی روانہ ہونیوالے ہیں انہیں جواب لکھدیا گیا کہ وہ آجائیں

متھرا

غدر کے بیس روز بعد قاصد متھرا سے ایک درخواست لایا تھا جو والینٹر رجمنٹ کے افسروں نے بادشاہ کے سامنے پیش کی لکھنے والوں نے اطلاع دی تھی کہ وہ دہلی روانہ ہوگئے ہیں اور اپنے ہمراہ ایک خزانہ لا رہے ہیں حسب معمول

جواب دیدیا گیا تھا تھوڑے عرصہ بعد یہ فوجیں ایک لاکھ روپیہ لیکر حاضر ہوئیں۔

بلند شہر

مرزا مغل نے ایک سپاہی کو جو بلند شہر کا تھا بادشاہ کے حضور میں پیش کیا وہ ایک درخواست ہمراہ لایا تھا جس میں مذکور تھا کہ فوجیں تمام خزانہ جوان کے قبضہ میں ہے لیکر دہلی آرہی ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے ہمراہ تیس ہزار روپیہ لائی تھیں مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ دہلی آتے آتے وہ پاؤ حصہ خود ہضم کر چکی تھیں۔

رو ڑکی

مجھے یقین ہے کہ ایک سپاہی مسافر کے بھیس میں آیا تھا اور رڑکی افواج کی طرف سے ایک عرضی ہمراہ لایا تھا جو غدر کے ڈیڑھ ماہ بعد بذریعہ افسران منبرہ رجمنٹ بادشاہ کے حضور پیش کی گئی۔ مضمون یہ تھا کہ سائلان، دہلی روانہ ہونیکے خواہش مند ہیں اور دل وجان سے بادشاہ کی خدمت کرنی چاہتے ہیں حسب دستور جوابدیا گیا اور تقریباً ۲۰۰ خندق کھودنے والے مزدور قادر بخش کی زیر کمان آئے مرزا خیر سلطان سے اور اس افسر سے بہت راہ ورسم تھی اور بادشاہ پر بھی اس کا اچھا اثر تھا۔ وہ اکثر فوج کی روانگی کے وقت (مشورہ کے لئے) طلب کیا جاتا اور بخت خاں سے ملکر شہر کے ساہوکاروں سے روپیہ فراہم کرنیکا حکم حاصل کر چکا تھا

فرخ آباد

بخت خاں نے دہلی آتے وقت فوج کا کچھ حصہ فرخ آباد میں چھوڑ دیا تھا غدر کے دوماہ بعد بادشاہ کو حقیقت حال سے اس نے مطلع کیا۔

ہانسی

دو سوار ہانسی سے درخواست لائے جس میں تحریر تھا کہ وہ لوگ بادشاہ کے لئے جنگ کر رہے ہیں اور اب مذہب کی خاطر لڑنے کے لئے دہلی روانہ

ہونے والے ہیں مجھے خیال ہے کہ اغلباً گلاب شاہ کمانڈر افواج میرٹھ نے بغاوت کے چھ ہفتہ بعد یہ درخواست پیش کی تھی۔



سرسہ سے تین درخواستیں موصول ہوئی تھیں، ایک منجانب گوری شنکر افسر "تکیور رجمنٹ" دوسری ایک کیولری کے رسالدار کی طرف سے جس کا نام یاد نہیں رہا، تیسری شہزادہ محمد عظیم متعلق محکمہ کمسریٹ کی تھی۔ ان میں انہوں نے لکھا تھا کہ وہ شاہی خدمات کو اعلیٰ طریقہ سے انجام دے چکے ہیں اور تمام زر وصول شدہ لیکر دہلی آ رہے ہیں، غدر سے چھ ہفتہ بعد دو قاصدوں کے ذریعہ یہ عرضیاں موصول ہوئی تھیں حسب دستور جواب تحریر کر دیا گیا۔ تھوڑے روز بعد فوجیں تیس ہزار روپیہ ۲۰۰ بیل اور ۵۰ یا ۶۰ بھیڑیں لیکر دہلی میں وارد ہوئیں۔

کرنال

کرنال کی فوجوں کی کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی۔

نصیر آباد

دو سپاہیوں نے ایک درخواست لا کر پیش کی جس میں حسب معمول تحریر تھا کہ ہم دہلی آنا چاہتے ہیں مرزا مغل نے بادشاہ کے حضور میں پیش کی اور حسب دستور جواب تحریر کیا گیا۔ دو یا ڈھائی ہزار کے درمیان پیدل سپاہ توپوں کی معقول تعداد لیکر وارد ہوئی۔

ساگر و جبلپور

مجھے یقین ہے کہ غالباً ان مقامات سے درخواستیں آئی تھیں اور جواب روانہ کر دئیے گئے تھے۔



پنجاب (فیروز پور)

ایک سپاہی نے جو فقیر کے بھیس میں تھا فیروز پور افواج کی ایک درخواست پہونچائی تھی مرزا مغل نے وہ بادشاہ کے حضور میں گذرانی۔ قاصد سے کہا گیا کہ دوسرے روز حکم لکھا جائیگا۔ اس شخص نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ فیروز پور سے آرہا ہے اور فیروز پور کی فوجیں دہلی آنے کے لئے آمادہ ہیں اور انہوں نے گورنمنٹ برطانیہ سے بغاوت کرلی ہے۔ میں نے بچشم خود اس درخواست کو نہیں دیکھا۔ مرزا مغل نے مجھے بتایا کہ فیروز پور سے کوئی درخواست موصول ہوئی ہے۔ غدر سے چھ ہفتے بعد اور بخت خاں کے آنیکے قبل یہ درخواست آئی تھی۔

انبالہ

ایک سپاہی انبالہ چھاؤنی سے فقیر کے بھیس میں آیا تھا اور درخواست ہمراہ لایا تھا لیکن میں یقینی نہیں بتا سکتا کہ آیا جواب تحریر کیا گیا تھا یا نہیں۔

پھلور

اگر مجھے ٹھیک یاد ہے تو شاید ایک افسر پیلی رجمنٹ (نمبر ۲ پیدل رجمنٹ) فوج پھلور کی طرف سے ایک درخواست لایا تھا لیکن اس کے ہمراہ کوئی فوج نہ تھی ابتدائے ہنگامہ کے دو ماہ بعد عرضی آئی تھی اور سائلان نے تحریر کیا تھا کہ وہ پھلور میں بادشاہ کی خدمت انجام دینے کے بعد دہلی روانہ ہو جائیں گے۔ معمولی جواب روانہ کیا گیا تھا بہت عرصہ بعد ۲۰۰ آدمی دہلی پہونچے۔

جالندھر

مجھے خیال نہیں کہ شاید مسافروں کے بھیس میں چند سپاہی دہلی آئے تھے اور جالندھر فوج ورن سبت رجمنٹ (نمبر ۱۱ دیسی پیدل) کی طرف سے درخواست پیش کی تھی۔ موافق معمول مضمون تھا اور ویسا ہی جواب دیدیا گیا۔

سیالکوٹ

کوئی سپاہی سیالکوٹ سے درخواست لیکر نہیں آیا البتہ غدر کے دو مہینے سے بھی زیادہ عرصہ بعد باغی رجمنٹ کے ایک افسر نے ایک درخواست بادشاہ کے حضور میں پیش کی تھی سائلوں نے دہلی آنے کا اشتیاق ظاہر کیا تھا۔ جواب روانہ کر دینے کا حکم ہوا۔ میں نے خیال نہیں کیا کہ آیا کوئی فوج آئی یا نہیں۔

جہلم

جہلم سے بہت عرصہ بعد یعنی آغاز غدر کے تین ماہ بعد درخواست موصول ہوئی تھی اور میرا خیال ہے کہ قادر بخش کمانڈر سفر مینا روڑ کی کی معرفت پیش کی گئی تھی۔ مضمون حسب معمول اور ویسا ہی جواب تھا۔

راولپنڈی

دو سپاہی برہمن سپاہیوں کے بھیس میں راولپنڈی سے عرضی لائے تھے جس میں دہلی آنے کی خواہش اور بادشاہ کی خدمت کرنے کی التجا تھی۔ عرضی مذکورہ افسران سیپرٹ رجمنٹ نے بادشاہ کے حضور میں پیش کی موافق معمول حکم لکھایا گیا بغاوت کے دو ماہ بعد یہ درخواست موصول ہوئی تھی۔

لدھیانہ

میں نے سنا تھا کہ ایک درخواست لدھیانہ سے موصول ہوئی اور مجھے یقین ہے کہ آئی ہو گی لیکن یہ نہیں جانتا کہ کسکے توسل سے آئی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ غالباً جواب بھی دیدیا گیا تھا۔ مجھے اس کا مضمون یاد نہیں رہا۔ البتہ اتنا یاد ہے کہ انہوں نے دہلی آنے کی خواہش کی تھی۔ اور غالباً غدر سے دو ماہ بعد درخواست موصول ہوئی تھی۔

ان مقامات کی افواج نے کوئی درخواست نہیں روانہ کی بہ بنارس

اعظم گڈھ، گورکھپور، کانپور، میرٹھ، سہارنپور، بجنور، مرادآباد، فتح گڈھ، فتحپور، بریلی، بدایوں، آگرہ، شاہجہانپور، غازی پور،

نیز ان افواج کی طرف سے کوئی عرضی موصول نہیں ہوئی ہے۔ امرتسر، ہوشیارپور، کانگڑہ، لاہور، اٹک، پشاور، ملتان، گوگیرہ، ڈیرہ اسمعیل خاں، ڈیرہ غازی خاں، شاہ پور، خان گڈھ "یا" ویا" نیز کلکتہ یا بارک پور یا دیگر مشرقی چھاونیوں سے کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی، بمبئی یا سندھ کی فوجوں کی کوئی درخواست نہیں آئی لیکن باغیوں نے بادشاہ سے کہا تھا کہ انہیں بمبئی کی فوج نے لکھا ہے کہ وہ دہلی آرہی ہے، میں نے یہ ایک بار یا دو بار سنا تھا لیکن میں یقینی نہیں کہہ سکتا کہ آیا کوئی درخواست آئی تھی یا نہیں۔

ایک درخواست علاقہ گوالیار کے کسی مقام سے جسکا نام میں بھول گیا ہوں موصول ہوئی تھی جس میں تحریر تھا کہ وہاں پچاس توپیں اور میگزین کا اتنا سامان ہے کہ پانچسو گاڑیاں اسکے لیجانے کے لئے چاہئیں لیکن دریائے چنبل جو درمیان میں حائل تھا طغیانی پر تھا اسوجہ سے وہ عبور نہیں کرسکتے، غدر کے دو ماہ بعد درخواست مذکورہ موصول ہوئی تھی اور جواب لکھدیا گیا تھا کہ جب دریا کا زور کم ہوجائے تب آئیں ہے۔

دہلی کے باغیوں اور بیکانیر، جسلمیر، جودھپور، جے پور، جھجر، الور، کوٹہ بوندی کی فوجوں کے درمیان کوئی خط وکتابت نہیں ہوئی نہ ان کی کوئی درخواست دہلی میں موصول ہوئی۔ بادشاہ کے پاس جھجر، بلبھ گڈھ، اور فرخ نگر کے نوسار کی لدر دلی داد خاں والی مالاگڈھ ضلع بلندشہر کی درخواستیں آئی تھیں۔ انہوں نے بادشاہ کی وفاداری کا اعتراف کیا تھا اور حاضر دربار ہونے کیلئے معذرت چاہی تھی اور لکھا تھا کہ اگر وہ آجائیں تو تمام امور مملکت درہم برہم

ہو جائیں گے۔ نواب جھجر نے تین سو سواروں کو اپنے خسر عبدالصمد خان کے زیر کمان روانہ کیا تھا۔ بلبھ گڈھ سے پندرہ سو سوار روانہ کئے گئے۔ فرخ نگر سے کچھ فوج نہیں آئی۔ ولیداد خاں نے فوج اور توپوں کے لئے لکھا تھا۔ مگر عرصہ تک کچھ روانہ نہ کیا۔ بغاوت کے وقت خود ولیداد خاں دہلی میں موجود تھے پھر انہیں دوآب کی حکومت دیدی گئی اور وہ دہلی سے چلے گئے۔

خان بہادر خاں نے ایک درخواست اور ایک سفیر بخت خاں کی معرفت روانہ کیا تھا۔ نیز ایک ہاتھی ایک کوتل گھوڑا جس پر چاندی کا ساز و سامان تھا اور ایک سو ایک طلائی اشرفیاں پیش کی تھیں۔ راؤ تلارام نے کئی بار فوج طلب کی۔ راؤ مذکور نے چالیس ہزار روپیہ روانہ کیا جو بذریعہ بخت خاں خزانہ میں داخل کر دیا گیا۔ باغیوں کی استدعا پر مندرجہ ذیل روساء کو شقے تحریر کئے گئے کہ فوج و سامان جنگ لیکر فی الفور چلے آئیں۔

جھجر، بلبھ گڑھ، فرخ نگر، خان بہادر خاں بریلی، جے پور، الور، جودھ پور، بیکانیر گوالیار، بیجا بائی اور جسلمیر۔ بیجا بائی کو دو شقے لکھے گئے مگر انہوں نے کسی کا جواب نہیں دیا۔ بخت خاں کی معرفت راجہ پٹیالہ کو ایک شقہ تحریر کیا گیا جس میں مذکور تھا کہ ابوالاسلام کی سفارش سے مہاراجہ کا قصور بادشاہ نے معاف کر دیا ہے اور انہیں مدد دینے اور بہ نفس نفیس آکر انگریزوں سے جنگ کرنے کے لئے لکھا گیا، ایک شقہ رئیس جموں کے نام لکھکر بخت خاں کے حوالہ کیا گیا کہ اسے روانہ کر دیں۔ انہوں نے پہلے ایک درخواست (جسے جعلی تصور کیا گیا تھا) روانہ کی تھی جس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ راجہ گلاب سنگھ نے لکھی ہے۔ اس میں راجہ نے لکھا تھا کہ وہ فوجیں لیکر دہلی روانہ ہونگے اور راہ میں مہاراجہ پٹیالہ کی سرکوبی کرینگے اور امیر دوست محمد خاں راجہ جموں کے دوست ہیں۔ لہٰذا وہ بھی بادشاہ

کی خدمات سے محروم نہ رہیں گے۔ رئیس اعظم جموں کو مع فوج لیکر دہلی میں آنے کا شقہ تحریر کیا گیا۔

رئیس جھجر۔ بلبھ گڈھ، فرخ نگر، اور خان بہادر خاں بریلوی کے جواب آئے۔ مگر مندرجہ ذیل ریاستوں میں سے کوئی جواب نہیں آیا۔

جے پور، الور، جودھپور، بیکانیر، گوالیار، جیسلمیر، پٹیالہ۔ جموں۔ ان روساء نے جواب نہیں بھیجے۔ کیونکہ وہ بادشاہ کے طرفدار نہ تھے، جودھپور اور گوالیار کے راجگان نے برٹش گورنمنٹ کی وفاداری میں ثابت قدمی دکھائی۔ اور گو ان کی فوج باغی ہو گئی تھی تاہم وہ خود برٹش گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ بنے رہے۔ بھرت پور میں کوئی شقہ نہیں بھیجا گیا۔ کیونکہ دہلی کے سپاہیوں نے کہا کہ راجہ بالکل نابالغ ہے اور وہاں کا کام گورنمنٹ برطانیہ خود کرتی ہے۔

اندور سے کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی نہ وہاں سے کوئی پیام آیا۔

باغی کنور سنگھ شاہ آباد کو کوئی خط نہیں لکھا گیا نہ پیام بھیجا گیا۔

راجہ بنارس یا راجہ ریوان یا نواب باندا سے کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی نہ وہاں کا کوئی پیام آیا۔ نہ ان میں سے کوئی خود آیا۔

راجگان ناگپور اور بادشاہ کے مابین کوئی خط و کتابت نہ ہوئی۔

بھاولپور۔ کپورتھلہ یا پہاڑی زیر شملہ کے روساء کو بھی کوئی خط نہیں بھیجا گیا۔

راجہ نیپال کو کوئی خط نہیں لکھا گیا نہ وہاں سے کوئی آیا۔ باغی فوجوں کے دہلی میں مجتمع ہو جانیکے بعد ان کی رائے کے موافق راجگان و والیان ریاست کو شقے لکھے گئے اسوقت انہوں نے راجہ نیپال کو لکھنے کی خواہش نہیں ظاہر کی اس لئے نہیں لکھا گیا۔

والی گجرات یا نظام دکن یا روساء بلوچستان، امیر افغانستان و روساء خیرپور

سے بادشاہ کی کوئی خط وکتابت نہیں ہوئی۔

پہلے تو فوجوں نے الزام لگایا کہ شاہی ملازموں نے ان روسا کو جنہوں نے کچھ جواب نہیں دیا تھا شقے نہیں لکھے۔ مگر جب خود انہوں نے لکھے اور کوئی جواب نہیں آیا تو وہ کہنے لگے کہ یہ سب غیر وفادار ہیں۔ اور گورنمنٹ برطانیہ کو نیست کر دینے کے بعد ان سے بھی سمجھیں گے۔ مخبروں نے فوج سے کہا کہ والیان ریاست نتیجہ کا انتظار کر رہے ہیں اور ابھی ملتے ہوئے خوف کھاتے ہیں گوری شنکر مخبروں کا ممتاز افسر کہا کرتا تھا کہ دہلی کے سامنے والی پہاڑی کی انگریزی فوجیں کانٹے کی طرح کھٹک رہی ہیں اور جونہی یہ نکالدی جائیں تو سب تدابیر درست ہو جائیں گی۔ سپاہی کہتے تھے کہ پہاڑی پر صرف دو انگریزی رجمنٹیں ہیں جن میں سے دو تین سو آدمی تو مارے جا چکے ہیں جب باقی ماندہ بھی مارے جائیں گے تو برٹش فوج خود بخود پہاڑی چھوڑ دے گی۔ فوج کے کسی افسر نے نواب بھاولپور کو لکھنے کی خواہش نہیں کی اور نہ وہاں سے کوئی درخواست آئی۔ میرا ایسا خیال ہے کیونکہ بادشاہ اور نواب مذکور کے درمیان پرانی عداوت تھی وہ یہ کہ جب نواب بھاول خاں سابق رئیس بھاولپور دہلی سے گذرے تو ان کے فرزند کو دیوان خاص میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا اور کہا تھا کہ جب تک وہ ہتھیار کھول کر اور زیورات اتار کر نہ آئے اندر آنے کی اجازت نہیں ہے اودھ کے کسی حاکم کی درخواست موصول نہیں ہوئی۔ مولوی لیاقت علی پیشوائے مجاہدین کی ایک درخواست الہ آباد سے موصول ہوئی تھی جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ دہلی آ رہا ہوں اور کچھ گارد طلب کیا تھا تاکہ سفر جلد طے ہو جائے انہیں کوئی جواب نہیں روانہ کیا گیا۔ کیونکہ وہ خود آ رہے تھے لیکن جب وہ آئے تو بخت خاں نے بادشاہ سے ملاقات کرائی اور وہ فی الفور لکھنؤ واپس چلے گئے یہ بغاوت شروع ہونے کے تین ماہ بعد کا واقعہ ہے

نانا کے پاس سے کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی لیکن آغاز غدر کے دو ماہ بعد ایک ایجنٹ (مرہٹہ) نانا کی طرف سے آیا تھا اور مرزا مغل نے اسے دربار میں حاضر کیا تھا۔ مرزا مغل کی استدعا پر نانا کو بھی شریک جنگ ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ ایجنٹ مذکور پھر واپس چلا گیا۔

کسی ساہوکار کی درخواست موصول نہیں ہوئی۔ البتہ فوج کے منشا سے سیٹھ لکشمی چند کو ایک حکم لکھا گیا تھا کہ وہ ایک لاکھ روپیہ قرض دے اور اپنا کوئی معتمد منیب خزانچی مقرر کرے، سیٹھ سے کہا گیا کہ جو مالگذاری آمدنی اطراف وجوانب سے جمع ہوگی اسے دیدی جائے گی۔ اور قرضہ پر سود بھی ملیگا، مگر سیٹھ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

جہانتک میں واقف ہوں کسی گورنمنٹ ملازم کی کوئی درخواست نہیں آئی۔ لیکن یہ سنا تھا کہ ایک شخص مسلمان جسے گورنمنٹ نے اعلیٰ عہدہ پر ممتاز کیا تھا چھوڑ کر ولیداد خاں سے مل گیا ہے مگر میں اس کا نام نہیں جانتا۔ مفتی صدرالدین صدرامین، اکرم علی خان منصف، مولوی عباس علی صدرامین دہلی، اور مرزا محمد علی بیگ تحصیلدار مہرولی کو بھی شقے لکھے گئے کہ گورنمنٹ کی ملازمت چھوڑ کر ہماری ملازمت کرو، مگر انہوں نے منظور نہ کیا۔ جب بخت خاں نے علمائے دین کو جامع مسجد میں اکٹھا کر کے مجبور کیا کہ بیان کریں کہ گورنمنٹ برطانیہ سے جہاد کرنا چاہئے تو مجھے کہا گیا ہے کہ اس نے (بخت خاں نے) مفتی صدرالدین کو مہر لگانے پر مجبور کیا تھا مگر مولوی عباس علی بخت خاں کے وہاں پہونچنے کے قبل ہی دہلی چھوڑ کر اپنے وطن چلے گئے تھے۔ آگرہ یا کسی اور حصے سے کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی البتہ مولوی فیض احمد جو صدر بورڈ کے آفس میں ملازم تھے بذات خود دہلی گئے اور بادشاہ کی ملازمت اختیار کی۔ انہیں عدالت کا حاکم مقرر کیا گیا۔

ایک شقہ نواب رامپور کو بھی لکھا گیا مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بخت خاں نے نواب رامپور کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جب وہ (بخت خاں) نواب صاحب کے ہاں گئے تھے تو انہوں نے ظاہر کیا تھا کہ وہ غیر جانبدار رہیں گے۔

نواب امین الدین خاں ضیاء الدین خان جاگیرداران لوہارو، اور نواب جھجر، حسن علیخاں، نواب حمید خاں، کے نام شقے تحریر کیے گئے۔ یہ سب دہلی میں رہتے تھے اور راجیت سنگھ چچا مہاراجہ پٹیالہ کو بھی تحریر کیا تھا حسب ہدایت یہ سب دربار شاہی میں حاضر ہوئے مگر شقوں کا جواب کسی نے نہ دیا۔ اور جب فوج و روپیہ کا مطالبہ کیا گیا تو ہر ایک نے کچھ نہ کچھ عذر پیش کر دیا اور دیا کچھ نہیں، چنانچہ فوج نے انہیں لوٹنے کا قصد کیا تھا اور ایک مرتبہ اپنے ارادہ کو حد تکمیل تک بھی پہونچا دیا۔ مرزا ابوبکر بادشاہ کے پوتے جو قواعد داں کیولرے کے افسر تھے حمید علیخاں کے مکان پر جا پڑے اور خوب لوٹ مار مچائی بعد ازاں نواب کو گرفتار کر کے قلعہ میں لے آئے ضیاء الدین خاں و امین الدین خاں نے فوج کی سرپرستی پر آمادگی ظاہر کی اس وجہ سے وہ لوٹ سے بچے رہے، ایک شقہ رئیس پٹودی کو بھیجا گیا مگر کچھ جواب نہیں ملا۔

اب میں بیان کرتا ہوں کہ ملک کی عام آبادی میں کہاں کہاں سے درخواستیں موصول ہوئیں۔

ضلع گوڑگانوہ

زمینداران گوڑگانوہ نے بادشاہ کو ایک درخواست ارسال کی جس میں بدنظمی کا ذکر کر کے التجا کی تھی کہ کوئی افسر نظم و نسق کیلئے وہاں مقرر کر دیا جائے، مولوی فیض الحق نے جو الور سے آئے تھے اپنے بھائی (جسکا نام مجھے یاد نہیں رہا) کی سفارش کی کہ وہ وہاں مقرر کر دیا جائے۔ کیونکہ گورنمنٹ برطانیہ کے دور حکومت میں وہ اسی ضلع

میں مقرر تھا چنانچہ یہ شخص ضلعدار مقرر کیا گیا۔ مگر میں آگاہ نہیں ہوں کہ آیا وہ گوڑگانوہ گیا یا نہیں البتہ اتنا معلوم ہے کہ زوال دہلی[1] سے پندرہ یا بیس روز قبل یہ تقرر ہوا تھا۔ فیض الحق نے بھی کئی تحصیلداروں کو ضلعدار کی نیابت میں مقرر کیا تھا۔

ریواڑی

راؤ تلارام مستقل ناظم ریواڑی نے بخت خاں کی معرفت اپنا ایک ایجنٹ اور ایک درخواست بادشاہ کے حضور میں ارسال کی تھی، تحریر کیا تھا کہ علاقہ کا انتظام ہو رہا ہے اور فصل خریف کی جو آمدنی جمع ہوئی تھی وہ سب مصارف فوج میں خرچ ہو گئی اور اگر علاقہ مذکور اسے جاگیر میں دیدیا جاے تو وہ پینتالیس ہزار روپیہ کا نذرانہ پیشکش کریگا۔ بغاوت کے تین ماہ بعد یہ لکھا تھا اور زوال دہلی سے دس روز قبل پینتالیس ہزار روپیہ تلارام نے خزانہ شاہی داخل کرادیا تھا۔

بادشاہ پور

زمینداران بادشاہ پور نے ایک تحصیلدار کے لئے درخواست کی ضلعدار کو ایک تحصیلدار مقرر کرنے کی ہدایت کی گئی

ضلع دہلی

شہر پناہ کے باہر نہ کسی سے خط و کتابت ہوئی نہ کوئی قابل ذکر بات وقوع میں آئی۔

ضلع روہتک

باشندگان روہتک نے کوئی درخواست نہیں بھیجی مگر انہوں نے فوج کو رسد پہنچانیکا بندوبست کیا تھا۔

حصار

گاردحصار جیل اور افسران محکمہ مالگذاری آمدنی نے بادشاہ کو عرضیاں بھیجی تھیں

---

[1] ڈپٹی کمشنر یا حاکم ضلع سے دوبارہ انگریزی قبضہ۔

لکھنے والوں کے نام یاد نہیں، انہوں نے بیان کیا تھا کہ وہ دہلی آنے کے لئے بیچین ہیں، غدر شروع ہونیکے دو ماہ بعد یہ خبریں موصول ہوئی تھیں۔

کرنال

اس ضلع سے کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی۔

میرٹھ

اس ضلع سے بھی کوئی درخواست نہیں آئی۔

بلند شہر

ولی داد خاں کا حال بیان کر دیا ہے اور کسی دوسری جماعت سے بالکل خط و نہیں ہوئی۔

سہارنپور و مظفر نگر

ان اضلاع میں کہیں سے کوئی درخواست نہیں آئی

بجنور

اس ضلع سے زمینداروں کی ایک درخواست موصول ہوئی تھی جس میں بادشاہ سے التجا کی گئی تھی کہ بندوبست کر دیا جائے۔ جواب میں ہدایت کی گئی کہ فوجیں ضلع مذکور کی طرف آکر انتظام کر دیں گی۔

مرادآباد

نہ کسی جماعت نے کچھ لکھا نہ وہاں کے کسی مفسد کی کوئی درخواست آئی۔

بریلی

خان بہادر خاں کی ایک درخواست موصول ہوئی تھی جنہیں بخت خاں نے گورنر کر دیا تھا انہوں نے ایک گھوڑا، ایک ہاتھی اور ایک سو ایک طلائی مہریں بادشاہ کے نذر کیں میں ایجنٹ کا نام بھول گیا جو بخت خاں کے ذریعہ دربار میں حاضر ہوا تھا

ایک شقہ تحریر کیا گیا اور ہدایت کی گئی کہ مال گذاری کی وصول شدہ آمدنی میں سے (اپنا) خرچ نکال کر باقی روانہ کر دے۔

بدایوں

اس ضلع کے کسی حصہ سے کوئی درخواست نہیں آئی۔

پیلی بھیت

یہاں سے بھی کوئی درخواست نہیں آئی۔

ضلع متھرا

برادر ڈونڈی خاں جاگیردار گڑھی ضلع متھرا نے اپنے بھتیجے کے ہاتھ ایک درخواست اپنی جاگیرات ضبط شدہ کو از سر نو عطا کیے جانے کے لئے روانہ کی تھی جنہیں گورنمنٹ برطانیہ نے ضبط کر لیا تھا، ابتدائے غدر کے تین ماہ بعد یہ درخواست موصول ہوئی تھی بخت خاں نے اس پر سفارش کی اور قاصد کو فوج میں شامل کر کے گورنمنٹ کی فوجوں پر حملہ کر دیا۔ وہ شخص اس موقع پر زخمی ہوا اور ایک ہفتہ کے بعد مر گیا (اس کا نام امراؤ بہادر تھا) بخت خاں نے اس کے متعلقین کے لئے حقوق دوامی منظور کرائے مگر ان تک منظوری پہنچ نہ سکی۔

ضلع آگرہ

اس ضلع سے کوئی پیام نہیں آیا۔ البتہ مولوی فیض احمد خود اس شہر سے آئے تھے جیسا میں ذکر کر چکا ہوں۔ وزیر خاں ڈاکٹر (سب اسسٹنٹ سرجن) بھی یہاں سے آئے تھے۔ بخت خاں ان کے سفارشی تھے اور انہیں آگرہ کا گورنر مقرر کرا دیا تھا۔ جب بخت خاں دہلی سے فرار ہوئے تو وزیر خاں بھی ان کے ہمراہ تھے۔

اضلاع علیگڈھ، اٹاوہ، فتح گڈھ

دہلی اور ان اضلاع کے درمیان کوئی نامہ و پیام نہیں ہوا۔

مین پوری

راجہ مین پوری کی ایک درخواست فوجیں مانگنے کی آئی تھی، مرزا مغل کو حکم ہوا کہ افسران فوج سے مشورہ کرکے کچھ فوج مین پوری روانہ کردی جائے مگر دوسرے روز افسروں نے کہدیا کہ فوجیں یہاں سے جانا اسوقت تک پسند نہیں کرتیں جب تک کہ گورنمنٹ برطانیہ کو دہلی سے نہ نکالدیں۔ اسی قسم کا جواب راجہ مذکور کو بھیجدیا گیا۔ اس ضلع کی کسی اور جماعت کی کوئی درخواست نہیں آئی۔

اضلاع گورکھپور و فتحپور ہسوہ

میری یادداشت میں نہیں ہے کہ ان اضلاع یا ضلع کماؤں سے کوئی درخواست موصول ہوئی ہو۔

ضلع الہ آباد

میں کہہ آیا ہوں کہ مولوی لیاقت علی اس ضلع سے آئے تھے اور مستقل گورنر مقرر ہوئے تھے کسی اور جماعت کی کوئی درخواست نہیں آئی۔

راجہ باندا متصل ریواں

ان رئیس کو کوئی شقہ نہیں بھیجا گیا تھا نہ انہوں نے یہاں کوئی درخواست بھیجی

اضلاع عظیم گڈھ، شاہجہانپور، اٹاوہ، غازی پور، بنارس، گیا

بادشاہ اور ان اضلاع کے درمیان کوئی پیام رسانی نہیں ہوئی،

بندیل کھنڈ، جبلپور، ساگر، مالوہ، واملاک دکن

میری یادداشت میں نہیں ہے کہ ان اضلاع اور دہلی کے مابین کوئی خط وکتابت ہوئی ہو

نظام حیدرآباد دکن، کچھ، گجرات، مشرقی صوبجات، کلکتہ، بارک پور، مونگیر، دیناپور وغیرہ

نظام اور بادشاہ کے درمیان کوئی خط وکتابت نہیں ہوئی، نہ گجرات سے

خط وکتابت ہوئی۔ صوبجات مشرقی کی نسبت بھی مجھے خیال ہو کہ نہیں ہوئی
پٹنہ ۔ نواب پٹنہ نے یا اور کسی جماعت نے بادشاہ کو کچھ لکھا نہ بادشاہ نے انہیں دلی سے کوئی شقہ وغیرہ تحریر کیا
پنجاب پنجاب میں کسی جماعت نے کوئی درخواست نہیں بھیجی۔ زمینداران باری دوآب ضلع
کونہ میں بادشاہ نے کچھ لکھا نہ وہاں سے انہوں نے کوئی درخواست بھیجی مجھے اسکی خبر نہیں کہ فوجیں
اہل پنجاب کو اشتعال دلا رہی تھیں یا نہیں۔ اقوام بندیلا اور بادشاہ میں کوئی پیام رسانی نہیں
ہوئی۔ اخوند سوات اور بادشاہ میں کوئی پیام رسانی نہیں ہوئی مگر دو آدمی بخت خاں کے ذریعہ
دربار شاہی میں باریاب ہوئے تھے اور کہا گیا تھا کہ یہ اخوند کے بھیجے ہوئے ہیں حسن عسکری انہیں
بادشاہ کے سامنے لیگئے یہ لوگ ولایتی (افغانی) تھے۔ ایک نے جو معزز شخص معلوم ہوتا تھا اخوند
کی طرف سے ایک تلوار بادشاہ کی نذر کی نیز ایک تحریر دی جسپر اخوند کی مہر تھی اور لکھا تھا کہ یہ قاصد
اخوند کے خلیفہ ہیں اس میں یہ تھا کہ شہر میں مشتہر کرادیا جائے کہ اخوند سوات اور اسکے پیرو جہاد
میں شامل ہونیکے لئے دہلی آرہے ہیں مگر دوسرے روز ایک سید صاحب نے جنکا نام میں نہیں جانتا۔
بادشاہ سے کہا یہ شخص اخوند کا بھیجا ہوا نہیں ہے اور نہ یہ خط اسکا ہے بلکہ اسنے جعل کیا ہے بادشاہ
نے بخت خاں کو تحقیقات کرنیکا حکم دیا مگر میں نہیں جانتا بخت خاں نے اس معاملہ میں کیا کیا
بہرحال اتنا مجھے یاد ہے کہ یہ شخص تین روز کے بعد دہلی سے چلا گیا

بادشاہ کی پالیسی حکومت

فوج اور شہزادوں کو ایک مرتبہ حکم دیا گیا تھا کہ خاص معاملات سلطنت میں وہ دخل نہ دیں عدل
والنصاف قاضیوں اور مفتیوں کا کام ہے اور انہیں سے کرایا جائیگا۔ افسران فوج اور
محکمہ مالگذاری اس میں کچھ بھی دخل نہ دیں مگر کبھی اس حکم پر عملدرآمد نہیں کیا گیا، شہزادے ہمیشہ
فوج کی حمایت سے دخل دیتے رہے بادشاہ نے خود مختلف اضلاع میں تحصیلدار مقرر نہیں کئے
تھے بلکہ بخت خاں نے ہوڈل پلول، شاہدرہ میں تحصیلدار اور گوڑگانوہ میں ایک ضلع دار
مقرر کیا تھا مگر کوئی آمدنی جمع نہیں ہوئی، شہزادے بھی اپنی فوج کو آمدنی جمع کرنیکے لئے بھیجنے کا ارادہ

کرتے تھے مگر کبھی بھیجا نہیں مولوی فیض احمد جو آگرہ سے آئے تھے اور شہزادگان مرزا خیر سلطان و مرزا مغل عدالت کیا کرتے تھے۔ شہر میں ایک کوتوال (چیف پولیس افسر) اور کئی تھانیدار مقرر تھے تھانیداروں کے نام مجھے یاد نہیں سب سے پہلے معین الدین خاں پسر نواب قدرت اللہ خاں باشندۂ دہلی کوتوال مقرر ہوئے تھے مگر لوگوں پر ظلم و زیادتی کرنے کی وجہ سے تھوڑے عرصہ بعد برخاست کردیئے گئے۔ اسکے بعد خواجہ واجب الدین کی سفارش سے یہ عہدہ قاضی فیض اللہ کو دیا گیا جو باشندۂ دہلی تھے پھر سید مبارک شاہ رامپوری کو عطا کیا گیا مگر میں ان کے نام نہیں جانتا۔ شہزادوں کے علاوہ بخت خاں کو بھی ان معاملات میں دخل تھا بلکہ بادشاہ سے انہوں نے تمام تھانیداروں وکوتوال کے نام احکام جاری کرلئے تھے کہ بخت خاں کے احکام کو قبول کریں۔

سپاہی کہا کرتے تھے کہ جب وہ مالک ملک ہوجائیں گے تو مختلف شہزادوں کو مختلف صوبجات دیدینگے امور مملکت کے انتظام کیلئے شہزادوں اور بخت خاں نے متفرق لوگ مقرر کئے تھے، میرٹھ کیلئے کوئی گورنر مقرر نہیں ہوا۔ بلند شہر کی گورنری ولیداد خاں کو عطا کی گئی، وزیر خاں ڈاکٹر کو سند عطا ہوئی تھی کہ وہ اودھ کے گورنر مقرر کئے گئے۔ مگر وہ اپنے منصب پر کبھی دہلی سے گئے نہیں علیگڈھ کیلئے کسی شخص کا تقرر نہیں ہوا۔ خان بہادر خاں روہیلکھنڈ کے گورنر تھے اور کوئی تقرر نہیں ہوا۔ کوئی شخص راجپوتانہ نہیں گیا اور اگرچہ گوڑگانوہ میں ایک شخص مقرر ہوا تھا مگر وہ کبھی اپنے منصب پر نہیں گیا۔

فوج کی قواعددانی کی بابت میں کوئی مفصل حال نہیں بتا سکتا بادشاہ سے اس معاملے میں کبھی مشورت نہیں کی گئی مگر میں جانتا ہوں کہ گورنمنٹ کی فوجوں سے مقابلہ کرنے جو افواج جاتی تھیں وہ علی العموم نیمچ اور نصیر آباد کی ہوتی تھیں اور ایسے ہی دیگر جمعیتیں جو حملہ کرنا جانتی تھیں مقابلہ کو نکلتی تھیں۔ مرزا مغل کے مکان پر مختلف افسران فوج فیصلہ کرلیتے تھے کہ آج کس کی باری ہے اور کل کس کی، سپاہی خود مختار تھے بلا تمیز جس جگہ جی چاہتے تھے رہتے تھے

گوری شنکر نے افسروں کو جو گورنمنٹ ملازمت میں ہوں جمع کرکے عہدے دینے کی

اجازت حاصل کرلی تھی مگر ایسا ہمیشہ جاری نہ رہا۔ کیونکہ جو جگہیں خالی ہوتیں انپر کوئی معتبر نہیں ہوتا اور ہر ایک شخص اپنی پہلی جگہ چاہتا تھا۔

میری دانست میں فوج میں بندوبست پورا پورا نہیں تھا، فوجوں نے بخت خاں کو گورنر جنرل خطاب دینے کی مخالفت کی اور بادشاہ کو ایک درخواست دی تھی کہ ہم بخت خاں کے زیر کمان رہنا نہیں چاہتے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ بخت خاں صرف توپخانہ کا افسر ہے اور گورنر جنرل کا عہدہ پانے کے لائق نہیں، نہ اس نے کوئی خزانہ لاکر دیا ہے اور نہ کوئی معرکۃ آلارا کارگذاری کی ہے،، پھر لکھا تھا کہ مرزا مغل فرزند بادشاہ جنہیں پہلے فوجی امور میں پورا اختیار تھا گورنر جنرل ہونیکے لائق ہیں اور تمام افواج ان کے زیر کمان رہنا چاہتی ہیں بادشاہ نے یہ درخواست بخت خاں کو بھیجدی اور استدعا کی کہ اسکا مناسب جواب تحریر کیا جائے۔ انہوں نے جواب دیا کہ" فوج تین حصوں میں منقسم کیجائے اول دہلی د میرٹھ کی رجمنٹوں کو باہم ملا دیا جائے، دوم وہ فوجیں جو بخت خاں کے ہمراہ بیج اور مہرسہ سے آئی ہیں بدستور رہیں اور تیسرا حصہ باقی تمام فوج کا ہو، بادشاہ نے مرزا مغل کو بلاکر سب سمجھا دیا۔

بخت خاں کے عروج کا سبب یہ تھا کہ جب وہ پہلے آئے تو انہوں نے بادشاہ کو نصیحت کی کہ اپنے فرزندوں کو زیادہ اختیارات نہ دیں۔ جو ارشاد ہوا کرے مجکو براہ راست حکم دیا جائے تاکہ ہر ایک کام بادشاہ کی حسب مرضی ہو۔ واقعی بات یہ ہے کہ بادشاہ اپنے فرزندوں کی بد دل چلی سے ناراض تھے اور بخت خاں کی یہ خواہش ان کی مرضی کے موافق تھی چنانچہ بخت خاں اس روز سے برابر روز بروز بادشاہ کے الطاف خاص سے سرفراز ہوتے گئے۔

وہابیان

دوران ہنگامہ میں ایک جماعت وہابیان ٹونک سے آئی اور شکایت کی کہ نواب

نے کچھ مالی امداد نہیں کی۔ وہابی اور کئی مقامات سے بھی آئے تھے بخت خاں خود
بھی وہابی تھے اور محمد رفیع رسالدار، مولوی امام خاں رسالدار، مولوی عبدالغفور مولوی سرفرازعلی
بھی وہابی تھے بخت خاں نے سرفراز علی کو پیشوائے مجاہدین مقرر کیا تھا اور وہی انکی سرپرستی کرتے تھے
بخت خاں کے آتے ہی وہابیوں کی کثیر تعداد اکر شامل ہو گئی تھی، ان وہابیوں
نے ایک اعلان چھپوا کر شائع کرایا تھا جس میں تمام مسلمانوں کو جہاد کیلئے مسلح ہو کر آنے کی دعوت
دی تھی اور لکھا تھا کہ اگر وہ نہ آئیں گے تو ان کے عیال و اطفال برباد ہو جائیں گے
یہ اعلان بہادر خاں کے اعلان سے زیادہ فصیح نہیں تھا۔

وہابی ملک کے متعدد حصوں مثلاً جے پور، بھوپال، ہانسی، حصار سے
آئے تھے اور کچھ ولایتی بھی تھے۔ مگر میں جن مقامات سے کہ وہ آئے تھے، تفصیلاً نہ یاد
رکھہ سکا البتہ مرزا مغل کے دفتر میں تفصیل موجود تھی۔

دہلی سے باہر ہندو بھی برٹش گورنمنٹ کے اتنے ہی مخالف تھے جتنے مسلمان
اور خاص دہلی میں بھی یہی حالت تھی مگر جب بخت خاں نے علما و فقہا کو جمع کر کے
جہاد کا فتوی لیا کہ تمام مسلمانوں کو انگریزوں سے جہاد کرنا چاہیے تو مسلمانوں میں حد
سے زائد جوش و تعصب بھڑک اٹھا اور وہ گورنمنٹ سے لڑنے کے لئے طیار ہو گئے
بلند شہر، علیگڑھ، اور میرٹھ وغیرہ میں ہندو گورنمنٹ برطانیہ کے اتنے ہی
مخالف تھے جتنے مسلمان ۞

تمت بالخیر

۷۸۶ ھو الکل یا معین

دیباچہ مقدمہ بہادر شاہ

خدا کی شان کے قربان ہونا چاہئے ایک زمانہ تھا ہندوستان میں مغل بادشاہ فاتح کی حیثیت میں داخل ہوئے تھے۔ بابر و ہمایوں نے لودہی سلطنت کا چراغ گل کیا تھا۔ یا وہ وقت بھی آیا کہ مغلوں کی حکومت کا چراغ بھی جھلملا جھلملا کر خاموش ہوگیا۔ بہادر شاہ تیموری خاندان کے آخری شہنشاہ تھے اور انکا نام سراج الدین تھا سراج عربی زبان میں چراغ کو کہتے ہیں۔ بہادر شاہ کیا مٹے مغل سلطنت کا چراغ بجھ گیا۔ اس کتاب میں وہ داستان ہے جو تیموریہ خاندان کی تاجداری کا خاتمہ سناتی ہے۔ اس میں ان تمام حالات کی تفصیل ہے جن کی بناپر بہادر شاہ دوامی طور پر تخت دہلی سے محروم کردئے گئے۔ جب یہ کتاب پڑھ لی جائے گی تو زوال سلطنت کے تمام اسباب ہر ناظر آسانی سے سمجھ جائیگا۔ ضرورت نہیں ہے کہ ان پر یہاں گفتگو کیجائے

سنہ ۱۸۵۷ء اور سنہ ۱۹۱۹ء کی مطابقت

یہ کتاب سنہ ۱۹۱۹ء میں انگریزی سے ترجمہ کی گئی تھی اثنائے ترجمہ میں رولٹ بل کے خلاف ہندوستان میں جگہ جگہ فساد ہوئے۔ امرتسر و احمد آباد میں کچھ انگریز مارے گئے۔ دہلی، قصور، گوجرانوالہ۔ امرتسر، لاہور، احمد آباد، نڑیاد وغیرہ مقامات پر انگریزی فوج نے رعایا پر بندوقوں کے فیر کئے اور ہزاروں آدمی ان سے مر گئے۔

اس ہنگامہ کی خصوصیت یہ تھی کہ تمام ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کا اتفاق ہوگیا مسلمانوں نے ہندوؤں کو مسجدوں میں جگہ دی اور جامع مسجد دہلی کے مکبر پر ایک مشہور آریہ درویش نے کھڑے ہوکر تقریر کی اور ہندوؤں نے مسلمانوں کا جھوٹا پانی پیا۔ مسلمان ہندوؤں کی لاشوں کے ساتھ کندھا دیتے ہوئے مرگھٹ گئے۔ اور ہندوؤں نے مسلمانوں کی لاشوں کو کندھا اور نماز جنازہ میں شرکت کی۔ الغرض ایک تیسری قوم کے خلاف ہندو مسلمانوں کا کامل اتحاد پایا گیا۔ جو آجتک قائم ہے جبکہ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء کا دور چل رہا ہے۔

ناظرین جب اس کتاب کو پڑھ لیں گے تو انکو غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات میں بھی اس قسم کا اتحاد ہر دو اقوام میں نظر آئیگا۔ غدر میں بھی مسلمانوں نے گائے کشی بند کردی تھی۔ آجکل بھی ہر جگہ گائے کی قربانی کے خلاف

مسلمانوں کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ غدر میں ہندو مسلمانوں کے لیڈر تھے اور مسلمان ہندوؤں کی رہنمائی کر رہے تھے۔ آجکل بھی یہی حال ہے۔ کہ ہندو حکیم محمد اجمل خانصاحب مسیح الملک کو اپنا لیڈر سمجھتے ہیں اور مسلمان مہاتما گاندھی کی لیڈری و رہنمائی پر عمل کرتے ہیں

فلسفہ اتحاد

یہ انسانی طبیعت کا فلسفہ ہے کہ جب وہ مجبور ہوتا ہے یا کسی خطرہ کو محسوس کرتا ہے تو گرد و پیش کے اختلافات کو بھول جاتا ہے اور اپنی کمزوری دور کرنیکو ڈوبتے آدمی کی طرح تنکہ کا سہارا تلاش کرتا ہے۔

ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کا اتحاد بھی ایک تیسری قوم کے مقابلہ میں خطرہ اور مشکلات کے وقت ہوا کرتا ہے ورنہ مذہب اور تمدن کے اعتبار سے یہ دونوں اقوام ایک دوسرے سے بہت دور نظر آتی ہیں۔ غدر ۱۸۵۷ء میں ہندو اور مسلمان دونوں کو خیال ہو گیا تھا کہ ہمارا مذہب اور ہماری تمدنی اور رسم و رواج کی ہستی خطرہ میں ہے۔ انگریز ہمکو جبرا عیسائی بنانا چاہتے ہیں اور انکی خواہش ہے کہ ہمارے تمام رسم و رواج جنپر ہم سیکڑوں برس سے قائم ہیں زبردستی مٹادیں۔ بظاہر وہ دیکھتے بھی تھے کہ انگریزوں نے نہایت حکمت عملی سے آہستہ آہستہ اور رفتہ رفتہ ہندوستان پر قبضہ کیا تھا اور بعض ناعاقبت اندیش پادریوں کے اعلانوں نے انکو یہ یقین دلایا تھا کہ جسطرح سے ہمارے ملک پر قبضہ کیا گیا ہے اسی طرح ہمارے دین و مراسم پر بھی تسلط کیا جائیگا۔ عوام و خواص میں یہ مادہ عرصہ دراز سے آہستہ آہستہ جمع ہو رہا تھا مگر نہ ہندوؤں میں کسی کو جرأت تھی کہ انگریزوں کے خلاف کھڑا ہوتا نہ مسلمان ہمت کر سکتے تھے کیونکہ ایک تو انگریزوں کے پاس ہتھیار نئی قسم کے تھے دوسرے فوجی تربیت انکے ہاں اعلی درجہ کی تھی۔ تیسرے انکو توڑ جوڑ کرنے خوب آتے تھے۔ اور ہندو مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ مذہب کا اختلاف۔ زبان کا اختلاف۔ کھانے پینے کا اختلاف، پہننے اوڑھنے کا اختلاف، رہنے سہنے کا اختلاف، چاروں طرف پھیلا ہوا نظر آتا تھا۔ اگر ایک گھر کے اندر چار آدمی بھی رہتے تھے تو انکو آپس میں ایک دوسرے پر بھروسہ کرنے اور متحد اور متفق ہو کر کام کرنے کی صلاحیت نہ تھی بقیہ یا ان دونوں قوموں میں ہزارہا آدمی ایسے موجود تھے جو یورپ سے آئی ہوئی ایک اجنبی قوم کی حکومت کو ہندوستان کے لئے باعث عار سمجھتے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح انگریزوں کو ہم یہاں سے

نکالدیں مگر وہ کچھ بھی نہ کرسکتے تھے۔ کیونکہ ہندوستان میں اگرچہ تینتیس کرور آدمیوں کا سمندر بھرا ہوا تھا، لیکن اُن میں کسی قسم کی جنگی یا فوجی یا اجتماعی حالت کا پتہ و نشان نہ ملتا تھا۔ اسواسطے وہ سب مہر بخود ہوئے بیٹھے تھے اور موقعہ کا انتظار کر رہے تھے ہندوستان میں اسوقت انگریزوں کا رعب داب محض ہندوستانی فوجوں کے باعث سے تھا اور ہندوستانی انقلاب پسند لوگ، افواج انگریزی کی مستحکم وفاداری کے تماشے روزانہ دیکھا کرتے تھے کہ وہی لوگ تلوار کے زور اور بازو کی قوت سے انگریزوں کو اس ملک کے حصے فتح کر کر کے دیتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان افواج میں انگریزوں سے بدگمانی اور بددلی پیدا ہوئی تو انہوں نے اسی وقت معاملہ کو ہاتھ میں لیلیا اور سب سے پہلے ایسے طریقے اختیار کئے کہ جن سے ہندو مسلمانوں میں اتحاد ہوجائے یہی وجہ تھی کہ انہوں نے کارتوسوں پر چربی لگانے والے مسئلہ میں دونوں فریق کے جذبات کو پیش نظر رکھا یعنی ہندوں سے تو یہ کہا کہ کارتوسوں پر گائے کی چربی ملی ہوئی ہے اور مسلمانوں پر یہ افسوں پھونکا کہ کارتوس سور کی چربی سے چکنے کئے گئے ہیں۔

یہ واقعہ صاف طور پر ثابت کرتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کا اتحاد باہمی رضامندی سے نہ تھا بلکہ ایک بیرونی ناراضی نے اسکو پیدا کیا تھا۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ جب انگریز فتحیاب ہوگئے تو ہندو مسلمانوں کی باہمی عداوت کا رنگ جس پر اتحاد کا ملمع ہوگیا تھا گھسنے کے بعد پھر اصلی صورت میں نکل آیا۔

مسلمان و بہادر شاہ

اس کتاب میں جس قدر شہادتیں بہادر شاہ بادشاہ کے خلاف جمع کی گئی ہیں اور جو نیز سرکاری وکیل نے ایک طولانی تقریر ججوں کے سامنے کی تھی ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ بہادر شاہ اور اسلام و مسلمان اس غدر و فتنہ و فساد کے بانی مبانی تھے۔ میں یہ دیباچہ اسلام کو، یا مسلمانوں کو، یا بہادر شاہ کو اعتراضات سے بچانے کے واسطے نہیں لکھتا، نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ بہادر شاہ کو بے قصور ثابت کردوں کیونکہ اگر میں ایسا کر بھی سکوں، تو باوجود ناجواب ہونیکے انگریز اس سے قائل نہ ہونگے اور نہ یہ امید ہے کہ بہادر شاہ کا دہلی ملک ان کی اولاد کو پھر واپس دیدیا جائیگا۔ میری خواہش تو صرف اتنی ہے کہ اس کتاب کے بعض الجھے ہوئے مضامین ناظرین کو سمجھاؤں۔ اور اسباب غدر کے فلسفہ پر مورخانہ

حیثیت سے غور کروں۔ تاکہ اس کتاب کے پڑھنے والے، مقدمہ بہادر شاہ کی وجوہات اور الزامات کو تاریخی روشنی میں دیکھ سکیں اور انکو معلوم ہوجائے کہ منصفانہ حاصل مقصد اس فساد کا کیا تھا۔ جو کچھ اس مقدمہ کے دوران میں عدالت کے سامنے استغاثہ نے پیش کیا۔ میرا منصب نہیں ہے، اور نہ اتنی جگہ ہے کہ میں اسپر تفصیل کے ساتھ گفتگو کروں۔ میں تو مجمل طور پر یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ غدر میں دہلی شہر کے اندر انقلاب حکومت کی جو بساط بچھائی گئی تھی اور جسقدر مہرے اس میں حرکت کرتے ہوئے نظر آتے تھے، ان میں سے ایک شخص بھی سوائے محمود ہ وار بخت خاں کے غدر کا بانی مبانی، یا محرک، یا اسکی ابتدائی سازش کا شریک نہ تھا بلکہ اس عظیم الشان فساد کی بنیاد رکھنے والے کچھ اور ہی لوگ تھے۔ جو ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلتے رہے اور آخر وقت تک سامنے نہ آئے۔ میں یہ نہیں بتا سکتا، کیونکہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ غدر کے اصلی بانی مبانی ہندو تھے یا مسلمان، والیان ریاست تھے یا عوام، فوجی تھے یا شہری، اودہ کے تھے یا بنگال کے، جنوب کے تھے یا شمال کے۔ میرا مقصد تو صرف یہ کہنا ہے کہ مقدمہ بہادر شاہ میں جن لوگوں پر غدر کا الزام لگایا گیا۔ یا جنپر غدر کرانیکا جرم عاید ہوا۔ ان کو بانی غدر کا خطاب دینا بالکل ناجائز ہے۔ میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ غدر میں جن لوگوں کو سزائیں دی گئیں وہ حقیقت میں مجرم نہ تھے اور سب کے سب بیگناہ تھے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ غدر میں انگریزوں نے جن ہندو مسلمانوں کو سزائیں دیں، ان میں سے ایک حصہ اس کا مستحق تھا۔ اور کچھ ایسے تھے جو غلط فہمی کے سبب بیگناہ مارے گئے ہیں تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں نے غدر میں شرکت کی اور انگریزوں کے خلاف تلوار اٹھائی اور ناجائز ظلم وستم کئے اور اس کے عوض خود بھی انگریزوں کے انتقام کا شکار ہوئے وہ اصلی بانی غدر نہ تھے بلکہ پردہ کے پیچھے چھپی ہوئی ایک جماعت نے انکو بھڑکایا۔ اور اس قسم کے خلاف انسانیت جرائم پر آمادہ کیا اور جب انتقام کا وقت آیا تو پردے میں چھپی ہوئی جماعت آرام سے محفوظ بیٹھی رہی اور اسکے اشارہ پر بھڑک اٹھنے والی جماعتیں انگریزوں کے جوش انتقام سے تباہ و برباد ہو گئیں آجکل ۱۹۱۷ء میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ کام کرنیوالے اور لوگ ہیں جنکو سب دیکھتے اور جانتے ہیں اور کام کرانیوالے اور لوگ ہیں جنکو نہ کوئی دیکھ سکتا ہے اور نہ جان سکتا ہے، یہ نہ سمجھنا چاہئے، کہ یہ کوئی خفیہ انجمن ہے یا پوشیدہ جماعت ہے نہیں بلکہ ہندو مسلمانوں

اور اقوام ہندوستان کے چند پراگندہ افراد کا یہ کام ہوا کرتا ہے۔ جو اپنے اپنے شہروں، قصبوں اور گھروں میں بیٹھے ہوئے چپ چاپ انقلابی رَو دوسروں میں پیدا کیا کرتے ہیں،
اور یہ بالکل نیچرل مسئلہ ہے اور قدرتاً ہر محکوم و مغلوب قوم کے اندر ایسے افراد خود بخود پیدا ہو جایا کرتے ہیں جو ایک برس یا دو برس یا ایک صدی یا دو صدی کے بعد آخر ایک نہ ایک دن کامیاب ہو جاتے ہیں۔

غدر دہلی کے اشخاص

مقدمہ بہادر شاہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں دہلی شہر تمام باغی قوتوں کا مرکز بنگیا تھا۔ اگرچہ غدر کی ابتدا میرٹھ سے ہوئی لیکن وہاں کی باغی افواج نے سب سے پہلے دہلی کا رخ کیا یہی حال اور شہروں کا تھا کہ جہاں جہاں فوجیں باغی ہوتی تھیں سیدھا دہلی کا رخ کرتی تھیں۔ کیونکہ دہلی میں مغلیہ سلطنت کے نام چارکے ایک بادشاہ موجود تھے۔ جن کو ہندو مسلمان صدیوں کی روایات کی بنا پر دلوں میں اپنا بادشاہ سمجھتے تھے اور ان کی مجبوری و مصوری سے دل ہی دل میں کڑھتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ غدر اور بغاوت کے بعد ہر شخص دہلی کا رخ کرتا تھا۔ کیونکہ بادشاہ دہلی کو اس موقع کے لئے سب سے بڑا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ اس اعتبار سے بزمانہ غدر دہلی شہر میں سب سے بڑی شخصیت بہادر شاہ بادشاہ کی تھی اور ان کے بعد ان کے بیٹے مرزا مغل اور صوبہ دار بخت خاں تھے۔ مرزا خضر سلطان یا خضر سلطان اور مرزا ابو بکر اور مرزا عبداللہ شاہی نسل میں ہونیکے سبب باغی افواج کے عہدے دار بنا دئے گئے تھے مگر جو شخصیت مرزا مغل اور بخت خاں اور بہادر شاہ کی تھی وہ کسی اور کی نہ تھی۔ یوں ہونیکو مقدمہ بہادر شاہ میں سینکڑوں نام موکرین غدر کے نظر آتے ہیں مگر اصلی روح رواں تمام قوتوں کے یہی تین آدمی تھے اب یکہنا ہے کہ ان تینوں میں کون سب سے زیادہ اس کی اہلیت رکھتا تھا کہ انقلاب جیسے مشکل کام کی سر پرستی اور رہنمائی کر سکتا؟ مجھے یقین ہے کہ بہادر شاہ اور انکے بیٹے مرزا مغل میں انقلاب کی رہنمائی کا کچھ بھی مادہ و سلیقہ نہ تھا۔ البتہ بخت خاں صوبہ دار اسکی قابلیت رکھتا تھا۔ اگر اسکو بہادر شاہ اور مرزا مغل کی سی شاہانہ شخصیت حاصل ہوتی تو وہ ضرور اپنی

قومی و انقلابی لیاقت سے انگریزوں کو ہندوستان سے پورے طور پر بیدخل کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔ کیونکہ آثار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انقلابی جماعت کا وہی ایک ہونہار رکن تھا، اور ایک مخصوص قابلیت، فاتح ہونے کی اس کے اندر موجود تھی جس کو انگریزوں کی فوجی تربیت نے چار چاند لگا دیئے تھے۔ انقلاب پسند افراد میں سے صرف ایک صوبہ دار بخت خاں پردے کے باہر میدان میں آیا تھا۔ اگر چہ اور لوگ بھی عملی کارگذاریوں کے وقت کھلم کھلا اسکے ساتھ ہوتے اور مغلوں کے شاہی خاندان کا کانٹا سدراہ نہ ہوتا۔ تو آج ہندوستان میں بخت خاں کا بیٹا یا پوتا حکمراں نظر آتا۔ مگر مشکل یہ آن پڑی تھی کہ باغی افواج اور تمام ملک کو شاہی خاندان اور اس کے سرغنہ بہادر شاہ پر اعتماد تھا۔ اس کے سوا کسی اور کی سرداری وہ قبول نہ کر سکتے تھے۔ اور شاہی خاندان بادشاہ سمیت فن حرب اور تدابیر سیاسی سے قطعاً نابلد تھا۔ اس کے اندر مغلوں کی وہ قدیمی سرفروشانہ و فاتحانہ روح باقی تھی نہ وہ جفاکشی، اور محنت کے عادی تھے اور نہ ایسی نازک اور مخدوش حالت کو قابو میں کرنے کی انکے دل و دماغ میں قابلیت تھی

صوبہ دار بخت خاں نے بڑی گہری چال چلی تھی کہ نام بادشاہ کا ہے اور کام میں کروں اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہادر شاہ نے بھی اس نکتہ کو سمجھ لیا تھا اور اپنی کمزوری اور اپنے لڑکوں، اور خاندان کی نالائقی کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ صوبہ دار بخت خاں میں ہر قسم کی قابلیت موجود ہے۔ اسی واسطے انہوں نے تمام اختیارات بخت خاں کے ہاتھ میں دیدئے تھے اور اسکو لارڈ گورنر بنا دیا تھا مگر بدقسمتی سے مرزا مغل اس نکتہ کو نہیں سمجھے تھے۔ ان کو خود مختار بادشاہ بننے کا خبط ہو گیا تھا وہ خیال کرنے لگے تھے کہ بہادر شاہ چند دن کے مہمان ہیں۔ دلی عہد کوئی بچہ ہے انگریزوں کا میدان صاف ہے اب میرے سوا کون ہندوستان کا بادشاہ بن سکتا ہے۔ یہ نہ سمجھے کہ بادشاہی کانٹوں کی سیج ہے۔ اس پر سونا آسان نہیں ہے اور اسکے لئے بہت بڑی قابلیت درکار ہوا کرتی ہے۔

انجام یہ ہوا کہ مرزا مغل نے بخت خاں کے راستہ میں رکاوٹیں ڈالیں اور ان سے مخالفت شروع

کی اور بخت خاں بیچارے پر دو حریفوں کے مقابلہ کا بوجھ ٹوٹ پڑا۔ ایک طرف انگریز تھے دوسری طرف مرزا مغل۔ اسی کش مکش میں فوجیں قابو سے باہر ہوگئیں۔ انتظام کی مشین بگڑ گئی، انگریزوں نے دہلی فتح کرلی اور انقلاب کی سکیم دھواں ہوکر اُڑ گئی۔

غدر کا الزام

ان تمام حالات کو سننے کے بعد آسانی سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ مقدمہ بہادر شاہ میں جن لوگوں پر غدر کا الزام لگایا گیا وہ محض بے قصور تھے سوائے صوبہ دار بخت خاں کے۔ بہادر شاہ نے جو تحریری بیان اپنا پیش کیا وہ ایک حد تک بالکل صحیح ہے یعنی غدر کی سازش سے انکو کچھ بھی تعلق نہ تھا، اور ان کو انقلابی تحریکوں کا سرپرست ثابت کرنا بالکل ناممکن ہے حضرت پیرزادے حسن عسکری صاحب کی نسبت یہ کہنا کہ انہوں نے غیبی اشارات کے سہارے بادشاہ کو غدر اور انقلاب پر آمادہ کیا، بالکل جھوٹ اور بہتان ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ حسن عسکری صاحب نے کچھ خواب بہادر شاہ کے سامنے بیان کئے ہونگے اور بادشاہ ان خوابوں کی تعبیر سے خوش ہوئے ہونگے لیکن یہ بات بالکل غلط ہے کہ محض خواب دیکھنے کی بنا پر اور حسن عسکری صاحب کے کہنے سے بادشاہ ایک ایسے عظیم الشان انقلاب کیلئے آمادہ ہوگئے کیونکہ بادشاہ کی طاقت اور عقل اور ظاہری ذرائع اس بڑے منصوبے کے سراسر خلاف تھے۔ ہر آدمی اپنے متعلق کوئی اچھا خواب سنکر یا اچھی پیشین گوئی معلوم کرکے قدرتاً خوش ہوا کرتا ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ وہ خواب اور پیشین گوئی سے متاثر ہوکر اس قسم کے احمقانہ اور خلاف عقل افعال کے لئے بھی آمادہ ہوجائے۔ جیسا کہ بہادر شاہ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے یہ بالکل قرین عقل ہے کہ شیدی قنبر کو ایران یا ٹرکی میں بھیجا گیا ہو مگر یہ کوئی ایسا جرم نہیں ہے کہ جسکو اسباب غدر میں شمار کیا جائے۔ اگر انگریز بہادر شاہ کی جگہ ہوتے اور بہادر شاہ نے ان کے موروثی ملک پر قبضہ کرلیا ہوتا تو کیا وہ یورپ کے بادشاہوں کو مدد کا بلاوا نہ دیتے یا اس قسم کی خفیہ سفارتیں نہ بھیجتے! یہ ہر انسان کی فطرت ہے۔ اگر بہادر شاہ یا حسن عسکری نے ایسا کیا، تو کوئی جرم کی بات نہیں کی۔ کیونکہ اسباب غدر کو ٹرکی و ایران سے کچھ تعلق

نہیں ہوا یعنی نہ ترکوں نے ہندوستان کی کچھ مدد کی اور نہ ایرانیوں نے۔ بہادر شاہ نے اپنے تحریری بیان میں اپنی سراسر مجبوری کا اظہار کیا ہے۔ ایک مقدمہ کی حالت میں انکو ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا مگر آج جبکہ سب معاملات ختم ہو چکے ہیں ایک مورخ یہ رائے دے سکتا ہے کہ بہادر شاہ اگرچہ مجبوری سے باغی فوج کے ساتھ ہوے اور ناجائز قتل و غارت کا انہوں نے کبھی حکم نہیں دیا اور ظلم و ستم سے وہ حد درجہ ناخوش تھے، تاہم انقلاب کی حالت دیکھکر اور انگریزوں کی شکست کے آثار محسوس کرکے اپنے تاج و تخت کی بحالی کا انکو ضرور خیال آیا ہوگا اور انہوں نے فوج کے مجبور کرنیکے بعد جب انقلاب کی سرپرستی قبول کی ہوگی تو وہ سچے دل سے چاہتے ہوں گے کہ انگریزوں کا پوری طرح قلع قمع ہو جائے اور ہندوستان میں ان کا نام و نشان کہیں بھی باقی نہ رہے۔

مفتیان تاریخ کی نظر میں یہ خیال جرم نہیں ہے۔ ہر دور اور ہر انقلاب کے زمانہ میں یہ مسئلہ جائز قرار دیا گیا ہے۔ اگر بہادر شاہ کامیاب ہو جاتے اور انگریزوں پر اسی قسم کا مقدمہ قائم کیا جاتا، تو کیا مغل دربار کا سرکاری وکیل انگریزوں کو مجرم ثابت کرنے میں انگریزی وکیل سے کچھ کم رہتا یہ تو دنیا میں ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے جسکے ہات میں لاٹھی ہوتی ہے بھینس کی ملکیت کی ہزاروں دلیلیں جمع کر سکتا ہے،

اسلام و مسلمین

سرکاری وکیل نے جو دھواں دھار تقریر وکلا مقدمہ پر کی ہے اس کے تمام بڑے بڑے حصوں کا جواب میں سمجھتا ہوں۔ اشاروں ہی اشاروں میں میں نے دیدیا۔ صرف ایک چیز باقی ہے جسکو میں جداگانہ حیثیت سے رد کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ سرکاری وکیل نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ یہ غدر مسلمانوں کی سازش کا نتیجہ تھا۔ اور اسلام ابتدا سے اس قسم کی ناروا سازشوں اور خوں ریزیوں کا حامی و مددگار ہوتا رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ الزام کئی وجہ سے مسلمانوں اور اسلام پر لگایا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ بہادر شاہ مسلمان تھے اور تمام باغیوں کا مرکز بنگئے تھے۔ اور جسقدر ناجائز مظالم جاہل فوجیوں کے ہاتھ سے انگریز عورتوں اور بچوں پر ہوئے

انکا ذمہ دار دوسرا بہادر شاہ کے سوا دوسرا کون تھا دوسری وجہ یہ کہ فاتح قوم کو زیادہ کھٹکا مسلمانوں کا رہتا تھا۔ کیونکہ ملک مسلمانوں ہی کے ہاتھ سے لیا گیا تھا اور ہندوستان کی دیگر غیر مسلم اقوام کے مقابلہ میں مسلمان ہی سب سے زیادہ حاکمانہ و سپاہیانہ قوتیں رکھتے تھے تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ سرکاری وکیل ہندوستان کے اتحاد کو برٹش گورنمنٹ کے قبضے اور تفرقہ ہندوستان کے خلاف سمجھتا تھا اور شاید امن قائم رکھنے کی ضرورت ہی اس امر کی متقاضی تھی کہ ہندو مسلمانوں کے اتحاد میں تفرقہ ڈالا جائے اور وہ جب ہی ہو سکتا تھا کہ ایک فریق کی جانب ارہی ہو اور دوسرے پر الزامات رکھدئے جائیں۔ میں ان تمام وجوہات کو پیش نظر لانے کے بعد سرکاری وکیل کی آتش بیانی کو معاف کردینا چاہتا ہوں انہوں نے جو کچھ کہا اور جیسے جیسے الزام مسلمانوں اور اسلام پر لگائے اور جیسا سخت لہجہ اختیار کیا وہ اگرچہ صداقت کے اعتبار سے بالکل کمزور اور بودا معلوم ہوتا ہے۔ تاہم ایک ایسے وقت جبکہ انگریزوں کے دلوں کے زخم ہرے تھے غدر نیا نیا ہو چکا تھا۔ انگریزوں کو اپنی عورتوں اور بچوں کی دردناک داستانیں یاد تھیں تیموریہ اقبال بحالت اسیری بحیثیت مجرم، عدالت کے کٹہرے میں حاضر تھا۔ سرکاری وکیل اگر ایسی خشمناک تقریر نہ کرتا تو میں سمجھتا کہ وہ آدمی نہیں پتھر تھا۔ انسان جب مایوس ہو جاتا ہے، یا تو اسوقت زبان درازی کرتا ہے اور یا جب ہر خطرہ سے محفوظ ہو جاتا ہے تب اس قسم کی باتیں کرنے کی جرات اسکو پیدا ہوتی ہے۔ البتہ موجودہ نسلوں کے لیے یہ لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سازش اور بغاوت کا حامی نہیں ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء میں جس قسم کے ناجائز واقعات پیش آئے اسلام نے کبھی بھی انکی اجازت نہیں دی۔ تیرہ سو برس سے آجتک تاریخ ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کرتی کہ اسلام کی اجازت سے اس قسم کی کوئی حرکت کی گئی ہو۔ جیسی غدر ۱۸۵۷ء میں پیش آئی البتہ مسلمانوں کے ذاتی افعال کا اسلام ذمہ دار نہیں ہے اگر کوئی مسلمان شراب پیئے زنا کرے چوری اور جوے کا ارتکاب اس سے سرزد ہو تو اس کا جواب وہ اسلام نہیں ہوگا بلکہ مسلمانوں کی بشری اور نفسانی سرشت پر اس کا الزام رکھا جائیگا۔ کیونکہ کوئی مذہب کسی آدمی کو سراسر بےنفس بنا دینے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

اگر کوئی عیسائی کسی کے چہرہ پر ظلم کا ایک طمانچہ مارے یا جبر سے کسی کو بیگار میں پکڑ کر لیجائے تو کیا اسکا الزام عیسائیت پر لگایا جا سکیگا؟ ہرگز نہیں کہ عیسائی مذہب تو یہ سکھاتا ہے کہ اگر کوئی تیرے رخسار پر ایک طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کے آگے کر دے کہ ایک اور مار لو! اور اگر تجکو کوئی ایک میل بیگار میں لیجائے تو تو دو میل اس کے ساتھ چلا جا۔

بہرحال سرکاری وکیل کی پرجوش تقریر پر یہ حاشیہ کافی سمجھا جائیگا اور یہ سمجھنے میں کچھ دشواری نہوگی کہ سرکاری وکیل نے اسلام پر جسقدر الزام لگائے وہ سب غلط اور ذاتی جوش کا نتیجہ تھے

حضرت حسن عسکری رحمتہ اللہ علیہ

مقدمہ بہادر شاہ میں پیرزادے حضرت حسن عسکری کا جگہ جگہ ذکر آیا ہے اور مقدمہ کی ضرورت سے انکا چال چلن مشتبہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے ناظرین کتاب ہذا کے سامنے میں صداقت سے شہادت دینی چاہتا ہوں کہ وہ بزرگ بالکل بے عیب اور پاک نفس تھے بادشاہ پر جو رسوخ ان کو حاصل تھا وہ ان کی جان لینے کا باعث ہوا۔ جناب نواب محمد خضر صاحب دہلوی پنشنر تحصیلدار نے اپنے والد مرحوم کی روایت سے بیان کیا کہ حضرت حسن عسکری کی صورت ایسی نورانی تہی کہ جو انکو دیکھتا تھا مسخر ہو جاتا تھا وہ حضرت شاہ سلیمان صاحب تونسوی رح کے خلیفہ تھے نواب خضر صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے والد نے مجھسے ارشاد کیا کہ بیٹا اگر تم حضرت حسن عسکری کو دیکھتے تو تمکو یہ خیال ہوتا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی صحابی جا رہے ہیں۔

افسوس ہے کہ حضرت حسن عسکری کو پھانسی دیدی گئی اور آج انکا ذکر نامناسب الفاظ میں کیا جاتا ہے، مگر دنیا کا انصاف اور ہندوستان کی اقوام حضرت حسن عسکری کے نام کو ہمیشہ عزت کے ساتھ یاد رکھیں گی!

حکیم احسن اللہ خانصاحب مرحوم

مقدمہ بہادر شاہ میں حکیم احسن اللہ خاں صاحب کا نام جگہ جگہ آیا ہے اور ان کی شہادت تمام مقدمہ کی جان ہے وہ دہلی کے ممتاز رئیسوں میں سے تھے طبی اور دینی معلومات اعلی درجہ کی رکھتے تھے

مدبری میں ان کے دماغ کو خاص دستگاہ حاصل تھی۔ انکی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے دوراندیش شخص تھے۔ اور انہوں نے باغی افواج کے ابتدائی طرز عمل سے سمجھ لیا تھا کہ ان کا انگریزوں کے سامنے ٹھہرنا ناممکن ہے اور وہ وقت بہت جلد آنیوالا ہے جبکہ انگریز دہلی کو دوبارہ فتح کریں گے اور ہندوستان پر ان کا پورا تسلط ہو جائیگا۔ اسواسطے انہوں نے اپنی پالیسی یہ مقرر کی کہ ایک طرف بادشاہ کو نیک صلاحیں دیتے رہے اور دوسری طرف انگریزوں سے بھی خفیہ میل جول قائم رکھا اور یہی وجہ ہوئی کہ باغی افواج نے ان کو انگریزوں کا آدمی سمجھکر قتل وقید کا کئی مرتبہ ارادہ کیا اور انکا گھر بھی لوٹا گیا اور یہی وجہ ہے کہ غدر سے لیکر آجتک دہلی میں ان کا نام نہایت نفرت وحقارت سے لیا جاتا ہے اور بہادر شاہ کے نام سے چند اشعار جگہ جگہ پڑھے جاتے ہیں جن میں حکیم احسن اللہ خاں کو بہادر شاہ نے یہودی کہا ہے اور انکو اپنی اور اپنے خاندان کی تباہی کا باعث قرار دیا ہے۔

بچپن میں میں نے خود اپنے والدین سے خصوصاً والدہ صاحبہ سے حکیم احسن اللہ خاں کے خلاف بہت سخت اور بُری بُری روایتیں انگریزوں کی تائید کی سنی تھیں۔ مگر آج جب میں نے مقدمہ بہادر شاہ کو پڑھا تو ایا نا میری رائے یہ ہوگئی کہ حکیم احسن اللہ خاں مسلمانوں اور ہندوستان اور بہادر شاہ کے غدار نہ تھے۔ انہوں نے جو کام کیا ملک وقوم کی ہمدردی کی وجہ سے کیا۔ اس میں ان کی ذاتی غرض کو کچھ دخل نہیں تھا۔ تمام الزامات کی تردید ان کی شہادت کرتی ہے۔ جو شخص حکیم صاحب کے بیان کو غور اور انصاف سے پڑھیگا وہ فوراً سمجھ جائیگا کہ حکیم صاحب نے نہایت عقلمندی سے بادشاہ کو اور مسلمانوں کو الزامات بغاوت سے بچانے کی کوشش کی ہے اگر وہ انگریزوں کے دوست اور ملک وقوم کے دشمن ہوتے تو ان کی شہادت سراسر سرکاری وکیل کے حسب منشا ہوتی لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کا بڑا حصہ استغاثہ کے خلاف ہے۔ کہا جائیگا کہ شہادت کے بعض حصے مجرموں کے خلاف بھی پائے جاتے ہیں۔ میں اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ اور انہی حصوں نے مجھکو حکیم صاحب کی ایمانداری کا قائل کیا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں ایمان اور سچائی سے کہتے ہیں۔ ایک طرف انہوں نے بادشاہ اور شاہی خاندان کو بغاوتی الزامات سے صاف کیا۔

دوسری طرف جو اصلی قصوروار تھے ان کا بھی اقرار کرلیا تو کیا انصاف سے آنکھ بند کرلی جائے! اور کیا انقلاب پسندوں کے کسی ایسے جرم کو جو ان سے سرزد ہوا، بیان نہ کیا جائے۔ اور کیا غدر سنہ ۵۷ء میں باغیوں سے جرائم سرزد نہ ہوئے تھے۔ مجھے امید ہے کہ دہلی کی موجودہ نسل اور آنیوالی نسلیں حکیم احسن اللہ خاں کیساتھ آئندہ عناد اور نفرت کو دل میں نہ رکھیں گے کہ مقدمہ بہادر شاہ کی شہادت نے ان کو ملک و قوم کا اصلی دوست ثابت کردیا۔

بہادر شاہ کے اشعار جو حکیم صاحب کی ہجو میں پڑھے جاتے ہیں یا جو عام چرچے ان کے خلاف کئے جاتے ہیں انکا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ اشعار بہادر شاہ نے نہ کہے ہوں یا ممکن ہے کہ ان کو بھی کسی نے حکیم صاحب کی طرف سے بہکادیا ہو۔ اور رعوام کی شہرت تو کسی اعتبار کے لایق نہیں ہے یہ تو ہمیشہ بات کا بتنگڑ بنالیا کرتے ہیں۔ ان کے دربار میں اکثر بے گناہ کو گناہگار اور گناہگار کو بیگناہ بنایا جاچکا ہے جس کی مثالیں آجکل بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ جو لوگ حکومت سے ساز باز رکھتے ہیں ان کو پبلک کا خیر خواہ سمجھا جاتا ہے اور جو پبلک کے خیر خواہ ہیں انکو حکومت کا خوشامدی" خطاب ملتا ہے،

زینت محل بیگم صاحبہ مرحومہ

یہ بہادر شاہ بادشاہ کی چاہیتی بیوی تھیں۔ مرزا جواں بخت انہیں کے لڑکے تھے جن کی شادی دہلی میں نہایت دہوم دہام سے ہوئی تھی اور جن کے سہرے لکھنے میں "غالب اور ذوق" کی چشمک کے افسانے شمس العلما آزاد نے آبحیات میں لکھے ہیں۔ ایام غدر میں انپر بھی شبہ کیا گیا تھا کہ انگریزوں سے ملی ہوئی ہیں اور انگریزوں نے ان سے جواں بخت کو بادشاہ بنانیکا وعدہ دیکر اپنی طرف ملالیا ہے۔ اسی واسطے باغیوں نے کئی مرتبہ بہادر شاہ سے یہ مطالبہ کیا کہ زینت محل ہمارے سپرد کردی جائیں تاکہ ہم ان کو اس جرم کی سزا دیں جیسا کہ بادشاہ نے اپنے بیان میں خود لکھا ہے۔

مگر مقدمہ کی روئداد سے اور انگریزوں کے ان خطوط سے جو غدر کے زمانہ میں ان کے آپس میں آتے جاتے تھے۔ اور جن کو حاصل کرکے میں نے چھاپ دیا ہے۔ کہیں زینت محل کے ساز باز کا اشارہ

نہیں پایا جاتا۔ اور دشمنوں نے ان کی نسبت عداوت سے بے پر کی خبر اڑا رکھی تھی۔ سب سے بڑا ثبوت انگریزوں سے سازش نہ رکھنے کا یہ ہے کہ غدر کے بعد ان کے رہنے کا مکان مہاراجہ پٹیالہ کو دیدیا گیا جو آجتک ریاست پٹیالہ کے قبضہ میں ہے۔ لال کنوئیں اور فراشخانہ کے وسط میں یہ عمارت اب بھی موجود ہے اسکا پھاٹک لب سڑک نظر آتا ہے جس کے اوپر بہادر شاہ کی کہی ہوئی اور خاص ان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تاریخ کندہ ہے۔ اگر زینت محل انگریزوں سے سازباز رکھتی ہوتیں تو ان کے رہنے کا مکان غیروں کو نہ دیا جاتا یا ان کے اور ان کے بچوں کے ساتھ کوئی ایسا سلوک ہوتا جیسا کہ مرزا الٰہی بخش کے ساتھ کیا گیا۔

مرزا الٰہی بخش صاحب مرحوم

مجھے تعجب ہے کہ مقدمہ بہادر شاہ میں مرزا الٰہی بخش صاحب کا نام کہیں نہیں آیا۔ حالانکہ انہوں نے انگریزوں کی بڑی مدد کی تھی جس کے صلہ میں غدر کے بعد بارہ سو روپے ماہوار ان کی پنشن مقرر کی گئی اور جو ان کے تین لڑکوں مرزا سلیماں جاہ۔ ثریا جاہ۔ اقبال شاہ کو تقسیم ہو کر ملتی رہی۔ اور اب ان کی اولاد کو مل رہی ہے۔ تیموریہ خاندان کے جتنے لوگ دہلی میں ہیں سرکاری منشا سے مرزا الٰہی بخش صاحب کا خاندان ان لوگوں کا سردھرا سمجھا جاتا ہے۔ جو روائتیں مرزا الٰہی بخش صاحب کی نسبت انگریزوں سے سازباز کرنے کی مشہور ہیں۔ میں انکو لکھنا نہیں چاہتا۔ اسواسطے کہ مقدمہ ہذا کی مسل میں مرزا الٰہی بخش صاحب کا نام ہی کہیں نہیں آیا۔ لہذا میں بھی سکوت اختیار کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

بہادر شاہ مرحوم

بہادر شاہ کا کیرکٹر اس کتاب اور اسکے حصوں سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے لیکن ایک بات ایسی ہے جس کی نسبت میں بھی اشارہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ وہ حالت اسیری میں بھی صحیح دماغ رکھتے تھے اور مقدمہ میں ان کی جرح خاص قانونی نکتوں پر ہوتی تھی۔ حالانکہ بیٹوں اور پوتوں کی ہلاکت اور بڑھاپے میں اپنے گھربار کی تباہی کے بعد کوئی بوڑھا آدمی اپنے حواس میں نہیں رہ سکتا

مگر بہادر شاہ کی یہ خصوصیت قابل تعجب ہے کہ وہ آخر وقت تک مضبوط رہے اور مقدمہ میں ایسی جرح کی کہ گواہ لاجواب ہو ہوگئے۔ بعض ہندو اور انگریز گواہوں سے جو جرح انہوں نے ان کے بیان کو بناوٹی ثابت کرنے کے لئے گرفت نما انداز سے کی وہ معمولی دل و دماغ کا آدمی نہیں کر سکتا میں سمجھتا ہوں کہ ہوش و حواس کی یہ سلامتی ایک حد تک انکو غدر کا شریک ثابت کرتی ہے۔ اگر موقع خلاف نہ ہوجاتا تو بہادر شاہ ضرور انقلاب سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ اور باوجود جسمانی کمزوری کے ان کے دماغ میں صلاحیت حکمرانی کی موجود تھی۔

میرزا مغل مرحوم

بہادر شاہ کے بیٹے تھے جنکو باغی افواج کا کمانڈر بنایا گیا تھا۔ انہوں نے کوئی کام ایسا نہیں کیا جس سے ان کی فوجی قابلیت یا ملکی مدبری کا ثبوت مل سکتا بلکہ وہ صوبہ دار بخت خاں کے کاموں میں رخنہ انداز ثابت ہوئے اور انہی کی ضد اور جاہ پسندی نے انگریزوں کو دوبارہ قبضہ دہلی کا موقع دیا۔ اس واسطے ملکی نظر میں وہ قابل ملامت اور سرکاری نگاہ میں قابل تعریف کہے جا سکتے ہیں۔

مکند لال صاحب سکریٹری

مقدمہ میں انکی شہادت معتبر مانی گئی تھی وہ بہادر شاہ کے میر منشی تھے اور انکے اکثر راز جانتے تھے مگر انہوں نے کوئی ایسی بات بیان نہیں کی جس سے کوئی گرفت بادشاہ کے خلاف حاصل ہوتی۔

مسلمانوں کے خلاف جو کچھ ان کی زبان سے نکلا میرا خیال ہے کہ انکی ذاتی خواہش سے نہ تھا بلکہ مقدمہ کی تیاری کے لئے استغاثہ فراہم کرنے والوں نے ان کو مجبور کر کے یہ بیان دلایا ہوگا۔